سرورق(Cover Page)

ناول کا نام:

مجازی سے حقیقی کا سفر

مصنف کا نام:

سردار محمد علی خان

مصنف کا تعارف(Author Bio)

سردار محمد علی

ایک ایسا قلمکار، جس کے الفاظ کسی شخصیت پر نہیں،

بلکہ ایک داخلی سفر، ایک خاموش دعا، اور ایک روحانی لمس پر لکھے جاتے ہیں۔

"محبت" ان کے نزدیک صرف ایک جذبہ نہیں بلکہ اک راستہ ہے رب تک پہنچنے کا۔

ان کا قلم ذاتی تجربات، خاموش اذیت، اور ٹوٹ کر چاہنے والے دل کی نمائندگی کرتا ہے۔

"مجازی سے حقیقی کا سفر "ان کی پہلی با قاعدہ روحانی رومانوی تحریر ہے

جو قاری کو انسانوں سے ہوتے ہوئے خالق کے دروازے تک لے جاتی ہے۔

ان کا یقین ہے:

"محبت جب عبادت بن جائے، تو پھر جدائی بھی ایک نعمت ہوتی ہے۔"

ناول کا خلاصہ (Summary of the Novel)

"مجازی سے حقیقی کا سفر"

ایک ایسی داستان ہے

جو ایک یونیورسٹی کے کیمپس سے شروع ہو کر

سجدے کے سکون تک پہنچتی ہے۔

یہ کہانی ایک ایسے نوجوان کی ہے

جس نے ایک باحیا، باپردہ لڑکی سے خاموش محبت کی،

اس کی عزت کی، چاہا، اور ٹوٹا۔

مگر وہ لڑکی نہ ملی...

اور یہی نہ ملنا

اسے رب سے جوڑنے کا ذریعہ بن گیا۔

اس سفر میں:

چاہت ہے

خاموشی ہے

دعا ہے

تڑپ ہے

اور آخر میں...

وہ سجدہ ہے

جو انسان سے نکل کر رب تک پہنچتا ہے۔

.اقتباس(Cover Quote)

"یہ اُس کی کہانی ہے،

جسے چاہا گیا، مانگا گیا،

مگر نہ ملا—

اور پھر وہ رب ملا

جس کی محبت میں کبھی جدائی نہیں ہوتی۔"

انتساب:(Dedication)

انتساب

اس ناول کو میں ان تمام لوگوں کے نام کرتا ہوں:

جو سچی محبت کے باوجود رد کر دیے گئے۔

جن کے جذبوں کو سمجھا نہیں گیا۔

جنہوں نے انسانوں سے ٹوٹ کر،

رب سے جُڑنا سیکھا۔

اور خاص طور پر...

اُس کے نام جس کا پردہ، خاموشی اور حیا

میری دعاؤں میں،

اور میری گمشدگیوں میں

عبادت بن گیا۔

﴿ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴾

"اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔"

سورۃ الشوریٰ (42:36)

دعائیہ سطر

"یا اللہ…!

جو تُو لے لے وہ بھی تیری رضا،

اور جو تُو دے دے وہ بھی تیرا کرم۔

بس تُو رہ جائے

باقی سب فانی ہے۔"

پیش لفظ

یہ محض ایک کہانی نہیں،

بلکہ ایک ایسا سفر ہے

جو آنکھوں کی نمی سے شروع ہو کر

دل کے سجدے میں ختم ہوا۔

یہ اس کی بات ہے...

جس کو چاہا،

دیواروں جیسی خاموشی میں مانگا،

مگر وہ نہ ملی۔

اور جب وہ نہ ملی...

تب رب نے خود کو عطا کر دیا۔

یہ ناول ان سب کے لیے ہے

جنہیں کبھی کسی کا انکار ملا ہو،

کبھی دعا کے بدلے خاموشی،

کبھی محبت کے بدلے پتھر،

اور کبھی یقین کے بدلے بے رخی۔

یہ ان لوگوں کے لیے ہے

جن کی چاہت نے انہیں توڑ کر

رب سے جوڑ دیا۔

یہ "مجازی سے حقیقی کا سفر"
کسی ندامت کی داستان نہیں
بلکہ عبادت کی پہلی آہٹ ہے۔
اور اگر تم نے کبھی
کسی کو اس حد تک چاہا ہے
کہ تم نے رب کو پکارنا سیکھ لیا ہو،
تو شاید...
یہ ناول
تمہیں تم سے ملا دے۔

اہم وضاحت

یہ کہانی ایک فرضی بیانیہ ہے،
جو ایک جامعہ کی فضا،
چند کرداروں کے جذبات،
اور ایک انسان کے باطنی روحانی سفر پر مبنی ہے۔

اس ناول میں جو نام استعمال کیے گئے ہیں
جویریہ، ایمن، عائشہ، ملائکہ، نور اور ایمان
یہ سب فرضی نام ہیں،
اور صرف کہانی کی روانی اور رازداری کے پیشِ نظر استعمال کیے گئے ہیں۔

یہ نام یونیورسٹی میں موجود کسی بھی حقیقی فرد کی نمائندگی نہیں کرتے،
اور نہ ہی ان کا مقصد کسی کی شناخت ظاہر کرنا ہے۔

کہانی کے اصل کرداروں کے حقیقی نام
مصنف نے دانستہ طور پر بیان نہیں کیے،
تاکہ ان کی پرائیویسی، وقار اور حرمت محفوظ رہے۔

اگرکسی قاری کواتفاقاًکوئی مماثلت محسوس ہو،

تووہ محض ایک اتفاقیہ ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر محبت، خواہ وہ دنیا میں کسی سے بھی ہو

آغاز میں خوبصورت لگتی ہے، مگر آخر کار ایک مقام ایسا آتا ہے

جہاں دل تھک جاتا ہے،

رُوح سوال کرنے لگتی ہے،

اور آنکھیں وصال کے خواب سے زیادہ، سکون کی دعا مانگنے لگتی ہیں۔

یہ کہانی

ایک نوجوان کی محبت، محرومی، اور بالآخر معرفتِ الٰہی تک کے سفر کی کہانی ہے۔

یہ ناول کسی کی شکایت نہیں،

نہ کسی کی تذلیل یا دل آزاری کا سبب،

بلکہ یہ ایک دعا ہے، ایک دعوت ہے، ایک درس ہے

کہ محبت وہی سچی ہے جو ہمیں رب تک پہنچا دے۔

جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی ہے،

آپ کو ملیں گے وہ لمحے

جہاں آنکھ نم ہوتی ہے،

قلب دھڑکتا ہے،

اور آخر میں سجدہ نصیب ہو جاتا ہے۔

یہ تحریر اُن سب کے لیے ہے

جنہوں نے کبھی کسی کو دل سے چاہا،

مگر پھر جان لیا

کہ اصل طلب، اصل قرار، اصل سکون صرف رب کی ذات میں ہے۔

یہ ناول مجازی سے حقیقی کی جانب ایک خاموش مگر پُراثر صدا ہے۔

اگر یہ صدا کسی ایک دل کو بھی رب کی طرف مائل کر دے،

تو یہی میری سب سے بڑی کامیابی ہو گی۔

والسلام

سردار محمد علی

حصہ اول

"فانی محبت"

شام ڈھل رہی تھی۔ سبزہ زار کے کونے میں چار دوست بیٹھے تھے۔ ہوا ہلکی ہلکی چل رہی تھی مگر فضا میں سب کے قہقہوں کی گونج زیادہ نمایاں تھی۔

حسن ان سب کا مرکز۔ سردار قبیلے کا بیٹا۔ اس قبیلے کے لوگ اپنی سختی اور انا کے لیے مشہور تھے۔ محبت کو وہ کمزوری سمجھتے اور نرمی کو بزدلی۔ حسن بھی انہی کا عکس تھا: ضدی، مغرور اور بے حس۔

اس کی زندگی میں عبادت کا کوئی تصور نہ تھا۔ مسجد کی دہلیز سے وہ کوسوں دور رہتا۔ اس کے دن غفلت میں گزرتے اور راتیں کلبوں، سموکر کے شور اور آوارہ گردی میں۔ دوست اسے اکثر نشے کی دھند میں ڈوبا ہوا دیکھتے۔ وہ قہقہے لگاتا مگر آنکھوں میں ایک خالی پن ہوتا۔

پھر بھی ایک حقیقت سب مانتے تھے:
حسن چاہے جتنا بگڑا ہوا تھا، اپنے دوستوں کے لیے وہ جان دینے اور لینے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ دشمن کے سامنے ڈٹ جاتا اور دوست کے دکھ پر خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ یہی اس کا وہ پہلو تھا جو تینوں دوستوں کو اس سے جوڑے رکھتا تھا۔

عامر ہمیشہ سے محفل کی جان تھا۔ ظاہری طور پر وہ سب کو ہنساتا اور بے فکری کا تاثر دیتا، مگر اس کے اندر بہت سے دکھ چھپے تھے۔ دن کو ہنسی کے نقاب میں جی لیتا، مگر رات کی تنہائیوں میں اکثر اپنے زخم دوستوں کے سامنے کھول دیتا۔ پریشانیاں، گھریلو مسائل اور ٹوٹے ہوئے خواب یہ سب وہ اندھیروں میں بیان کرتا اور آنسو اندھیرے میں ہی چھپ جاتے۔

شعیب بھی حسن کی طرح سردار قبیلے سے تھا، مگر اس کے چہرے کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک اسے دوسروں سے الگ بناتی تھی۔ اگر عامر ضد اور جذبات میں پہچانا جاتا تھا، تو شعیب اپنی زندہ دلی اور خوش مزاجی میں نمایاں تھا۔ وہ محفل کا ایسا چراغ تھا جو سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر دیتا۔ اس کی زبان پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی ہنسی مذاق یا جگت تیار رہتی، اور جب محفل سنجیدہ ہو جاتی تو وہ ایک جملہ ایسا کہتا کہ سب دوستوں کے قہقہے چھوٹ جاتے۔

کسی کو دکھ ہو یا دل کی پریشانی، شعیب کے پاس بیٹھتے ہی دل ہلکا ہو جاتا۔ وہ ایسا تھا جو دوسروں کو ہنساتا رہا، چاہے خود کتنی ہی تکلیف یا مشکل میں ہو۔ اپنی پریشانیوں کو وہ کبھی ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا، جیسے اس کے لیے سب سے بڑا کام یہ تھا کہ دوست خوش رہیں۔

دوستی اس کے لیے ایک مقدس رشتہ تھی، اور دوستوں میں بھی حسن اُس کے دل کے سب سے قریب تھا۔ حسن کے لیے وہ جان چھڑکتا تھا۔ حسن کے چہرے پر ذرا سا بوجھ یا اداسی آ جاتی تو شعیب کے اندر ایک بے چینی بھر جاتی۔ وہ فوراً اپنی باتوں اور قہقہوں سے ایسا جادو کرتا کہ حسن کے چہرے پر مسکراہٹ واپس آ جاتی۔ شعیب کے لیے یہ خوشی کسی اور چیز سے بڑھ کر تھی۔

وہ ایک خوش اخلاق، ہنسی مذاق کرنے والا دوست تھا، مگر اندر سے قبیلے کی غیرت اور اپنی رگوں میں دوڑتے خون کی سختی بھی رکھتا تھا۔ فرق یہ تھا کہ وہ سختی کو قہقہوں کے پردے میں چھپالیتا۔

ان دونوں کے بیچ آریان بیٹھا تھا۔ سید گھرانے کا چشم وچراغ۔ علم اور سکون اس کے مزاج سے جھلکتا تھا۔ وہ بات بھی کرتا تو دھیمے لہجے میں، نصیحت ایسے دیتا جیسے دل پر اتر جائے۔ حسن اسے ہمیشہ "شاہ جی" کہہ کر پکارتا اور اکثر کہتا:

''سید... میں تمہارا نوکر۔''

یہ جملہ مذاق نہیں، حسن کے دل کا عقیدت بھرا اعتراف تھا۔

ایک دن محفل میں باتوں میں سب نے اپنے خواب بیان کیے۔

عامر نے کہا:

''میرا خواب ہے ایک دن سب کو ہنسانے کا ہال ملے... جہاں صرف قہقہے ہوں اور میں مسکرانے کا سبب بنوں۔''

شعیب نے اپنی سخت آواز میں کہا:

''میرا خواب غیرت کی زندگی ہے۔ میں چاہتا ہوں کوئی میرے دوست پر انگلی نہ اٹھا سکے، اور اگر اٹھائے تو میرا بازو اسے توڑ ڈالے۔''

آریان نے دھیمے لہجے میں کہا:

''میرا خواب سکون ہے، علم ہے، اور ایسا انجام ہے کہ میرا رب بھی راضی ہو اور میری روح بھی۔''

سب نے حسن کی طرف دیکھا۔ وہ سگریٹ کا کش لے رہا تھا۔ دھواں آسمان کی طرف چھوڑا اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا:

''میرے پاس کوئی خواب نہیں۔ میں خوابوں پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ بس یہی چاہتا ہوں دنیا میرے قدموں میں ہو، لوگ میرے نام سے ڈریں، اور میرے دوست میرے ساتھ رہیں۔ باقی سب کہانیاں ہیں۔''

آریان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

''حسن... کبھی کبھی خواب ہی حقیقت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ تقدیر نے تیرے لیے ایک خواب لکھ رکھا ہے، جو تجھے بدل ڈالے گا۔''

حسن نے سنجیدگی سے آریان کی آنکھوں میں دیکھا اور آہستہ کہا:

''شاہ جی، اگر آپ کہہ رہے ہیں تو مان لیتا ہوں۔ مگر میری دولت صرف یہ دوست ہیں۔ ان کی غلامی بھی قبول ہے۔''

کسی کو خبر نہ تھی کہ وہی شخص جو محبت کو کمزوری سمجھتا تھا، ایک دن محبت ہی اس کی سب سے بڑی آزمائش بن جائے گی۔

حسن کا گھر ایک عام مکان نہیں تھا، وہ سرداری شان کا آئینہ دار تھا۔ در و دیوار پر رعب جھلکتا تھا، اور اس رعب کا سب سے بڑا سبب اس کے والد تھے۔ سخت مزاج، اونچی آواز، اور فیصلوں میں وہی غرور جو سردار قبیلے کا نشان سمجھا جاتا ہے۔

وہ بات کرتے تو ایسا لگتا جیسے فیصلہ سنا رہے ہوں۔ حسن اس قبیلے سے تھا جہاں وہ اپنے رشتے داروں سے تھانے کچہری یا پھر جنازوں میں ملتے تھے۔ حسن کے والد کی محفلیں زیادہ تر قبیلے کے لوگوں یا تھانے کچہری کے چکروں میں گزرتیں۔ کبھی قبیلے کے جھگڑوں میں۔ محبت اور نرمی ان کے قریب سے بھی نہ گزرتی تھی۔ حسن اپنے والد سے ڈرتا بھی تھا اور دل ہی دل میں محبت بھی کرتا، مگر اس محبت کا اظہار کبھی زبان پر نہ لا سکا۔ خوف ہمیشہ پیار پر حاوی رہا۔

حسن کی امی اس سب سے مختلف تھیں۔ انہیں یہ سخت رویے اور قبیلے کے طور طریقے کبھی پسند نہ آئے۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ حسن بھی اپنے باپ اور قبیلے کی طرح پتھر دل اور انا پرست بنے۔ انہوں نے اس کی تربیت کچھ اور انداز سے کی، اس کے دل میں نرمی ڈالنے کی کوشش کی۔ حسن کو قبیلے کے ماحول سے دور رکھنے کے لیے بالآخر انہوں نے اسے ہوسٹل بھیج دیا، کہ شاید وہاں رہ کر وہ ایک مختلف انسان بن جائے۔

مگر بچپن کا ماحول، سرداری خون اور قبیلے کی اکڑ... یہ سب کچھ اس کے اندر سے کبھی نہ نکلا۔ ہوسٹل میں رہنے کے باوجود وہ وہی حسن رہا جس کی رگوں میں ضد اور بے حسی دوڑتی تھی۔

عامر اکثر ہنستے ہنستے کہا کرتا:

''حسن! تم لوگ اوتھار کے ہو... تمہاری طرف تو جنگل کا قانون چلتا ہے۔ ہنسی، نرمی، پیار یہ سب تمہارے ہاں مذاق سمجھے جاتے ہیں۔''

حسن سن کر مسکرا دیتا مگر دل ہی دل میں جانتا تھا کہ عامر کی بات سچ ہے۔ وہ واقعی ایک ایسے قبیلے کا بیٹا تھا جہاں دلوں پر نہیں، انا پر حکمرانی تھی۔

حسن کے نزدیک محبت کمزور دلوں کا کھیل تھی۔
وہ ہنستا، دوستوں کو چھیڑتا اور کہتا:
"یہ سب ڈرامے ہیں۔ محبت محض وقت کا زیاں ہے۔"

اس کے نزدیک دوستی ہی سب کچھ تھی۔ محبت ایک ایسا لفظ تھا جس پر وہ ہنسی اڑاتا، اور اکثر آریان کو چھیڑتے ہوئے کہتا:
"شاہ جی، یہ سب کتابوں میں اچھا لگتا ہے۔ حقیقت میں محبت جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

مگر تقدیر کے فیصلے کسی کے انکار سے رک نہیں جاتے۔
جو بات حسن مذاق سمجھتا تھا، وہی ایک دن اس کے دل کی گہرائی کو بدلنے والی تھی۔

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

انجینئرنگ بلاک کی سیڑھیوں پر جویریہ بیٹھی تھی۔

سفید نقاب میں لپٹی، جھکی نگاہوں اور کتاب کے ساتھ۔اس کے ارد گرد ایمان اور دعا ہنسی مذاق میں مصروف تھیں، مگر جویریہ اپنی خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اسی لمحے حسن کی نظر اس پر جا ٹھہری۔
ایک لمحہ...اور دل کے اندر جیسے کوئی طوفان اتر آیا۔

وہ حسن جو محبت کو کبھی مانتا ہی نہیں تھا، خود سے کہنے لگا:
"اگر یہ محبت ہے... تو مجھے نہ ہو۔ایک جھلک نے مجھے یوں بے چین کر دیا ہے...اگر یہ دل میں اتر گئی تو میرا کیا حال ہوگا؟"

پہلی بار اس کا دل کسی نے یوں پاگلا یا تھا۔

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

کچھ مقامات خاموش نہیں ہوتے، وہ صرف اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ لفظ اُن میں گم ہو جاتے ہیں۔کامسیٹس یونیورسٹی کی صبح بھی کچھ ایسی ہی تھی۔آسمان پر بادل بکھرے ہوئے تھے، دھوپ شاخوں میں چھن چھن کر زمین پر اتر رہی تھی اور ہوا جیسے خود سے کوئی ذکر کرتی جا رہی تھی۔ہر طرف طلبہ کے قدموں کی آوازیں تھیں، ہنسی، شور، جلدی، مصروفیت مگر حسن کے لیے سب کچھ خاموش تھا۔

حسن لان کے ایک کنارے بیٹھا تھا، تنہا، مگر مکمل۔ حسن کے ارد گرد ہر شے موجود تھی مگر حسن کے دل میں صرف خلا تھا۔ کچھ تلاش کر رہا تھا جو شاید لفظوں میں نہیں آتا، کوئی ایسی کیفیت جو بیان سے باہر تھی۔ پھر حسن نے دوبارہ جویریہ کو دیکھا۔

جویریہ انجینئرنگ بلاک کی طرف سے آرہی تھی، جیسے صبح خود اپنا رنگ لینے اُس کی چادر میں چھپ گئی ہو۔ سفید نقاب، آہستہ چال، جھکی نگاہیں، اور ہاتھوں میں دبی ہوئی کتابیں۔ جویریہ کی موجودگی نے منظر کو بے آواز کر دیا۔ جیسے سب کچھ رک گیا ہو، اور صرف ایک عکس باقی رہ گیا ہو جویریہ۔

اسی لمحے حسن کے پاس آریان آیا، اور کہنے لگا: "یار، تُو ایک ہی راہ دیکھتا ہے روز؟" حسن مسکرایا، کچھ نہ کہا۔ پھر پیچھے سے عامر اور شعیب بھی آ گئے۔ عامر نے ہنستے ہوئے کہا: "لگتا ہے تیرے دل کا ایڈیٹر کوئی خاموش لڑکی پسند کرتا ہے۔" شعیب نے ہنستے ہوئے کہا: "تم خود ہی کہتے ہو حسن پتھر قبیلے سے ہے اسے لڑکی کہاں پسند آئے گی۔" حسن خاموش رہا... کیونکہ وہ منظر خود بول رہا تھا۔

کامسیٹس کی وہ صبح، وہ لمحہ، وہ چال، وہ پردہ سب کچھ کسی ایسی روشنی میں لپٹا ہوا تھا جس کا نام حسن نہیں جانتا تھا۔ مگر حسن کا دل کہتا تھا، شاید یہ "آغاز" ہے۔ شاید یہی پہلا رنگ ہے، جو خاموشی نے میرے دل پر چڑھایا ہے۔

محبت کی پہلی علامت یہ نہیں ہوتی کہ تم کسی کو پالو، بلکہ یہ ہوتی ہے کہ وہ تمہیں ہر دن دکھائی دے...اور تم پھر بھی اس سے دور رہو۔ جویریہ، جو ہر دن حسن کے سامنے سے گزرتی، ایک ہی راہداری سے، ایک ہی چال سے، اور پھر بھی ہمیشہ نامعلوم رہتی۔ جیسے کوئی خواب جو آنکھوں کے سامنے ہو مگر ہاتھ میں نہ آئے۔

جویریہ اکثر صبح کے وقت دکھائی دیتی۔ انجینئرنگ بلاک کی وہی سیڑھیاں، وہی نقاب، وہی سفید چادر جیسے موسم کا تکیہ اسی پر رکھا گیا ہو۔ حسن نے جویریہ کی موجودگی کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا تھا۔ جویریہ بولتی نہیں تھی، دیکھتی نہیں تھی، روکتی نہیں تھی... مگر حسن کے دنوں کا آغاز بن چکی تھی۔

حسن کی نظریں جویریہ کو ڈھونڈتی نہیں تھیں، جویریہ خود ہی ہر روز دکھائی دے جاتی۔ کبھی لان کے کنارے سے گزرتی، کبھی کیفے کے سامنے جھکے درختوں کے سائے سے نکلتی، اور کبھی بس لائبریری کی خاموش کھڑکی کے پار...
جویریہ حسن کی دنیا کا ایسا کردار تھی، جو کسی ناول کا مرکزی کردار لگتا ہو اور پھر بھی جسے مصنف نے کبھی مکمل نہ لکھا ہو۔

حسن نے کبھی اُس سے بات نہیں کی۔۔نہ سلام، نہ سوال، نہ خواہش۔ صرف ایک خاموش تعظیم، جیسے آنکھیں جھک جاتی تھیں، دل ساکت ہو جاتا تھا۔ ہر دن جویریہ کی موجودگی حسن کے دل پر ایک نئی دعا لکھ دیتی تھی۔ ایک خاموش سی امید، کہ شاید کبھی جویریہ رک جائے... مگر جویریہ ہمیشہ گزر جاتی۔

حسن نے جویریہ کو ہر دن پایا، مگر کبھی حاصل نہ کیا۔ ہر دن جویریہ کا ایک لمحہ حسن کے دل کی دیوار پر چپک جاتا، اور ہر رات وہی لمحہ حسن کو نیند سے جدا کر دیتا۔ یہ کیسی محبت تھی، جو فقط دیکھنے سے پروان چڑھ رہی تھی، اور کیسا عشق تھا جو خاموشی میں جوان ہو رہا تھا؟

جویریہ جو ہر دن نظر آتی تھی... مگر کبھی نہیں ملی شاید اسی کا نام محبت ہے۔ کہ تم کسی کے ہونے کو اتنا محسوس کرو کہ وہ تمہارے اندر زندہ ہو جائے، اور تمہیں اس کے جسم کی نہیں، اس کی خاموشی کی ضرورت ہو۔ وہ خاموشی جواب حسن کی روح کا حصہ بن چکی تھی۔

حسن نے کبھی اپنے دوستوں کو اُس کا چہرہ نہیں دکھایا، مگر نام بتا دیا تھا جویریہ۔ عامر، آریان اور شعیب کو معلوم تھا کہ وہ لڑکی جویریہ ہے، اور حسن اسے چاہتا ہے۔
شعیب ہمیشہ سنجیدہ رہتا، اُس نے ایک دن کہا: "حسن تم صرف اُس سے محبت نہیں کرتے، تم اُسے رب کی مخلوق سمجھ کر دیکھتے ہو... شاید اسی لیے تمہاری نظریں اُس کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔" اُس کے الفاظ میرے دل میں اُتر گئے۔

اور شاید اُدھر بھی کچھ بدلا تھا۔ کیونکہ اب وہ کبھی کبھار نظریں اٹھا کر دیکھ لیتی۔ ایک بار ایسا بھی ہوا کہ وہ لائبریری کی میز پر آ کر رکی، نظریں جھکائیں، اور آہستہ سے ایک کتاب جو اس نے اٹھائی ہوئی تھی رکھ کر چلی گئی۔ حسن وہیں موجود تھا، اور اس خاموش لمحے حسن کے دل نے پہلی بار کچھ محسوس کیا

حسن نے وہ کتاب کھولی تو اُس کے بیچ ایک پرچی رکھی تھی۔ اس پر صرف ایک جملہ لکھا تھا:

"خاموشی بھی کبھی کبھی جواب ہوتی ہے۔"

حسن نے پرچی بند کی، کتاب اپنے دل کے قریب کی، اور دل میں ایک نئی دعا جاگی... کاش کہ جویریہ نے یہ میرے لیئے ہی لکھا ہو۔

یونیورسٹی کے کیفے کے پچھلے حصے میں وہ گوشہ تھا جہاں اکثر جویریہ اور اُس کی دوستیں جمع ہوتی تھیں۔ وہاں کوئی خاص منظر نہیں ہوتا تھا دو تین کرسیوں کا حلقہ، ہنسی کی مدھم آوازیں، کچھ کھانے پینے کی چیزیں، اور بیچ بیچ میں جویریہ کی وہ گم سم خاموشی جس کے گرد ساری محفل جیسے گردش کرتی ہو۔

جویریہ اپنی دوستوں کے درمیان ہوتی، مگر پھر بھی اس کی آنکھوں میں تنہائی ہوتی۔ کبھی وہ سب زور سے ہنستیں، اور جویریہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا لیتی۔ کبھی وہ سب کچھ سناتی، کبھی کچھ سنتی، اور کبھی بالکل چپ رہتی۔ حسن کو اکثر لگتا جیسے جویریہ جسمانی طور پر اپنی دوستوں کے ساتھ ہے، مگر دل کہیں اور ہے شاید اُسی گوشے میں جہاں حسن چھپ کر بیٹھا ہوتا۔

حسن اکثر اپنے دوستوں کو کسی بہانے سے چھوڑ کر، خاموشی سے اُن کی محفل کے قریب آجاتا۔ لان کی اوٹ میں، یا کیفے کی کھڑکی سے ذرا پرے، بس اتنا قریب کہ اُن کی آوازوں کی گونج سن سکوں، اور جویریہ کے چہرے کے تاثرات کو پڑھ سکے۔

عامر اور آریان اکثر پوچھتے: "یار، آج کدھر غائب ہو؟ محفل چھوڑ دی؟" اور حسن مسکرا کر کہہ دیتا: "بس ذرا کسی خیال کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

حسن جویریہ کو اس کی سادہ حرکات میں تلاش کرتا جب وہ چائے کا کپ ہاتھ میں لیتی، یا اپنے بیگ سے رجسٹر نکالتی، یا اپنی دوست کی کسی بات پر بے ساختہ ہنستی۔ حسن کو اس کے ہر انداز میں ایک راز دکھائی دیتا تھا، جیسے جویریہ سب کچھ جانتی ہو مگر کچھ نہ کہے۔

کبھی کبھی حسن سوچتا، کیا جویریہ جانتی ہے کہ حسن اُسے دیکھتا ہے؟ کیا اُس نے حسن کی نظروں کو محسوس کیا ہے؟ کیا اُس نے کبھی اپنے دائیں جانب اُس کھڑکی کی طرف دیکھا ہے جہاں حسن سانس روکے بیٹھا ہوتا؟ شاید ہاں، شاید نہیں۔ لیکن حسن ہر روز جویریہ کی موجودگی سے اپنی عدم موجودگی کا ثبوت پاتا تھا۔

اس دن جب جویریہ نے محفل کے بیچ میں خاموش ہو کر آسمان کی طرف دیکھا، اور گہرا سانس لیا تو حسن کے دل نے دھڑک کر کہا: "وہ لمحہ تمہارے لیے تھا۔" اور حسن نے اُس لمحے کو اپنی روح میں جذب کر لیا۔

جویریہ کی وہ محفل، وہ گہری خاموشی، اور حسن کی چپ کا سایہ... سب ایک ایسی محبت کی گواہی بن چکے تھے، جو الفاظ سے پاک تھی مگر جذبے سے لبریز۔

»»»»»»»»»»»»»»»

جویریہ کی محفل میں دو لڑکیاں ہمیشہ نمایاں ہوتی تھیں ایمان اور نور۔ ایمان سنجیدہ سی، ہمیشہ فائلوں اور نوٹس میں مصروف، اور نور ہر لمحے میں سوال کرتی ہوئی، ہر لیکچر کا خلاصہ یاد رکھتی، اور ہر پریزنٹیشن کے لیے پہلے دن سے تیار۔ دونوں پڑھائی میں اس قدر دلچسپی رکھتی تھیں کہ اکثر ان کے درمیان تعلیمی مقابلہ سا لگتا تھا۔

جویریہ ان دونوں کے بیچ بیٹھتی، مگر کسی اور دنیا میں موجود رہتی۔ جب وہ دونوں اگلے اسائنمنٹ، پریزنٹیشن یا مارکس کی بات کرتیں، جویریہ چپ رہتی۔ اُس کے سامنے رجسٹر ضرور ہوتا، مگر وہ اُس پر نوٹس نہیں، کچھ اور لکھ رہی ہوتی حروف، آیات، اشعار... یا شاید دُعائیں۔

حسن نے کئی بار جویریہ کو دیکھتے ہوئے نوٹ کیا: جویریہ کے چہرے پر روشنائی کے نشان ہوتے، جویریہ کے ہاتھوں کی انگلیاں نیلی سیاہی سے رنگی ہوتیں، اور اُس کے بیگ کے اندر مختلف قلموں کا چھوٹا سا خزانہ ہوتا۔ وہ اسائنمنٹ کی نہیں، رنگوں کی بات کرتی تھی۔

جویریہ کو پڑھائی سے نفرت نہیں تھی، مگر محبت کسی اور چیز سے تھی خطاطی سے۔ وہ اپنی دنیا میں مصروف رہتی، الفاظ کے نقش بناتی، رنگوں سے لفظوں کو لباس دیتی، اور کبھی کبھی اپنی خاموشی کو کسی آیت کی صورت کاغذ پر اتار دیتی۔

میں نے اس کی انگلیوں کو دیکھ کر جانا کہ جو لڑکی کتابوں کے نمبر نہیں، حروف کے حسن سے عشق کرتی ہو، وہ عام نہیں ہو سکتی۔

جویریہ کے چہرے پر کبھی کبھار سیاہی کا ہلکا سا نشان ہوتا، جیسے کسی حرف نے اُس کو چھو لیا ہو۔ وہ نشان اُس کی بے نیازی کا ثبوت تھے کہ اسے اس بات کی پرواہ نہیں کہ لوگ کیا دیکھتے ہیں، وہ صرف وہی دیکھتی ہے جو دل کو خوبصورت لگتا ہے۔

ایمان اور نور کبھی کبھار اسے چھیڑتیں: "تم پھر وہی حروف بنانے لگیں؟ آج تو پریزنٹیشن تھی!" جویریہ مسکرا دیتی، اور سر جھکا کر لکھتی رہتی۔ جیسے اس کی دنیا میں سب سے اہم وہ لفظ تھے جو وہ رب کے لیے چن چن کر سنوارتی تھی۔

اس کی سہیلیاں جہاں ٹاپ پوزیشن کی فکر میں ہوتی تھیں، جویریہ بس کسی نئے کلمے کو خوبصورت بنانے میں گم ہوتی۔ اور شاید اسی لیے... وہ دل میں بسنے لگی تھی حرفوں میں، رنگوں میں، اور دعاؤں میں۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

ان سب رشتوں کے ساتھ حسن کی زندگی میں ایک اور رشتہ بھی تھا بسمہ کا۔

وہ اس کی حقیقی بہن نہیں تھی، مگر حسن نے دل سے اسے بہن مان رکھا تھا۔

اور صرف مانا ہی نہیں تھا، اس کی محبت اور عزت اتنی گہری تھی کہ اگر کبھی بسمہ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے، تو حسن دنیا کو آگ لگا دینے پر تیار ہو جاتا۔

بسمہ اس کے دل کا وہ کونا تھی جہاں وہ سب کچھ رکھ دیتا۔ اپنی خوشیاں، اپنی تلخیاں، اپنی محرومیاں۔ وہ اس کے ہر خیال کی گواہ تھی۔ حسن جب لفظوں میں قید نہ ہو پاتا تو بسمہ کے سامنے خاموش ہو جاتا، اور وہ خاموشی ہی سب کچھ کہہ دیتی۔

ایک دن دونوں کیفے کے ایک پرسکون کونے میں بیٹھے تھے۔ بسمہ اپنی چائے میں مصروف تھی، اور حسن ایک گہری خاموشی میں۔

چند لمحوں بعد حسن بولا:

"بسمہ... میں تم سے ایک بات شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک راز... جو اب شاید راز نہیں رہا۔"

بسمہ نے اس کی طرف دیکھا۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، جیسے پہلے ہی سب جانتی ہو۔

"جویریہ؟" اُس نے آہستگی سے پوچھا۔

حسن چونک گیا۔ "تمہیں کیسے پتا؟"

وہ نرمی سے بولی:

"جس دن تم خاموش ہو گئے تھے، اُس دن سمجھ آ گیا تھا... کہ دل اب لفظوں میں نہیں، خاموشی میں بول رہا ہے۔"

حسن نے نظریں جھکا لیں۔ پھر دھیرے دھیرے سب کچھ بتا دیا۔
جویریہ کی خاموشی، اس کا نقاب، اس کے حجاب میں چھپی حیا، اس کی کتابوں میں ڈوبا رہنا...اور وہ کیفیت جو پہلی جھلک سے اس کے دل کو بے قرار کیے جا رہی تھی۔

"بسمہ... میں نے کبھی اس سے بات نہیں کی۔ نہ سلام کیا، نہ نام جانا۔ مگر ہر دن جب وہ سامنے سے گزرتی ہے، لگتا ہے جیسے کوئی دعا میرے دل پر لکھی جا رہی ہو۔"

بسمہ بس سنتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں وہی روشنی تھی جو بہن کی آنکھوں میں بھائی کے دکھ سن کر اترتی ہے۔

»»»»»»»»»»»»»»»

عامر... وہ جو حسن کے دل کے اندر کی باتوں کو جانتا تھا، لیکن آج کل اُس کے دل میں بھی کسی اور کا گھر بن چکا تھا۔ وہ خود ایک عشق میں گرفتار تھا۔ ہر وقت فون اُس کے ہاتھ میں ہوتا، کبھی میسج، کبھی کال، کبھی سوشل میڈیا وہ اپنی ہی دنیا میں گم ہوتا جا رہا تھا۔

حسن اکثر دوستوں کی نظروں سے بچتا ہوا، جویریہ کے پیچھے اُس راہداری تک چلا جاتا، جہاں وہ اکثر خاموشی سے بیٹھتی، یا اپنے قلم سے حروف سنوارتی۔ کبھی کیفے کی کھڑکی کے پاس، کبھی لان کے کسی کونے میں، اور کبھی لائبریری کی اُس میز پر جہاں خامشی بھی عبادت لگتی تھی۔

حسن وہاں جاتا، چپ چاپ بیٹھتا، نہ اُس سے بات، نہ کوئی سلام بس ایک دعا، ایک خاموش نظر، اور ایک سجدے جیسا لمحہ۔

یہ تعاقب عشق نہیں تھا، طلب نہیں تھی یہ بس ایک خاموش حاضری تھی، جو دل روز لگاتا تھا، بغیر کسی آواز، بغیر کسی اُمید کے۔

اور دل میں جانتا تھا، کہ یہ سب ایک دن ختم ہو جائے گا مگر اُس دن تک، حسن اپنی حاضری مکمل کرنا چاہتا تھا۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

وہ ایک عام سا دن تھا۔ سب دوست کیفے میں حسبِ معمول اپنی باتوں میں مگن تھے عامر کوئی نیا لطیفہ سنا رہا تھا، شعیب اپنی ہی دنیا میں چائے کی چسکیاں لے رہا تھا، اور آریان کسی کتاب کے اقتباس پر خاموش بحث چھیڑے ہوئے تھا۔ حسن اُن سب کے بیچ خاموش بیٹھا، بس مسکرا رہا تھا... شاید دل کہیں اور تھا۔

اچانک حسن کی نگاہ کیفے کے دوسرے کونے پر پڑی۔ وہاں جویریہ بیٹھی تھی ہمیشہ کی طرح خاموش، مہذب، اور اپنی دُنیا میں گم۔ اُس کے ساتھ ایمان اور نور بیٹھی تھیں۔ تینوں کسی بات پر مدھم انداز میں گفتگو کر رہی تھیں، جیسے وقت تھم گیا ہو اور لمحے کوئی داستان کہہ رہے ہوں۔

پھر وہ لمحہ آیا، جس نے حسن کے دل کی دھڑکن کو تھما دیا۔

پتہ نہیں کیا بات ہوئی، یا کیا ضرورت پڑی، کہ جویریہ نے پہلی بار اپنے چہرے سے نقاب کو ذرا نیچے کیا۔ حسن بے اختیار اُسی لمحے دیکھ رہا تھا۔اور پھر حسن نے اُس کا چہرہ دیکھا۔

وہ چہرہ...وہ چہرہ جیسے کسی دعا کا مکمل ہونا ہو۔ جیسے کسی خطاط کے قلم سے نکلا ہوا مکمل نقش، یا جیسے کسی خاموشی کا خوبصورت جواب۔

حسن ساکت رہ گیا۔ حسن کی آنکھیں، حسن کا دل، حسن کے حواس...سب گویا ایک ہی لمحے میں جم گئے۔ حسن جو نہ یاد رہا کہ حسن کہاں بیٹھا ہے، حسن کے آس پاس کون ہے، کیا باتیں ہو رہی ہیں، اور دنیا کس جانب رواں ہے۔

بس ایک خواہش دل میں جاگی کہ یہ لمحہ رک جائے۔ دنیا تھم جائے۔اور وہ...جویریہ حسن کے سامنے یوں ہی بیٹھی رہے، اور حسن... حسن اُسے دیکھتا رہے۔

ایمان اور نور کچھ کہہ رہی تھیں، شاید ہنس رہی تھیں، شاید چائے منگوا رہی تھیں مگر میں اُن آوازوں سے کٹ چکا تھا۔ اب حسن کے لیے صرف ایک منظر تھا، اور وہ جویریہ کا چہرہ تھا۔

حسن کے دل نے بس اتنا کہا:

"وہ چہرہ، جسے جویریہ نے چھپایا... آج رب نے حسن کو دکھا دیا۔ کیا یہ لمحہ دعا کی قبولیت ہے؟ یا کسی آزمائش کا آغاز؟"

اس دن کے بعد... حسن کی خاموشی اور بھی گہری ہو گئی۔ کیونکہ اب حسن صرف اُس کی موجودگی سے نہیں، اُس کے چہرے کی روشنی سے بھی لرزنے لگا تھا۔

جویریہ کو دیکھنے کے بعد حسن نے پہلی بار خود کو آئینے میں دیکھا۔
وہ حسن، جو راتیں کلب میں گزارتا تھا، صبحوں کو سنوکر ٹیبل پر ختم کرتا تھا، نشے کی دھند میں ڈوبا رہتا تھا... اس نے محسوس کیا کہ وہ سب کچھ جویریہ کی خاموشی کے سامنے بے معنی ہے۔

وہ بار بار سوچتا:
"جویریہ جیسی پارسا لڑکی کی تمنا تو ہر کوئی کر سکتا ہے، مگر اس کا طالب صرف وہی بن سکتا ہے جو اپنے اندر کی گندگی کو چھوڑ دے۔"

یہی سوچ اسے بدلنے لگی۔

پہلے سگریٹ اور نشہ چھوڑا۔
پھر کلب کی محفلیں اجنبی لگنے لگیں۔

راتوں کی آوارہ گردی کی جگہ سجدے کی تنہائی نے لے لی۔

شروع میں اس کے قدم کانپتے تھے۔ نماز کی صف پر کھڑا ہوتا تو عجیب سا بوجھ محسوس کرتا، مگر آہستہ آہستہ وہی بوجھ سکون میں بدلنے لگا۔

دوستوں نے محسوس کیا کہ حسن کی آنکھوں میں اب وہی خالی پن نہیں رہا۔ اب ان میں ایک روشنی ہے—شاید دعا کی، شاید جویریہ کے سکوت کی، اور شاید اس خدا کی جو حسن کو اپنی طرف بلا رہا تھا۔

حسن اکثر بسمہ سے کہتا:
"اگر میں جویریہ جیسی پارسا لڑکی کا طالب ہوں، تو مجھے پہلے اپنے آپ کو بدلنا ہوگا۔ اور یہ تبدیلی صرف دکھاوے کے لیے نہیں... یہ میرے رب کے لیے ہونی چاہیے۔"

بسمہ اس کی بات سن کر مسکرا دیتی۔
وہ جانتی تھی کہ حسن کی اصل تبدیلی شروع ہو چکی ہے۔

اب جویریہ صرف حسن کے سامنے نہیں، بلکہ اس کے اندر بس گئی تھی۔ حسن نماز پڑھتا تو اُسی کا تصور آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ حسن سجدے میں جاتا، تو دل جویریہ کے لیے دعا بن جاتا۔

کلاس میں بیٹھا ہوتا، کتابیں کھلی ہوتیں، استاد پڑھا رہا ہوتا مگر حسن کی نگاہیں صفحوں پر، اور دماغ جویریہ کے خیال میں۔ اکثر کوئی سوال ہوتا، اور جب نام حسن کا لیا جاتا، تو حسن چونک کر اُٹھتا کیونکہ حسن کو یہ تک یاد نہ ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔

دوستوں کی محفل سے حسن کا دل کترانے لگا۔ شعیب کی بے نیازی اب حسن کے اندر اترنے لگی تھی، عامر کی باتوں پر ہنسی کم ہو گئی تھی، اور آریان کی آنکھوں کے سوالوں سے نظریں چرانے لگا تھا۔

حسن کے دن، حسن کے لمحے، حسن کے الفاظ سب پر جویریہ کا قبضہ تھا۔ ہر بات اُس سے شروع ہوتی، ہر خاموشی اُس پر ختم۔

حسن نے خود کو کھو دیا تھا مگر ایک عجیب سکون کے ساتھ۔ کیونکہ اب حسن جس میں گم تھا، وہ خامشی نہیں، ذکر تھی۔

اس دن کلاس کے بعد کیفے میں بیٹھے تھے، عامر نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے حسن کی طرف دیکھا اور ہنس کر بولا:
"بھائی، تُو بندہ ہی بدل گیا ہے۔ پہلے ہر بات پر بحث، ہر محفل میں قہقہے اب تُو چپ، کہیں کھویا ہوا۔"

شعیب نے حسبِ عادت ہنستے ہوئے کہا: "اسے کچھ ہو گیا ہے، یا پھر یہ کسی کا ہو گیا ہے؟"

آریان نے خاموشی سے حسن کی طرف دیکھا۔اُس کی نظریں سوال بن کر ٹھہر گئیں۔"یہ جو خامشی ہے، یہ صرف خامشی نہیں لگتی۔ کوئی بات ہے...دل میں کوئی گواہی چھپی ہے۔"

حسن نے نظریں جھکا لیں،اور مسکرا دیا۔ حسن انکار نہیں کر سکا، مگر اقرار بھی نہ کر سکا۔

حسن نے سر اُٹھایا،اپنے دوستوں کو دیکھا...اور دل میں کہا:
میرے راز اب چھپ نہیں سکتے، کیونکہ دل اب چپ نہیں رہا۔

»»»»»»»»»»»»»»

فائقہ...
نام سنتے ہی ذہن میں ایک شوخ مسکراہٹ، چمکتی آنکھیں،اور کبھی نہ ختم ہونے والی شرارتوں کا سلسلہ آ جاتا ہے۔
وہ حسن کی کزن ہے، لیکن حسن کے لیے صرف ایک رشتے کی پہچان نہیں بلکہ وہ حسن کی چھوٹی بہنوں میں ہی شامل ہے۔
وہ بہن جو خون کے رشتے سے نہیں،دل کے رشتے سے بندھی ہو۔

اس کی ہر بات میں ایک چمک ہے،ہر جملے میں ایک معصوم چالاکی۔
کبھی فون پر اچانک کال کر کے ہنستی ہے اور کہتی ہے،

"بھائی، ذرا سنو، آج میں نے کیا کمال کیا۔"

کبھی کسی معمولی سی بات پر ضد کر بیٹھتی ہے اور پھر معصومیت سے مان بھی جاتی ہے۔

حسن اور وہ الگ شہروں میں رہتے ہیں، الگ یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں، مگر دل کا فاصلہ کبھی ایک پل کا بھی نہیں ہوا۔

حسن کا پیار کسی نرم مرہم کی طرح ہے

محسوس تو ہوتا ہے، مگر سمجھنے میں وقت لگتا ہے کہ یہ کتنا گہرا ہے۔

فائقہ حسن کی زندگی کے ان چند لوگوں میں سے ہے جن کے لیے وہ ہر حد پار کر سکتا ہے۔

اتنی عزیز ہے کہ اس کے لیے جان دے بھی سکتا ہے...اور ضرورت پڑے تو جان لے بھی سکتا ہے۔

فائقہ حسن کے لیئے صرف ایک بہن نہیں، بلکہ وہ حصہ ہے جو میری خوشیوں کو مکمل کرتا ہے اور دکھوں کو بانٹ کر آدھا کر دیتا ہے۔

وہ جانتی ہے کب حسن کو چھیڑ کر ہنسانا ہے اور کب خاموش رہ کر حسن کا غم سنبھالنا

شام ڈھل رہی تھی، ہاسٹل کی کھڑکی سے باہر آسمان سنہری اور نیلا ایک ساتھ نظر آ رہا تھا۔ حسن نے بیگ ایک طرف پھینکا، جوتے اُتار کر بیڈ پر نیم دراز ہوا ہی تھا کہ موبائل کی اسکرین جگمگائی۔

اسکرین پر نام چمک رہا تھا: "فائقہ"۔

حسن نے مسکرا کر کال اٹھائی۔ دوسری طرف سے فوراً فائقہ کی چہکتی ہوئی آواز آئی:

"بھائی...آج پھر یونیورسٹی میں کسی کو دیکھتے رہ گئے نا؟"

حسن نے آنکھیں موندتے ہوئے ہلکی سی ہنسی دبائی:

"چھوٹی ہو تم...اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔"

وہ ہنسی، وہی مخصوص شرارت بھری ہنسی جو اس کے جملوں کے پیچھے چھپی محبت کو چھپا نہیں پاتی تھی۔

"چھوٹی ہوں اس لیے ہی تو پوچھ رہی ہوں...تاکہ بڑے بھائی کا راز سنبھال سکوں۔"

حسن نے جان بوجھ کر بات بدل دی:

"تم نے اپنا اسائنمنٹ مکمل کیا یا پھر ہمیشہ کی طرح آخری رات جاگنا ہے؟"

"ہائے اللہ...!" وہ مصنوعی آہ بھرتے ہوئے بولی،

"آپ نے ہمیشہ میرا راز سب کے سامنے کھول دینا ہوتا ہے۔ لیکن بھائی...آپ کے راز میں نے ہمیشہ سینے میں قید رکھے ہیں۔"

اس کی بات سن کر حسن چند لمحے خاموش رہا۔ یہ فائقہ تھی نہ صرف حسن کی کزن بلکہ دل سے بہن جو میلوں دور رہ کر بھی حسن کے دل کا موسم پہچان لیتی تھی۔

فون بند ہوا تو کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی آگئی، لیکن دل میں اس کی آواز گونجتی رہی۔

›››››››››››››››››››››››››››››››

محبت کبھی کبھی کاروبار کی صورت میں بھی ظاہر ہوتی ہے،
مگر وہ نفع یا نقصان سے آزاد، صرف دل کی لگن سے جُڑی ہوتی ہے۔
حسن نے یونیورسٹی کے باہر ایک کیفے کھولا
نام رکھا "The Street Menu"،
مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا اصل نام حسن کے دل میں "جویریہ" تھا۔

یہ کیفے حسن نے کسی مالی فائدے کے لیے نہیں بنایا تھا،
نہ اس لیے کہ حسن کو کھانے پینے کا شوق تھا،
بس دل میں ایک خواب تھا...
کہ جویریہ کبھی یہاں آئے گی۔
یہ جگہ، یہ درودیوار، یہ میز، یہ ماحول
سب کچھ حسن نے اس کے ذوق، اس کی خاموشی، اور اس کے سلیقے کو سامنے رکھ کر چُنا تھا۔

حسن اکثر سوچتا،
کیا جویریہ کو معلوم بھی ہے

کہ اس کیفے کے ہر گوشے میں حسن کی محبت کی کہانی چھپی ہے؟

وہ دروازہ، وہ میزیں، وہ مینو، وہ کارنر

سب کچھ اس کے پسندیدہ انداز میں ڈھالا گیا تھا۔

اس کے آنے کی اُمید میں دن رات کام کیا،

لیکن وہ نہ آئی۔

نہ کبھی یہ کیفے نقصان کا سبب بنا،

نہ کسی فائدے کا۔

یہ بس اُس کی موجودگی کے تصور میں زندہ رہا۔

اور جب کبھی وہ نہیں آتی،

تو کیفے کے اندر ایک خالی پن گونجنے لگتا

ایسا خلا جسے صرف ایک چپ ہستی پُر کر سکتی تھی۔

حسن نے بہت بار دیکھا...

کہ دوست آتے، بیٹھتے، ہنستے، چائے پیتے،

مگر حسن کا دل صرف ایک چہرہ ڈھونڈتا رہتا۔

ایک دن جویریہ آئی بھی۔

شاید اتفاقاً،

یا شاید رب نے حسن کی خاموش التجا سن لی تھی۔

وہ ایمان اور نور کے ساتھ تھی،

بیٹھ کر کچھ دیر خاموش رہی،

پھر چلی گئی۔

مگر اُس دن حسن کے لیے سب کچھ مکمل ہو گیا۔

اس کے بیٹھنے سے وہ کرسی مقدس ہو گئی،

اور وہ لمحہ...

حسن کے ہر سجدے کی قبولیت بن گئے۔

حسن جانتا ہے،

وہ کبھی نہ سمجھے گی

کہ یہ کیفے محض ایک کاروبار نہیں،

بلکہ حسن کی خاموش محبت کی ایک تصویر ہے...

جو حسن نے اس کے لیے بنائی

بغیر کچھ کہے، بغیر کچھ مانگے۔

اور شاید محبت وہی ہوتی ہے

جو نظر آئے...

مگر کبھی زبان پر نہ آئے۔

کچھ لوگ آتے ہیں تو موسم بدل جاتا ہے،

اور کچھ کے آنے سے ایک معمولی سا کیفے جنت کی خوشبو بکھیرنے لگتا ہے۔

وہ جب اپنی دوستوں ایمان اور نور کے ساتھ آتی،

تو کیفے میں ایک عجیب سی بہار آجاتی تھی

خاموش، لیکن محسوس ہونے والی۔

The Street Menu"""اُس دن صرف کھانے پینے کی جگہ نہیں رہتا،

بلکہ ایک خواب بن جاتا،

جو چلتی سانسوں میں سانس لینے لگتا تھا۔

وہ کسی خاص کرسی پر نہیں بیٹھتی تھی،

مگر جس جگہ بیٹھتی، وہ جگہ خاص ہو جاتی۔

چائے کا کپ جیسے اُس کی موجودگی سے خوشبو میں لپٹ جاتا،
اور ہوا کی ہر جنبش اُس کے آنے کی گواہی دیتی۔

وہ آتی، بیٹھتی، دوستوں سے بات کرتی،
اور حسن دور کھڑا رہتا
نہ مالک کی حیثیت سے،
نہ کسی بڑے پن سے،
بلکہ صرف اُس ایک لمحے کی خاطر
جو حسن کی دنیا کو مکمل کر دیتا۔

کسی نے حسن کو ویٹر کہا،
کسی نے کیشیئر،
کسی نے عام سا ملازم
حالانکہ حسن وہاں کا مالک تھا۔

لیکن جویریہ کے لیے...
حسن ہر روز خود کو نیا روپ دیتا تھا۔
کبھی ویٹر بن کر اُس کی ٹیبل صاف کر دیتا،

کبھی کیشیئر بن کر اُس کی رسید کو آہستگی سے فولڈ کرتا
کہ اُس کا لمس حسن تک نہ پہنچے...
بس اُس کا وجود کافی تھا۔

وہ چلی جاتی،
شام ڈھل جاتی،
حسن دکان بند کرتا
کیش باکس کھولتا،
تو اعداد و شمار کچھ اور بتاتے تھے:

"ہم خسارے میں ہیں۔"

لیکن حسن کا دل کہتا:

"نہیں... ہم نفع میں ہیں،
کیونکہ آج وہ آئی تھی۔"

یہ محبت کا وہ حساب ہے

جو اکاؤنٹنٹ نہیں سمجھ سکتا،
جسے صرف دل لکھتا ہے،
اور دعائیں گواہ بنتی ہیں۔

وہ جس کے آنے سے کیفے مہکتا...
بس وہی حسن کی محبت کا موسم تھا
چاہے سال کے باقی دن خزاں ہی کیوں نہ ہو۔

پھر وہ وقت آیا،
جب جویریہ نے آنا چھوڑ دیا۔

نہ کوئی اطلاع، نہ کوئی الوداع،
بس ایک خاموشی،
جو پہلے کبھی خوشبو کی صورت آتی تھی...
اب گہری خالی ہوا بن کر پھیلنے لگی۔

شاید وہ تھک گئی تھی...
شاید اُس کے لیے یہ سب کچھ اہم نہیں تھا...

یا شاید حسن ہی اپنی چاہت میں اتنا گم تھا
کہ اُس کی بے نیازی کو نہ پڑھ سکا۔

وہ نہیں آئی
اور اُس کے ساتھ وہ بہار بھی رخصت ہو گئی
جو کیفے کی دیواروں پر رنگ کرتی تھی،
جو حسن کی مسکراہٹ کا سبب تھی،
جو حسن کی محنت کو عبادت بناتی تھی۔

کیفے کی روز کی سیل بدستور اچھی رہی،
گاہک آتے رہے،
مینیو بکتا رہا،
مگر اندر کچھ بکھر چکا تھا۔

اس وقت کے مالی اعداد و شمار کہتے تھے:

"کیفے نفع میں تھا۔"

لیکن دل...

حسن کا دل خاموش بیٹھا کہہ رہا تھا:

"ہم خسارے میں ہیں۔"

پھر حسن نے فیصلہ کر لیا۔

ایک دن خاموشی سے

دروازے پر "بند ہے" کا بورڈ ٹانگ دیا۔

لوگ حیران ہوئے

کہ اتنا چلتا ہوا کاروبار کیوں بند کیا؟

کچھ نے کہا:

"نفع میں ہو کر بھی دکان بند کر دی؟"

کچھ نے کہا:

"کیا پیسوں کی قدر نہیں؟"

لیکن کوئی یہ نہ جان سکا

کہ یہ کاروبار کبھی پیسے کے لیے تھا ہی نہیں۔

یہ تو دل کا معاملہ تھا

اور وہ دل...

اب خالی ہو چکا تھا۔

یہ جگہ حسن نے جویریہ کے لیے بنائی تھی،

اُس کے آنے کے لیے،

اُس کی موجودگی کے لیے۔

جب وہ نہ آئی،

تو ساری رونق، ساری جدوجہد،

ساری محنت بے معنی ہو گئی۔

یہ کیفے "The Street Menu" تھا

صرف دنیا کی نظر میں،

مگر حسن کے لیے

یہ جویریہ کے نام کی ایک سجدہ گاہ تھی۔

اور سجدے تبھی کیے جاتے ہیں

جب دل جھکے ہوں

جب دل اُٹھ جائے،
تو سجدہ باقی نہیں رہتا۔

اسی لیے...
یہ کیفے بھی
دل کے ساتھ ہی بند ہو گیا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

اُس دن حسن یونیورسٹی سے واپس آیا تو موسم ہلکا ابر آلود تھا۔ دل میں ایک عجیب سا بوجھ تھا، ایسا بوجھ جو لفظوں میں نہیں اُتارا جا سکتا۔ بیگ ایک طرف پھینکا، لائٹس مدھم کیں، اور بس خاموشی اوڑھ لی۔

فون ٹیبل پر چپ چاپ پڑا تھا، اسکرین پر بار بار مختلف گروپس کی نوٹیفکیشنز جھلملاتی رہیں، مگر حسن نے ایک بھی کھولنے کی زحمت نہیں کی۔ دل چاہتا تھا سب سے غائب ہو جائے۔

شام کے قریب واٹس ایپ کی ٹون بجی۔ اسکرین پر نام آیا: "فائقہ"۔
میسج میں صرف ایک جملہ تھا:
"بھائی، سب ٹھیک ہے نا؟ آپ کے لفظوں میں پہلے جیسی روشنی نہیں رہی۔"

حسن نے آدھے دل سے ایک چھوٹی سی smiley بھیج دی، جیسے کوئی کہہ رہا ہو: "ہاں ہاں، سب ٹھیک ہے"، مگر حقیقت میں کچھ بھی ٹھیک نہ تھا۔

کچھ لمحوں بعد اس کا دوسرا میسج آیا:

"ٹھیک ہے... مت بتائیں۔ لیکن یاد رکھیں، آپ کا راز مجھ تک محفوظ ہے۔"

حسن اسکرین کو دیکھتا رہا۔ یہ ایک مختصر سا جملہ تھا، مگر اس کے پیچھے وہی محبت اور مان چھپا تھا جو برسوں سے دونوں کے بیچ خاموشی میں بھی بولتا رہا ہے۔

حیرت ہوئی کہ میلوں دور رہنے والی یہ لڑکی، جو کبھی کبھی ہی حسن سے روبرو ملتی ہے، حسن کے لفظوں کی روشنی کم ہوتے ہی پہچان لیتی ہے کہ دل پر دھند چھا گئی ہے۔

اس رات حسن نے کوئی جواب نہیں دیا، مگر دل میں ایک عجیب سا اطمینان آ گیا کہ کہیں نہ کہیں کوئی ایسا بھی ہے جو اسکے سکوت کو بھی پڑھ لیتا ہے۔

کبھی کبھی انسان کسی کو پا نہیں سکتا،

مگر اس کی غیر موجودگی میں بھی اُس کا وجود اتنا مکمل ہوتا ہے

کہ ہر سانس، ہر لمحہ،

ہر منظر...

اُسی کی موجودگی کا گمان دیتا ہے۔

حسن نے جویریہ کو بارہا اپنے پاس نہ پا کر بھی

اپنے اندر محسوس کیا۔

کبھی وہ خالی کرسی،

کبھی وہ راہداری جہاں جویریہ کبھی گزری تھی،

کبھی وہ دعا جو بے ساختہ جویریہ کے نام پر ختم ہو جاتی،

کبھی وہ چائے کے کپ جو ہمیشہ دو رکھے جاتے تھے...

کہ شاید تم آ جاؤ۔

جویریہ نہ آئی،

مگر وہ گئی بھی نہیں۔

نہ حسن کے دل سے، نہ دعاؤں سے، نہ خوابوں سے۔

جویریہ وہ خوشبو بن گئی

جو کبھی ہاتھ میں نہیں آتی،

مگر ہر موسم کو مہکا دیتی ہے۔

حسن نے زندگی میں کئی چہروں کو دیکھا،
کئی آوازیں سنیں،
کئی دعائیں مانگیں
مگر ہر مانگ کے آخر میں
ایک بے نام جویریہ رہ گئی۔

عامر اکثر مذاق میں حسن کو کہتا، "یار، یہ خالی کرسی تُجھے دیکھتی ہے یا تُو اسے؟" اور حسن صرف مسکرا دیتا۔
شعیب نے ایک دن چائے لیتے ہوئے کہا: "خوابوں میں رہنے سے حقیقت کی چوٹ کم لگتی ہے؟" جبکہ آریان خاموش رہا، اُس نے کچھ نہیں کہا بس ایک دعا حسن کی طرف بڑھا دی، بے لفظ، بے آواز، جیسے وہ بھی جانتا تھا کہ یہ محبت دل میں سجدے کی طرح بستی ہے۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

ایک دن یونہی بیٹھے بیٹھے حسن نے دل نے پوچھا:
"کیا وہ، یعنی جویریہ... بھی کسی دعا سے مانگی گئی تھی؟"

کیا کبھی کسی نے سجدے میں آنکھیں بند کر کے،

رب سے اس جیسا چہرہ،

اس جیسی حیاء،

اس جیسی خاموشی مانگی تھی؟

کیا کسی نے رب سے کہا تھا:

"ایسی بیٹی، ایسی بہن، ایسی ساتھی،

جو صرف حیاء میں لپٹی ہو،

جو بولے تو لگے ذکر ہو،

اور چپ رہے تو لگے عبادت ہو۔"

اگر ہاں...

تو وہ دعا کسی اور کی تھی

مگر اُس کا اثر حسن کی زندگی میں اترا۔

آریان نے ایک دن کہا، "کبھی کبھی جو مانگا نہ ہو، وہی سب سے بڑی دعا بن کے آتا ہے۔" عامر نے فوراً قہقہہ لگایا: "باس، تُو تو شاعری میں بھی سجدہ کر بیٹھا!" مگر شعیب کی خاموشی سب پر بھاری تھی اُس نے صرف یہ کہا: "جو مانگا نہ ہو، اُسے پانے کی چاہ نہیں... بس دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔"

حسن نے خود سے کہا جویریہ جو میری نہ ہوئی،
لیکن میرے نصیب سے کبھی دور بھی نہ ہوئی
شاید کسی اور کے سجدے کی مقبول صدا تھی،
جو میرے دل کے آنگن میں آکر گونجی۔

اور اگر جویریہ کسی دعا سے نہیں مانگی گئی تھیں...
تو پھر وہ خود ایک دعا تھی
جو مانگے بغیر بھی رب نے دکھادی،
بس چھینی نہیں۔

کیا جویریہ بھی کسی دعا سے مانگی گئی تھی؟
اگر ہاں،
تو شاید اس لیے نہ ملی...
کہ رب دعا دینے سے پہلے سجدہ مکمل کرواتا ہے

اور حسن کا سجدہ...
ابھی جاری ہے۔

بظاہر جویریہ ہمیشہ پر سکون لگتی تھی
صاف سفید نقاب، ٹھہری ہوئی چال،
جھکی نگاہیں، ہلکی آواز،
اور ہر ادا میں وہی وقار
جو اسے عام لڑکیوں سے بالکل الگ بناتا تھا۔

لیکن ایک دن...
حسن نے اُس نقاب کے پیچھے کچھ اور بھی دیکھا۔

جویریہ لائبریری کے ایک گوشے میں بیٹھی تھی۔
اس بار اُس کے ہاتھوں کی جنبش میں کچھ بے ترتیبی تھی،
کتابیں کھلی تھیں مگر نگاہیں کہیں اور تھیں،
اور چہرے کا جھکاؤ ایسا تھا جیسے کوئی بوجھ اٹھائے بیٹھی ہو۔

اس کے نقاب کے کنارے کے نیچے سے

چہرے کا وہ حصہ دکھائی دیا
جہاں صرف تھکن لکھی ہوئی تھی۔
ایسی تھکن جو صرف جسم کی نہیں ہوتی،
بلکہ روح کی ہوتی ہے...
اور جو خاموشی میں چھپتی نہیں،
بلکہ چھلکنے لگتی ہے۔

ایمان اور نور بھی اُس کے ساتھ تھیں،
مگر اُس دن جویریہ کی خاموشی اُن دونوں سے بھی مختلف تھی۔
ایمان بار بار اُسے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی،
اور نور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اُسے سنبھالنے کی کوشش میں تھی۔

میں نے فاصلے پر بیٹھے آریان سے پوچھا:
"کبھی ایسا لگا کہ چپ چہروں پر کہانیاں لکھی ہوتی ہیں؟"
وہ بولا: "ساری سچی کہانیاں چپ ہی ہوتی ہیں۔"
عامر نے بس اتنا کہا: "یاد رکھو، جو چہرے سب سے پر سکون لگتے ہیں، اُن کے اندر سب سے زیادہ طوفان ہوتے ہیں۔"
شعیب نے نگاہیں جھکا کر کہا: "شاید اُسے کسی لفظ کی نہیں، صرف رب کی ضرورت ہے۔"

حسن نے اُس دن محبت سے زیادہ
احترام محسوس کیا۔
کیونکہ جو تھکن چہرے پر ہو
مگر شکایت نہ بنے،
وہ عظمت کی علامت ہوتی ہے۔

وہ نقاب میں آج بھی تھی،
مگر حسن جان چکا تھا
نقاب کے پیچھے بھی ایک کہانی ہے...
ایسی کہانی جس کا ہر صفحہ
سجدے میں بھیگ چکا ہے۔

ایک دن حسن نے فیصلہ کیا کہ اب اپنے دوستوں کو سب کچھ بتا دوں۔ جویریہ کا نام تو وہ پہلے ہی جانتے تھے، لیکن آج حسن نے پہلی بار ان کے سامنے اعتراف کیا:

"جس لڑکی کا میں ذکر کرتا آیا ہوں... مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔"

کچھ لمحے خاموشی چھا گئی، پھر تینوں کے چہرے الگ الگ ردعمل سے روشن ہو گئے۔

عامر نے فوراً قہقہہ لگایا: "او بھائی! ہمیں تو کب سے شک تھا! لیکن تُو تو تھا جیسے کوئی سوفٹ ویئر انسٹال کر کے فریز ہو گیا ہو۔ بس اس بات کا اپڈیٹ نہیں دیا تھا!"

شعیب نے مسکراتے ہوئے چائے کا گھونٹ لیا اور بولا: "مجھے تو تب اندازہ ہو گیا تھا جب تُو ہمیں دیکھتا بھی نہ تھا، اور بس ایک راہداری کی طرف نظر جمائے بیٹھا رہتا تھا۔ بندہ جِسے دیکھے بغیر اتنا بدل جائے، وہ واقعی خاص ہوتی ہے۔"

آریان خاموش رہا، اُس نے میری طرف دیکھا اور دھیمے لہجے میں کہا: "محبت اعتراف سے نہیں چھپتی، تیری خامشی ہی کافی تھی۔ لیکن یہ کہنا اچھا لگا۔ کیونکہ کبھی کبھی لفظ بھی سجدے کا حصہ بن جاتے ہیں۔"

پھر وہ سب یک زبان ہو گئے:
"نام کے آگے کچھ اور بھی بتا! کون ہے؟ کیسی لگتی ہے؟ کون سے سمسٹر میں ہے؟"

حسن مسکرا دیا... اور بس اتنا کہا:

"اس کا نام ہی کافی ہے۔ اور یہ جان لینا کہ وہ بہت حسین ہے... اور اسی کیمپس میں ہے۔"

وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے، اور حسن خاموش بیٹھا رہا۔ حسن کے دل میں جو سکون اترا تھا، وہ لفظوں سے باہر تھا۔

اس دن کے بعد، محبت حسن کے دل کی چھپی ہوئی دعا نہ رہی بلکہ دوستوں کے درمیان کی جانے والی سچّی گواہی بن گئی۔

حسن لان کے کونے میں خاموش بیٹھا تھا۔
سگریٹ جلایا، مگر کش لیتے ہی بجھا دیا۔ دل میں عجیب سا اضطراب تھا۔ وہ بار بار خود سے پوچھ رہا تھا:

"یہ کیسے ہو گیا؟ میں تو محبت کو مذاق سمجھتا تھا... پھر یہ ایک لڑکی مجھے اس حد تک کیوں لے گئی؟ میں تو ایسا بے حس تھا کہ کسی کے آنسو پر پلٹ کر نہیں دیکھتا... پھر جویریہ کی ایک جھلک نے مجھے کیوں بیچین کر دیا؟"

اس کے دوست قریب ہی بیٹھے تھے۔ عامر نے سب سے پہلے خاموشی توڑی:
"یار، یہ وہی حسن ہے نا جو محبت پر ہنستا تھا؟ آج تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی نے اس کی زبان چھین لی ہو۔"

شعیب نے حیرت سے کہا:
"یہ ناممکن ہے۔ حسن کو کوئی بدل دے؟ یہ وہی حسن ہے جو اپنی مرضی کے بغیر کبھی سر نہیں جھکاتا۔"

آریان نے حسن کی طرف دیکھا۔ اس کے لبوں پر ایک نرم مسکراہٹ تھی، جیسے وہ سب جانتا ہو۔

"یہ ممکن ہے... محبت وہ آگ ہے جو پتھر کو بھی پگھلا دیتی ہے۔"

عامر نے قہقہہ لگایا مگر آواز میں ہلکی سی سنجیدگی بھی تھی:

"حسن، تُو تو کہتا تھا تیرے دل پر کسی کا اثر نہیں ہوتا۔ پھر یہ کون ہے جس نے تجھے اتنی بے چینی دے دی؟"

حسن نے نظریں جھکا لیں۔ لب کانپ رہے تھے، آواز بھاری تھی:

"میں خود نہیں جانتا... بس اتنا جانتا ہوں کہ میری دنیا کا سکون اب اس ایک چہرے سے جُڑ گیا ہے۔ اور یہ بات مجھے خود پر یقین نہیں کرنے دے رہی۔"

کمرے میں چند لمحے خاموشی چھا گئی۔

سب دوستوں کو لگا جیسے وہ حسن کو پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ وہ حسن، جو ہمیشہ پتھر دل کہلاتا تھا، آج اپنے ہی دل کی قید میں قیدی بن چکا تھا۔

»»»»»»»»»»»»»»»

جویریہ اور حسن کی ملاقاتیں کبھی طے شدہ نہ تھیں،

نہ وقت طے تھا،

نہ جگہ

بس زندگی کے بیچ میں جیسے رب نے کچھ لمحے مخصوص کر رکھے تھے

جن میں وہ ایک دوسرے سے ٹکرا جایا کرتے تھے...

خاموشی سے، تہذیب سے، اور شاید... تقدیر سے۔

جویریہ اکثر لائبریری کی دائیں قطار میں بیٹھتی تھی،

سفید چادر، جھکی نگاہ، اور کتاب کے صفحوں میں گم۔

حسن بھی کچھ فاصلے پر، ایک ہی جیسے وقت پر، اکثر وہیں آ جایا کرتا۔

کبھی وہی کتاب اٹھا لیتا، کبھی وہی میز تلاش کرتا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ دونوں نے بیک وقت "The Forty Rules of Love" کھولی

نہ نظریں ملی، نہ مسکراہٹ ہوئی، مگر دل میں جیسے کوئی گونج پیدا ہوئی۔

اُس دن حسن نے جب واپس دوستوں کے پاس آ کر بیٹھا تو عامر ہنسا:

"تُو لائبریری پڑھنے جاتا ہے یا کسی کو پڑھنے؟"

شعیب نے کہا: "جو روز وہیں جا بیٹھے جہاں کسی کی موجودگی ہو، وہ پڑھائی نہیں، تلاش ہوتی ہے۔"

آریان نے کچھ نہ کہا، بس سر جھکایا اور کہا: "کبھی کبھی خاموشی بھی نیت کی گواہی دیتی ہے۔"

کامسیٹس کے میچ میں جویریہ اکثر کنارے پر بیٹھتی۔

نہ جوش، نہ شور بس خاموشی سے دیکھا کرتی۔

حسن کھیلتا، مگر حسن کی نظریں کبھی کبھی خود اُس کے کنارے پر چلی جاتیں۔

اُس دن جب حسن نے کیچ لیا، تو لگا جیسے جویریہ نے دُعائیہ انداز میں آنکھیں بند کی ہوں۔

ایمان نے نور سے کہا:

"جویریہ میچز میں کچھ زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے؟"

نور نے کہا: "دل شاید کسی اور کھیل میں اُلجھا ہو... مگر نظر یہاں ٹھہری ہوئی ہے۔"

سی ایس کیفے کا وہ کونا جویریہ کی موجودگی سے جدا محسوس ہوتا۔

حسن اکثر اُس کے بعد وہاں جا کر بیٹھ جاتا۔

ایک دن جب جویریہ حسن کے پاس آ کر بیٹھی، تو بولی:

"یہ جگہ شور میں بھی پر سکون ہے۔"

حسن کچھ نہ کہہ سکا، مگر دل میں سکون اُتر گیا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

بارش ہو رہی تھی،

وہ دونوں لائبریری سے نکلے مختلف سمتوں میں نہیں، ایک ہی سمت میں۔

حسن نے چھتری نکالی، اور چپ چاپ جویریہ کے قریب لے آیا۔

جویریہ نے کچھ نہ کہا، بس چھتری کے سائے میں قدم رکھ دیے۔

وہ لمحہ برسوں پر بھاری ہو گیا۔

بعد میں جب حسن نے دوستوں کو بتایا،

عامر نے کہا: "چھتری تو دے دی، پر دل بھی بھیگ گیا لگتا ہے۔"

شعیب نے آہستہ سے کہا: "جو خاموشی میں شامل ہو جائے، وہ موسم سے نہیں، محبت سے گیلا ہوتا ہے۔"

آریان نے بس ایک بات کہی: "یہ چند لمحے کبھی دعا بن جاتے ہیں، کبھی نصیب۔"

ادھر نور نے جویریہ سے کہا:

"چھتری کے ساتھ کون تھا؟"

جویریہ نے نظر چراتے ہوئے بس اتنا کہا:

"ایک دعا... جو بارش میں بھیگنے نہیں دیتی

یہ وہ ملاقاتیں تھیں جو کبھی مکمل بات نہ بن سکیں، نہ تعلق

لیکن وہ لمحے جنہیں رب نے دو دلوں کے درمیان خاموش دعا بنا کر اتارا۔

جویریہ کے دوستوں نے اسے کبھی لفظوں سے بیان کرتے نہ سنا،

اور حسن کے دوستوں نے کبھی نام سے آگے کچھ نہ پوچھا

شاید اسی لیے یہ محبت...پاکیزگی کی حد تک خاموش رہی

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

بارش کے بعد کی ہوا میں ایک خاص سی خوشبو ہوتی ہے، جیسے پرانے دنوں کی یادیں اُڑ کر واپس آگئی ہوں۔ اسلام آباد ٹرمینل پر اترتے ہی وہ خوشبو محسوس ہوئی۔ حسن بیگ کندھے پر ڈالے ہجوم میں کسی مانوس چہرے کو ڈھونڈ رہا تھا، اور پھر اچانک...فائقہ نظر آئی۔

چھوٹا سا بیگ، دوپٹہ سنبھالتی ہوئی، اور چہرے پر وہی شرارت بھری مسکراہٹ جو برسوں کی دوری کو پل بھر میں ختم کر دیتی ہے۔

دونوں سیدھے ایک چھوٹے سے کیفے میں آبیٹھے۔ کھڑکی کے باہر بارش کی بوندیں شیشے پر سرک رہی تھیں اور اندر قہوے کی خوشبو پھیلی تھی۔ فائقہ نے ہمیشہ کی طرح تیزی سے اپنی یونیورسٹی کے قصے شروع کر دیے، لیکن حسن کا دھیان بار بار کہیں اور بھٹک رہا تھا۔

فائقہ نے فوراً نوٹ کر لیا۔

"بھائی...آپ کی نظریں تو یہاں ہیں ہی نہیں۔ کیا چل رہا ہے دماغ میں؟"

حسن نے مسکرا کر کہا:

"ایک لڑکی ہے... ہماری یونیورسٹی میں۔"

فائقہ کے چہرے پر شرارت اور تجسس ایک ساتھ اُبھر آئے:

"اچھاا... تو یہ بات ہے۔ آگے سناؤ، وہ کیسی ہے؟"

حسن نے چند لمحے سوچا، جیسے لفظ ڈھونڈ رہا ہوں۔

"وہ... پتہ نہیں کیسے بتاؤں، لیکن اسے دیکھ کر لگتا ہے جیسے دن تھم گیا ہو۔ چلتی ہے تو جیسے ہوا بھی آہستہ ہو جائے۔"

فائقہ نے فوراً کہا:

"یہ تو شاعری شروع ہو گئی... شکل کیسی ہے؟"

حسن نے مسکرا کر چائے کا گھونٹ لیا اور آہستہ آہستہ کہا:

"چہرہ جیسے چاندنی رات... اور آنکھیں؟ جیسے رات کی گہرائی میں سمندر چھپا ہو۔ اس کا دوپٹہ ہمیشہ صحیح طرح سے لپٹا ہوتا ہے، جیسے ہر چیز میں ترتیب اور وقار ہو۔ جب بولتی ہے تو لگتا ہے لفظ نہیں، پھول گر رہے ہیں۔"

فائقہ نے قہقہہ لگا کر حسن کو کہا:

"بھائی، آپ تو سچ میں ڈوب چکے ہیں۔"

حسن نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا:

"ہو سکتا ہے... لیکن یہ سب بس دور سے ہے۔ بات تک نہیں ہوئی۔"

فائقہ نے آنکھیں سکیڑ کر حسن کی طرف دیکھا:

"تو پھر آپ نے ابھی تک بات کیوں نہیں کی؟"

"پتہ نہیں... شاید ڈر ہے کہ یہ خاموشی ٹوٹ گئی تو یہ جادو بھی ٹوٹ جائے گا۔"

فائقہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا:

"آپ کا یہ فلسفہ کبھی نہیں بدلے گا۔" پھر ہنستے ہوئے آگے جھکی اور بولی:

"میرا خیال ہے مجھے آپ کی یونیورسٹی آنا پڑے گا، جویریہ سے ملنے۔ دیکھتی ہوں وہ کون ہے جس کے لیے آپ یوں مر رہے ہیں۔"

حسن ہنس پڑا، لیکن دل میں ایک عجیب سا سکون بھی اُتر آیا کہ فائقہ نے نہ صرف حسن راز سنبھال لیا، بلکہ اسے اپنی محبت اور شرارت میں لپیٹ بھی دیا۔

›››››››››››››››››››››››››››››››

جویریہ کو کیلیگرافی کا شوق تھا

وہ جب کیلیگرافی کرتی ہے، تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے لفظوں میں جان ڈال رہی ہو۔ اس کے قلم کی جنبش، کاغذ پر ایسے اتری ہوئی معلوم ہوتی ہے جیسے نرم ہوا میں بادل تیرتے ہوں۔ ہر لکیر میں ایک خاص گہرائی، ہر منحنی میں ایک لطافت اور ہر حرف میں ایک خاص وقار ہوتا ہے۔ وہ جس محبت، جس خلوص سے یہ فن پارے تخلیق کرتی ہے، وہ لفظوں کے بیچ چھپے سکوت کو بھی زندگی بخش دیتی ہے، جیسے ہر حرف میں اس کے دل کی آواز چھپی ہو۔

جویریہ کیلیگرافی کرتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی عارف کا عشق قرطاس پر اتر رہا ہو۔ اس کی انگلیوں سے کاغذ پر بہتے رنگ، جیسے دل کی گہرائیوں میں اترتے ہیں، جیسے ہر حرف کو اس نے دل کی محبت سے پرویا ہو۔ اس کے فن میں ایسی خوبصورتی اور دلیری ہے کہ دیکھنے والا بے اختیار رک جائے، اس میں کھو جائے، اور ایک پل کے لیے دنیا کی ہر چیز بھلا دے۔

حسن نے اپنے دوستوں کو کہا کہ اگر وہ کبھی اپنی اس کیلیگرافی کی بولی لگائے، تو حسن اس کی قیمت میں اپنی سانسیں لگا دے۔ حسن کے لیے جویریہ کے فن کی قدر کا کوئی مادی پیمانہ نہیں ہو سکتا؛ اس کے ہر حرف، ہر نقطے میں اس کی روح کا عکس ہے، جو انمول ہے۔ یہ وہ نایاب خزانہ ہے جسے وہ اپنی زندگی کے ہر لمحے کے بدلے میں پا لینے کی خواہش رکھتا ہے۔

جب جویریہ اپنے فن پارے کو مکمل کرتی ہے، تو وہ محض ایک تحریر نہیں رہتا؛ وہ ایک خواب، ایک احساس، ایک خاموش گفتگو بن جاتا ہے۔ اس کی انگلیوں سے چھوتے ہوئے حرف، جیسے اس کے جذبات کے امین ہوں، اور میں اس کا ہر فن پارہ اپنی سانسوں سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔ اس کے لکھے لفظ حسن کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں، اور حسن سوچتا ہے کہ کاش یہ حسین لمحے ہمیشہ کے لیے ٹھہر جائیں، کہ حسن ہمیشہ اس کے تخلیق کردہ حسن میں بسا رہے۔

کہتے ہیں بعض لوگ جو لکھتے ہیں،

وہ صرف الفاظ نہیں بناتے

وہ دلوں پر نقش چھوڑ جاتے ہیں۔

اور جویریہ کی کیلیگرافی...

کسی سادہ آرٹ کا نام نہیں تھی،

بلکہ وہ ایک خاموش عبادت تھی

جسے اُس کے ہاتھوں نے کاغذ پر اتارا۔

حسن نے پہلی بار جویریہ کی کیلیگرافی کو

یونیورسٹی کی ایک نمائش میں دیکھا تھا۔

ایک سفید فریم،

جس پر کالے روشن الفاظ یوں چمک رہے تھے

جیسے سیاہی میں نور شامل ہو۔

"اللہ کافی ہے... وہی بہترین کارساز ہے"
یہ الفاظ فقط لکھے نہیں گئے تھے
یہ محسوس کیے گئے تھے۔

حسن دیر تک اُس فریم کے سامنے کھڑا رہا۔
لوگ گزر رہے تھے، تعریف کر رہے تھے،
مگر حسن اُس سطر کو دیکھ کر
ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے
اسے لکھنے والے نے رب سے بات کی ہو...
اور رب نے خود اُسے جواب دیا ہو۔

جویریہ کی تحریر میں کشش نہیں،
تسکین تھی
ایسی تسکین جو دل کے شور کو خاموش کر دے۔

وہ کیلیگرافی صرف فن نہیں تھی،
بلکہ ایک سجدہ تھی

جو قلم کے ذریعے ادا کیا گیا تھا۔

جب جویریہ کی انگلیاں کسی حرف پر جھکتی تھیں،

تو محسوس ہوتا تھا

جیسے وہ خود بھی جھک رہی ہو

رب کے سامنے۔

اور حسن...

وہ تب جان گیا

کہ اُس کی محبت صرف چہرے، لباس یا چپ میں نہیں،

بلکہ اُس کے حرفوں،

اُس کی سیاہی،

اور اُس کی ہر لکیر میں چھپی ہوئی ہے۔

ایسی محبت...

جو اللہ سے جڑی ہو،

وہ انسان سے ہو کر بھی

ہمیشہ پاک رہتی ہے۔

جویریہ کی کیلیگرافی میں بھی

اللہ کی محبت تھی...

اور شاید وہ خود بھی

اللہ کی ایک لکھی ہوئی آیت تھی

خاموش، روشن، اور مکمل۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

اک دفعہ جویریہ دنیا کے جھمیلوں سے اکتائے کیمپس کی پگڈنڈیوں پہ ٹہل رہے تھی کہ اچانک بارش شروع ہو گئی

بارش کی بوندیں کیفے کی کھڑکیوں سے لپٹ رہی تھیں،

ہوا میں نمی تھی اور دل میں ایک ایسا سکوت

جسے صرف دو خاموش لوگ محسوس کر سکتے تھے۔

وہ حسن کے بالکل قریب قطار میں کھڑی تھی۔

حسن نے تھوڑا سا جھک کر، ہلکی آواز میں جویریہ سے پوچھا:

"آپ کو کون سی کتابیں پسند ہیں؟"

اس نے پلکیں جھکائیں،

اور بہت آہستہ لہجے میں کہا:

"خدااور محبت۔"

ایسا ناول جس کے ہر صفحے پر آنکھیں بھیگتی ہیں

اور روح کو کچھ نہ کچھ سکھا جاتا ہے۔"

وہ لمحہ جیسے تھم گیا۔

فضا میں کچھ خاص ہونے لگا تھا،

اور جویریہ کی آواز، جیسے قرآن کے ترجمے کی کوئی تفسیر ہو۔

"میں نے 'مُصف' پڑھا ہے۔

اس نے مجھے رب کے قریب کر دیا۔

اسی سے حجاب کا شوق پیدا ہوا۔

پھر 'جنت کے پتے' نے

مجھے قرآن کا ترجمہ پڑھنے پر مجبور کر دیا۔

حسن کو لگا کہ اصل سکون وہی ہے

جہاں رب کی بات خود پڑھی جائے۔"

حسن خاموشی سے سن رہا تھا۔

جویریہ نے کہا۔۔۔

"میری سب سے پسندیدہ کتاب 'The Forty Rules of Love' ہے۔

مولانا رومی اور شمس تبریزی...

ان کی محبت، ان کا روحانی ربط،

ان چالیس اصولوں کے ذریعے جو دل کو چھو جائیں

بس وہی میرے لیے اصل فہم ہے محبت کی۔"

اس کی باتیں کتابوں سے زیادہ دعاؤں جیسی لگ رہی تھیں۔

نہ خطبہ، نہ فخر

بس سادگی اور سچائی۔

پھر اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ حسن کو کہا:

"اجازت دیجیے... کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔"

اور حسن وہیں کھڑا رہا،
اس لمحے کو سینے میں قید کرتے ہوئے،
جیسے کسی نے دل کی الماری میں
خاموشی سے ایک آیت رکھ دی ہو۔

››››››››››››››››››››››››››››››››

رات کافی دیر ہو چکی تھی۔ سب سونے لگے تھے، مگر حسن کے دل میں ایک بے چینی سی تھی۔ وہی بے نام خیال، وہی خاموشی جو ہر بار جویریہ کے ارد گرد لپٹی ہوئی محسوس ہوتی۔

حسن نے فون اٹھایا، اور بسمہ کو کال کی وہ نہ صرف بہن بلکہ ایک رازدار، جس کے ساتھ حسن ہر بات بانٹ لیتا تھا۔

کال اٹھاتے ہی اُس نے پوچھا:
"سب خیر تو ہے؟ آج دل کی حالت کچھ زیادہ ہی بوجھل لگ رہی ہے۔"

حسن کچھ لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ سے کہا:
"بسمہ... مجھے نہیں لگتا کہ جویریہ کے دل میں وہی ہے جو میرے دل میں ہے۔ یا شاید... اُس کے دل میں کچھ اور ہے۔ یا پھر... وہ کسی پر اعتبار کر کے تھک چکی ہے۔"

بسمہ خاموش ہو گئی۔ پھر اُس کی سانس کی آواز آئی:

"بعض لڑکیاں اندر سے بہت ٹوٹ چکی ہوتی ہیں، اور باہر سے بالکل مکمل لگتی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ محبت کے نام سے ڈرتی ہو۔"

حسن نے سر دیوار سے ٹکا دیا۔ "ہاں... وہ ڈرتی ہے شاید۔ یا... میں ہی خاموشی سے اسے چاہ کر خود کو اذیت دے رہا ہوں۔"

بسمہ کی آواز میں نرمی تھی، لیکن ایک مضبوطی بھی:

"بھائی... ایک بات کہوں؟"

"ہاں؟"

"آپ محبت کا اظہار کر کے دیکھیں۔ کب تک خود کو اس تکلیف میں رکھیں گے؟ کبھی کبھی خاموشی عزت تو دیتی ہے، مگر منزل نہیں دیتی۔ ہو سکتا ہے وہ بھی صرف اِک یقین چاہتی ہو... کہ کوئی ہے جو سچ میں صرف اُس کا ہے۔"

حسن خاموش ہو گیا۔ بسمہ کی بات دل میں اُتر گئی۔ حسن نے سوچا... شاید وقت آ گیا ہے کہ دعا کو لفظ بنایا جائے، اور جذبے کو سجدے سے اٹھا کر نگاہ میں لایا جائے۔

پھر حسن نے بسمہ کی بات مان کر

جویریہ کو سب بتانے کا فیصلہ کیا

یہ وہ بات تھی جو حسن برسوں سے دل میں لیے پھرتا رہا،

خاموشی سے، احتیاط سے،

بغیر کسی توقع، بغیر کسی دعوے کے۔

حسن نے نہ کبھی اس سے وعدہ مانگا،

نہ ساتھ کا مطالبہ کیا،

بس چاہا کہ ایک دن جویریہ کو بتادے

کہ وہ دل میں کب سے، کیسے، اور کیوں موجود ہے۔

››››››››››››››››››››››››››››››

جویریہ لائبریری کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی،

ہاتھ میں کوئی اسلامی تاریخ کی کتاب،

آنکھوں میں وہی سکون جو تسبیح کے دانوں جیسا ہوتا ہے۔

حسن اس کے قریب بیٹھا
کچھ فاصلے پر،
اتنے ہی جتنا پردہ رکھتا ہے،
اور محبت برداشت کرتی ہے۔

چند لمحوں بعد
خاموشی کی دیوار میں ایک در وا ہوا
حسن کے لفظوں کا،
حسن کے دل کا۔

حسن نے کہا:

"ایک بات کہنی ہے... جو برسوں سے دل میں ہے۔"

جویریہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا،
لیکن خاموش رہی۔

"حسن کہا میں نے آپ کو کبھی چھیڑا نہیں،

نہ بے ادبی کی،

نہ بے فکری سے دیکھا،

بس ہمیشہ آپ کی چپ،

آپ کی حیا،

آپ کی رب سے جڑی ہوئی خاموشی سے محبت کی ہے۔"

حسن نے ایک ایک لفظ تول کر کہا،

نرمی سے، جھکے دل کے ساتھ۔

"آپ کے لیے دل میں جو ہے،

وہ پاک ہے۔

ایسا نہیں کہ کسی ساتھ کی خواہش ہو...

بس یہ کہ اگر دعا میں کبھی نام لینے کا وقت آیا،

تو وہ صرف آپ کا ہو۔"

جویریہ خاموش رہی۔

نہ چہرے پر حیرت،

نہ کوئی رد عمل،

بس ایک بہت گہرا سکوت

جیسے وہ سب کچھ سن چکی ہو،

اور پھر بھی کچھ نہ کہنا ہو۔

کچھ لمحے گزرے،

اور جویریہ نے نظریں جھکا کر بس اتنا کہا:

"میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں۔"

اس ایک جملے میں

نہ ہاں تھی، نہ ناں...

بس اتنی سی اجازت

کہ حسن اپنی خاموش محبت کے ساتھ جی سکے

بغیر کسی گلہ کیے،

بغیر کسی جواب کے انتظار میں الجھے۔

جویریہ اٹھی، کتاب سنبھالی،

اور نرمی سے چل دی۔

اور حسن...

وہیں بیٹھا رہ گیا،

ایک دل کے ہلکے بوجھ،

اور آنکھوں کے سکون کے ساتھ

کہ اس نے کہہ دیا،

اور وہ سن گئی۔

بات مکمل نہیں ہوئی تھی،

مگر جویریہ کے سن لینے سے

محبت مکمل ہو گئی تھی۔

حسن نے کئی دن سوچا، کئی دعائیں کیں، کئی بار دل کو سمجھایا،

مگر آخر وہ لمحہ آ ہی گیا... جب حسن نے خود سے، اپنی خاموشی سے بغاوت کی۔

دونوں لائبریری کے سامنے والے راہداری میں آمنے سامنے آ گئے تھے۔ جویریہ ہمیشہ کی طرح نقاب میں، اپنے اندر سمٹی ہوئی، اور حسن... اپنی بے قراری سمیت اُس کے سامنے کھڑا۔

حسن کے دل میں بہت کچھ تھا، مگر زبان سے بس اتنا نکلا:

"میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں...
آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتیں؟"

جویریہ نے چند لمحے حسن کو دیکھا۔ آنکھوں میں نہ حیرانی تھی، نہ سختی
بس ایک ایسی سنجیدگی جو وقت سے بڑی لگتی تھی۔

پھر اُس نے دھیرے سے کہا:

"میں آپ کے لیے فتنہ نہیں بننا چاہتی۔"

یہ جملہ سادہ نہیں تھا۔
اس میں کچھ ایسا تھا جو روح کو ہلا دے۔

حسن کچھ لمحے ساکت رہا۔
یہ وہ جواب نہیں تھا جس کی اسے اُمید تھی
لیکن یہ وہ جواب تھا جس نے اسے اسکی اوقات بتا دی۔

حسن نے پوچھا، "فتنہ؟"

جویریہ نے نظریں جھکا کر، نرمی سے کہا:

"ایک نامحرم عورت مرد کے لیے فتنہ ہوتی ہے۔
میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ کی آنکھ، دل یا نیت آزمایا جائے۔
محبت اگر مجھے رب سے دور لے جائے، تو وہ محبت نہیں، دھوکہ ہے۔"

حسن کچھ نہ کہہ سکا۔
حسن کا دل شور مچا رہا تھا،
مگر زبان جیسے سجدے میں گر گئی ہو۔

وہ چل دی...
اور حسن اپنی جگہ جم گیا
نہ چل سکا، نہ پلٹ سکا۔

اس دن کے بعد وہ حسن کی زندگی سے نہیں نکلی،

مگر اسکی دعا میں شامل ہو گئی۔

شاید یہ وہ لمحہ تھا

جب حسن نے پہلی بار جانا کہ

سچی محبت وہی ہے

جو رب سے جوڑ دے،

نہ کہ اُس کی رضا کے سامنے دیوار بنے۔

بعض جملے پھولوں جیسے ہوتے ہیں نرم، خوشبودار، مگر نازک۔

اور بعض جملے، ایسے ہوتے ہیں جیسے کسی پھول کو مرنے سے پہلے کی گئی آخری دعا۔

وہ دن شاید عام سا تھا، مگر حسن دل میں کچھ خاص ہونے کی امید لے کر آیا تھا۔

حسن نے اس سے دوبارہ بات کی، شاید دل نے دوبارہ امید باندھی تھی۔

حسن نے کہا،

"میں یہ سوال دوبارہ کرتا ہوں کہ مجھ میں کوئی کمی ہے اتنا آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتیں؟

اگر کچھ غلط ہے، تو بس بتا دیں...

میں آپ سے صرف سچ سننا چاہتا ہوں، خاموشی نہیں۔"

جویریہ رکی، حسن کی طرف دیکھا،اور بہت نرمی، بہت سادگی سے وہ کہہ گئی...
ایسا جملہ، جس نے حسن کے اندر کی ساری خواہشوں کو خاموش کر دیا:

"میں آپ کے دل میں وہ پودے نہیں لگانا چاہتی
جنہیں میں بعد میں پانی نہ دے سکوں۔"

حسن ساکت ہو گیا۔
یہ جملہ کوئی انکار نہ تھا یہ ذمہ داری تھی،
یہ سچائی تھی،
یہ احساس تھا...
کہ وہ صرف خود سے نہیں،
حسن کے دل سے بھی وفا کر رہی تھی۔

پھر جویریہ نے کچھ لمحے بعد مزید کہا:

"اگر آپ کے دل میں محبت کے پھول کھل گئے،
تو میں اُن کو وہ پانی نہیں دے سکوں گی جو وہ مانگیں گے۔

میری زندگی میں وہ گنجائش نہیں کہ میں
کسی کی امید بن کر، پھر اُسے بے یقینی دے سکوں۔"

اس کے الفاظ حسن کے دل پر نہیں،
حسن کے نفس پر لکھے گئے تھے۔

حسن سمجھ گیا...
کہ وہ کوئی جھوٹی مسکراہٹ، کوئی وقتی ہمدردی نہیں دینا چاہتی تھی۔
وہ حسن کو اُن خوابوں سے بچا رہی تھی
جنہیں وہ کبھی پورا نہ کر سکتی۔

اور یہی سب سے بڑی محبت تھی
کہ اُس نے حسن کے دل میں
خواہش سے پہلے حقیقت رکھ دی۔

محبت صرف لینا نہیں ہوتی...
کبھی کبھار،
محبت یہ بھی ہوتی ہے

کہ تم کسی کے دل میں

وہ پودے نہ لگاؤ

جن کے مرنے کا دکھ تمہارے ہاتھ سے نہ سنبھالا جائے۔

کچھ محبتیں صرف خاک میں ملتی نہیں...بلکہ خاک میں اُگتی ہی نہیں۔ وہ زمین ہی بانجھ ہوتی ہے، یا شاید بیج کبھی ڈالا ہی نہیں جاتا۔ حسن کا دل اُس دن اسی طرح خالی محسوس ہوا، جیسے کسی نے دروازہ کھولنے کی بجائے، دیوار ہی بنادی ہو۔

حسن نے سوچا شاید جویریہ کی نرمی، اس کی چپ، اس کی گفتگو سے بچنے کی کوشش سب کچھ صرف پردے کی تہذیب ہے۔ مگر اس بار حسن یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا اُس خاموشی کے پیچھے کہیں کوئی نرم گوشہ بھی ہے یا نہیں۔

حسن نے بڑی ہمت سے کہا:

"کبھی آپ نے محسوس کیا؟

کہ شاید میں کچھ چاہتا ہوں؟

کبھی دل میں کوئی جھونکا آیا ہو میرے نام کا؟"

جویریہ خاموش رہی، بالکل ویسے جیسے کسی پہاڑ کی چپ، جو صدیوں سے صرف سن رہا ہو۔

کچھ لمحے بعد اُس نے نظر اٹھائی، اور وہی جملہ ادا کیا جس نے حسن کے دل میں موجود ہر امید کے بیج کو جڑوں سمیت ہلا دیا:

"نہ آپ کے دل میں کوئی پودا میں نے لگایا،
نہ اپنے دل میں کسی بیج کی جگہ چھوڑی۔"

یہ جملہ انکار نہیں تھا، بلکہ ایک اعلان تھا
کہ کہیں بھی وہ جذبہ پیدا نہیں ہوا
جس کی حسن بارشیں مانگ رہا تھا۔

حسن نے سوچا،
محبت شاید دل میں ہوتی ہے،
مگر کچھ دل خود پر پابندیاں لگا لیتے ہیں...
شاید رب کے حکم سے،
شاید اپنے زخموں کے خوف سے،
یا شاید اس لیے کہ ان کے دل کبھی کھل ہی نہیں سکے۔

حسن یہ سوچ کر چپ ہو گیا

کہ جس زمین میں بیج ہی نہ ڈالا جائے،
وہاں بارشوں کی دعا بھی بیکار ہے۔

اور اس لمحے حسن کو یہ سمجھ آیا
کہ محبت کا دکھ صرف جدائی نہیں،
بلکہ وہ خلا ہوتا ہے
جہاں تم نے کسی کے لیے جگہ رکھی،
مگر وہ آیا ہی نہیں۔

وہ پودے جو لگے ہی نہیں...
وہ کبھی نہیں مرے،
مگر ان کی کمی ساری زندگی رہ گئ
اس نے حسن کی خاموش چاہت کو کبھی زبان نہیں دی،
اور جب حسن نے ایک بار پھر اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہا،
تو اُس نے کچھ ایسا کہا...
جس نے حسن کی محبت کو ایک نئے دروازے کی طرف موڑ دیا۔

اُس دن حسن نے اُس سے کہا کہ

میری یہ چاہت، یہ احساس، یہ دل کی لگن سب سچ ہے۔
لیکن اُس کے جواب نے حسن کو خود اسی کے سچ سے شرمندہ کر دیا۔

جویریہ نے کہا:

"آپ کو شاید پتہ نہ ہو، مگر میرے اور آپ کے تصورات بہت مختلف ہیں۔
آپ کے لیے عشق، محبت جیسے الفاظ کسی انسان کے لیے استعمال کرنا آسان ہے...
یا شاید آپ کو اچھا لگتا ہے۔
لیکن میرے لیے یہ الفاظ صرف اور صرف اللہ کے لیے ہیں۔"

حسن ایک لمحے کے لیے گم ساد ہو گیا۔
یہ محض انکار نہیں تھا یہ ایک نظریہ تھا،
ایک روحانی اعلان۔

اس نے مزید کہا:

"میں کسی انسان کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں کرتی۔
میرے لیے محبت پر صرف اللہ کا حق ہے۔

ہم جب بھی کسی انسان یا کسی چیز کو دل سے چاہنے لگتے ہیں

تو اللہ ہمیں وہاں سے توڑ دیتا ہے

کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اُس کا بندہ صرف اُسی کا ہو۔"

حسن سن رہا تھا،

اور اس کے دل میں جیسے کوئی انقلاب برپا ہو رہا تھا۔

جویریہ نے مزید کہا

"انسانوں سے ہمیں محبت نہیں ہوتی...

ہم ہمدردی کر سکتے ہیں، عزت دے سکتے ہیں،

لیکن جسے ہم 'محبت' کہتے ہیں

وہ صرف اور صرف اللہ کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔"

یہ جملے جویریہ کی دینداری کا اظہار نہ تھے

بلکہ اس بات کا اعلان تھے

کہ وہ خود کو صرف رب کے لیے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔

اور اگر کسی نے اُسے چاہا،

تو وہ اُسے اللہ کی طرف موڑنے کا ذریعہ بنے،

نہ کہ راستے کی رکاوٹ۔

حسن نے اُسی لمحے اپنے اندر ایک دیوار بنتی دیکھی
لیکن وہ دیوار اسے قید کرنے نہیں،
بلکہ رب تک پہنچانے کے لیے کھڑی کی گئی تھی۔

شاید یہ عشق...
اگر انسان سے ہو کر اللہ تک جائے،
تو ہی عشق کہلانے کے قابل ہے۔
اور اگر انسان پر ہی ختم ہو جائے،
تو شاید وہ صرف ایک دھوکہ ہے

یونیورسٹی کی وہ شام بھی عام سی تھی،
مگر حسن کے اندر جیسے کچھ تھم گیا تھا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

حسن سیڑھیوں کے آخری زینے پر بیٹھا تھا،

نہ کسی کا انتظار...

بس دل کا وزن اتنا ہو گیا تھا کہ

کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا۔

عامر اس کے پاس آیا، اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"حسن تُو کب سے یہاں بیٹھا ہے؟"

حسن نے کہا:

"جب سے جویریہ گزری ہے... اور شاید جب تک یاد آئے، یہیں بیٹھا رہوں گا۔"

آریان قریب آیا، آنکھوں میں حیرت تھی:

"یار، تُو روز اسی وقت اسی جگہ آتا ہے...

آخر اُس میں ایسا کیا ہے؟"

حسن ہنسا، اور دھیرے سے بولا:

"اگر وہ صرف 'ایسا کیا ہے' ہوتی...

تو شاید میں سنبھل بھی جاتا۔

لیکن وہ 'کچھ نہیں' ہو کر بھی سب کچھ ہے۔"

شعیب زمین پر بیٹھ گیا، سر جھٹک کر بولا:

"تُو پاگل ہو گیا ہے یار۔

ایسی محبتیں اب ناولوں میں اچھی لگتی ہیں۔"

حسن نے سر جھکا کر کہا:

"تو پھر یہ محبت میری نہیں... شاید کوئی ناول ہی ہے

اور میں اُس کا ادھورا کردار ہوں۔"

سب خاموش ہو گئے۔

شعیب نے ایک سگریٹ جلائی، آریان نے اُسے کھینچ کر پھینک دیا:

"پاگل ہو گیا ہے؟ اِس کی محبت تمہیں جلائے، تم خود کیوں جل رہے ہو؟"

حسن ہنسا، اور صرف اتنا کہا:

"جو دل میں جل رہا ہے،

وہ سگریٹ کیا بجھائے گی؟"

شعیب کچھ لمحے دیکھتا رہا، پھر ہنسا:

"تُو واقعی پاگل ہو گیا ہے۔"

حسن نے چپ چاپ آسمان کی طرف دیکھا

اور خود سے کہا:

"ہاں...

اگر محبت میں رب تک نہ پہنچا،

تو پاگل ہی کہلاؤں گا۔

رات کے کوئی آٹھ بج رہے تھے۔ یونیورسٹی کیفے کے باہر چاروں دوست بیٹھے تھے۔ عامر ایک نئی لڑکی کے بارے میں کہانی سنا رہا تھا، آریان اپنا تازہ شعر دہرا رہا تھا، اور شعیب حسبِ معمول کسی کو دیکھ کر مذاق اڑا رہا تھا۔

حسن خاموش بیٹھا تھا۔ دل میں کچھ طوفان تھا، مگر چہرہ ویسا ہی خاموش... جیسا برسوں سے تھا۔

ویٹر آیا تو حسن نے کہا: ''تین چائے، دو اسٹنگ لے آنا۔''

عامر فوراً چونکا: ''دو اسٹنگ؟ تُو اکیلا دو پیے گا؟''

حسن نے مسکراتے ہوئے کہا: ''ایک اپنے لیے...اور ایک جویریہ کے لیے، جو کبھی آتی نہیں... لیکن ہر وقت موجود بھی رہتی ہے۔''

آریان نے آہستہ سے کہا: ''اگر اسے اسٹنگ پسند نہ ہوئی تو؟''

حسن نے ہلکے سے ہنستے ہوئے کہا: ''کیا پتا، میری محبت میں اسٹنگ پینے لگے۔''

شعیب نے سر جھٹکا، قہقہہ مارا: ''جس نے تجھے قبول نہ کیا...وہ تیری اسٹنگ کیوں قبول کرے گی؟''

چائے اور اسٹنگ آ گئی۔ حسن نے ایک اسٹنگ اپنے سامنے رکھی، دوسری اُس خالی کرسی کے سامنے، جس پر وہ کبھی نہیں بیٹھی۔

عامر، آریان اور حیدر سب خاموش ہو گئے۔ وہ لمحہ ہنسی اور مذاق سے آگے نکل چکا تھا۔

حسن نے دھیرے سے کہا: ''کبھی کبھی انسان کو یقین ہوتا ہے... کہ جو نہیں آیا، وہ بھی سب کچھ دیکھ رہا ہے۔''

وہ بوتل وہیں رہی۔ وہ کرسی بھی خالی رہی۔

مگر حسن کے دل نے اُس دن اُس خالی اسٹنگ کو اُتنی ہی اہمیت دی، جتنی کبھی کسی محبت نامے کو دی جاتی ہے۔

کیونکہ بعض لوگ صرف آنے کے لیے نہیں ہوتے... وہ بس خالی جگہوں کو مکمل کر دیتے ہیں بغیر آئے، بغیر بولے، صرف دل میں زندہ رہ کر۔

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

کبھی کبھی انسان اتنا کچھ کہنا چاہتا ہے
کہ قلم خود بخود لکھنے لگتا ہے،
مگر پھر اُسے احساس ہوتا ہے
کہ جن کے لیے لکھا جا رہا ہے،
وہ پڑھنے کے لیے نہیں،
بس دل میں بسنے کے لیے ہوتے ہیں۔

حسن نے جویریہ کے لیے ایک خط لکھا تھا۔
نہ محبت کا اقرار،
نہ جذبات کا شور،
بس ایک خاموشی تھی

جسے الفاظ کی صورت دے دی گئی تھی۔

حسن نے شروع میں اُس کا نام نہیں لکھا
کیونکہ اسے لگا
کہ وہ نام تو ویسے ہی ہر صفحے پر بکھرا ہوا ہے،
خواہ وہ لکھا گیا ہو یا نہیں۔

خط میں حسن نے لکھا تھا
کہ اسے جویریہ کی چپ پسند ہے،
وہ چپ جو بولتی نہیں،
لیکن سننے والے کو خاموش کر دیتی ہے۔

حسن نے لکھا تھا
کہ میں جانتا ہوں
آپ میری نہیں ہو،
شاید کبھی نہ ہو سکو،
مگر تم میری دعاؤں میں ہو...

اور دعا میں جو آجائے،

وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حسن نے اُسے وہ سب کچھ بتایا

جو حسن نے کبھی جویریہ سے کہہ نہ سکا

کہ کیسے اُس کا آنا دن کو روشن کرتا تھا،

اور جانا شام کو خاموش۔

حسن نے لکھا کہ

"میں تمہیں حاصل کرنا نہیں چاہتا،

میں صرف تمہیں پانے کی خواہش میں

خود کو رب کے قریب دیکھنے لگا ہوں۔

یہی تمہاری سب سے بڑی عطا ہے۔"

حسن نے خط بند کیا،

لفافے میں رکھا،

پھر اُسے اپنی کتاب کے اندر رکھ دیا...

وہاں جہاں میں حسن اُس کی کیلیگرافی دیکھتا تھا۔

حسن نے وہ خط کبھی اُسے دیا نہیں۔

کبھی خوف ہوا... کہ وہ لینے سے انکار نہ کر دے۔

کبھی جویریہ کے ساتھ ایمان اور نور ہوتیں،

تو خود کو روک لیتا۔

اور جب وہ اکیلی ہوتی، تو حسن کے ساتھ عامر، شعیب یا آریان ہوتے

کبھی ماحول نے اجازت نہیں دی، کبھی دل نے ہمت نہیں کی۔

عامر ایک دن بولا: "یار، خط لکھنا آسان ہوتا ہے... دینا مشکل۔"

شعیب نے کہا: "محبت کی سب سے بڑی آزمائش یہی ہوتی ہے کہ دل رکھنا ہو، یا دل دینا۔"

آریان نے خاموشی سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا:

"بعض خط سجدے کی صورت ہوتے ہیں... جو ہاتھ میں نہیں دیے جاتے، بس دعا میں رکھ دیے جاتے ہیں۔"

وہ خط آج بھی حسن کے پاس ہے...

وہی الفاظ، وہی جذبات،

مگر اب وہ دعا بن چکا ہے

جو کسی انسان کے ہاتھوں تک نہیں پہنچی،

مگر سجدے کی زمین نے سن لی ہے۔

»»»»»»»»»»»»»»»

ڈیپارٹمنٹ کے لان میں دوپہر کی دھوپ نرم ہو چکی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا درختوں کے پتوں سے کھیل رہی تھی۔ دوستوں کا ہجوم ایک گول دائرے میں بیٹھا تھا۔ بحث چھڑی ہوئی تھی، وہی پرانی مگر ہر سال دہرانے والی صدر کون بنے گا؟

آریان اپنی مخصوص جذباتی آواز میں بولا،

"یار، میرا تو خیال ہے فہد کو صدر بننا چاہیے، بندہ سمارٹ ہے، بات کرنے کا انداز بھی ہے۔"

عامر نے فوراً ردعمل دیا،

"نہیں بھائی! حذیفہ میں لیڈرشپ کوالٹیز زیادہ ہیں، وہ سب کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔"

شعیب نے بات کاٹتے ہوئے کہا،

"نہ فہد، نہ حذیفہ! مجھے خود ہونا چاہیے۔"

پھر اچانک سب کی نظریں ایک ہی طرف مڑ گئیں۔

"سردار!" وہ سب بیک آواز بولے، "تو بتا صدر کون ہونا چاہیے؟"

حسن مسکرایا، جیسے پہلے سے جانتا ہوں کہ یہ سوال اس سے ہی کیا جائے گا۔ حسن نے ذرا سا جھک کر، سنجیدہ انداز میں کہا،
"اگر میری مرضی پوچھی جائے تو... جویریہ!"

اتنا کہنا تھا کہ قہقہوں کا طوفان اُمڈ پڑا۔
شعیب ہنستے ہوئے بولا،
"او مجنوں! ہم صدر ڈھونڈ رہے ہیں، تیری دلہن نہیں!"

آریان نے آنکھ دبا کر کہا،
"باقی سب چھوڑو، سردار صدر ہو یا نہ ہو، یہ دل جیتنے کا فن اسے خوب آتا ہے!"

عامر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا،
"جو ووٹ اسے دیں گے وہ صرف صدر نہیں، عاشقوں کے قائد بھی بن جائیں گے۔"

وہ لمحہ ایک ہنسی بھرا، بے فکری سے لبریز باب تھا دوستی کی کتاب کا، جہاں بحث بھی محبت سے ہوتی تھی اور مذاق میں بھی قربت چھپی ہوتی تھی۔

وہ شام عام تھی...
مگر حسن دل کی حالت بالکل غیر معمولی۔

سب دوست لان کے کنارے بیٹھے تھے

عامر ایک چٹپٹی سی ویڈیو دکھا رہا تھا،

شعیب کسی فائنل ایئر کی لڑکی کا مذاق اُڑا رہا تھا،

اور آریان ہمیشہ کی طرح چپ، بس خاموش نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

حسن نے ایک لمحے کے لیے سب باتوں سے ہٹ کر سامنے دیکھنے لگا

جویریہ آہستہ قدموں سے آ رہی تھی،

اپنی چادر میں لپٹی، نظریں جھکی ہوئیں،

ہوا اس کے ارد گرد کسی اور ہی آہنگ میں چل رہی تھی۔

حسن کچھ دیر اسے دیکھتا رہا،

پھر بے اختیار اپنے دوستوں سے کہا:

"یار... جویریہ اتنی پیاری ہے نا...

اگر تتلیوں میں شعور ہوتا،

تو ایک تتلی جا کر باقی سب سے کہتی:

'چلو، میرے ساتھ آؤ...

میں نے کائنات کا سب سے خوبصورت پھول ڈھونڈ لیا ہے۔'''

عامر قہقہہ لگا کر بولا:

''ابے تُو محبت میں شاعری کرنے لگا ہے؟ تتلیاں؟ پھول؟''

شعیب نے کان کھجا کر کہا:

''یار یہ علی اب پورا دیوانہ ہو چکا ہے...

یہ اگلے ہفتے تتلیوں سے مشورہ لیتے ہوئے ملے گا!''

آریان نے مسکرا کر کہا:

''تم سب مذاق بنا لو...

لیکن اگر کسی نے پھول کی اصل پہچان کی ہے،

تو وہ تتلی ہی ہے۔''

حسن نے سر جھکا کر بس اتنا کہا:

''اگر میں تتلی ہوتا...

تو ہر دن صرف اُس کی سمت اُڑتا،

اور باقی پھولوں سے کہتا

تم سب خوبصورت ہو،

مگر وہ جس کے گرد خاموشی خوشبو بن جائے...

وہ پھول صرف ایک بار کِھلتا ہے

اور میں نے اُسے دیکھ لیا ہے۔"

وہ لمحہ گزر گیا...

جویریہ دور جا چکی تھی،

مگر حسن کے الفاظ دوستوں کے دل میں کہیں رُک گئے تھے۔

عامر چپ تھا،

شعیب پہلی بار کچھ نہ بولا،

اور آریان شاید دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا:

"اے رب... جو پھول حسن نے دیکھا ہے،

اُسے کبھی مرجھانے نہ دینا۔"

حسن نے سب سے کہا اگر مجھے کیمپس کے پھولوں پہ اختیار ہوتا، تو میں ان کو اس کی محبت کی یادگار بنا دیتا۔ یہ پھول، جو ہر موسم میں اپنی حسین رنگت اور خوشبو سے دلوں کو بہار عطا کرتے ہیں، میں چاہتا کہ وہ جویریہ کے بالوں کی نرمی کے ساتھ رقص کریں، جیسے ہر پھول اسکی خوبصورتی کو اپنی جان سے عزیز رکھتا۔

جب میں اسکے بالوں میں پھول سجاتا، تو ایسا محسوس ہوتا جیسے قدرت نے اپنی سب سے خوبصورت تخلیق کو سرسبز زمین پر بکھیر دیا ہو۔ یہ پھول، جیسے صبح کی پہلی کرنوں کی طرح، ہر دن کو ایک نئی شروعات دیتے۔ اسکے نرم بالوں میں سجنے والے یہ پھول، وقت کی قید سے آزاد ہو جاتے، اور ان کی خوشبو سے گزرنے والی ہر ہوا میں ایک نئی زندگی بکھر جاتی۔ ہر پھول، اسکے حسن کی ترجمانی کرتا، اور جب وہ اپنی گہرائیوں میں کھو کر مسکراتی، تو ان پھولوں کی خوشبو کو اسکی مسکراہٹ کا ساتھی بننے کا شرف حاصل ہوتا۔

پھر میں اسکی کلائیوں کے لیے ان پھولوں سے گجرے بناتا، جن کی نرم چھنکار ہر لمحے میں دل کو بہالے جاتی۔ یہ گجرے، جیسے محبت کے رنگوں میں رنگے ہوئے ہوں، اسکی ہنسی کے ساتھ جھومتے رہتے۔ ہر گجرے کے ساتھ جڑی ہوئی خوشبو، اسکی شخصیت کے نازک پہلوؤں کو اجاگر کرتی، اور جب وہ اپنی کلائیوں کو ہلاتی، تو یہ پھول بھی اپنی خوشبو بکھیرتے۔ ان گجروں کی نرم آواز، جیسے عشق کی لطافت کی ایک نئی دھن ہو، جو دلوں کی گہرائیوں میں سرگوشیاں کرتی ہو۔

باقی پھولوں کو میں اسکے پاؤں میں بچھاتا، جن راہوں سے وہ گزرتی۔ یہ پھول اسکی ہر قدم پر خوشبو بکھیرتے، جیسے زمین نے تمہاری محبت کے سامنے سر جھکایا ہو۔ ہر پھول، اسکی موجودگی کا شکر گزار ہوتا، اور ان کی نرم پتیوں پر اسکی ہر چال

کے ساتھ ایک نئی زندگی جھلک اٹھتی۔ یہ منظر ایسا ہوتا جیسے پھولوں نے اسے دیکھ کر اپنی دنیا سجا رکھی ہو، اور وہ اسے خوش آمدید کہنے کے لیے اپنی تمام خوبصورتی قربان کرنے کو تیار ہوں۔

جب جویریہ ان پھولوں کے بیچ سے گزرتیں، تو ایسا لگتا جیسے ہوا میں خوشبو کی لہریں دوڑ رہی ہوں، اور ہر سمت میں اسکی موجودگی کی خوشبو بکھر رہی ہو۔ یہ پھول، حسد کے بجائے خوشی مناتے، جیسے محبت کی خوبصورتی کو سلامی دے رہے ہوں۔ یہ سب ایک خواب کی مانند ہوتا، جہاں میں اسکی خوشبو میں بسا رہتا، اور اسکی ہر گزرگاہ پر پھول بچھا کر اسکی محبت کی عظمت کو سراہتا۔

چاروں دوست لان کے کنارے بیٹھے تھے۔ آسمان ہلکا نیلا، ہوا میں نمی، اور دل میں وہی خیال...
حسن خاموش بیٹھا تھا، پھر اچانک بول پڑا۔

"یار...اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے رات کے آسمان میں ستارے چمک رہے ہوں۔ اُن کی روشنی میں ایسی گہرائی ہے، جیسے جھیل پر چاندنی بکھری ہو...اور جب وہ دیکھتی ہے، تو لگتا ہے ہر درد کا مداوا اُسی روشنی میں چھپا ہے۔"

عامر مسکرایا، آریان نے غور سے سنا، شعیب خاموش ہو گیا۔

"جویریہ کا چہرہ ایسا لگتا ہے جیسے بہار کی پہلی صبح کا پھول نازک، مہکتا، اور دل کو سکون دینے والا۔ اُس کی مسکراہٹ ہو... تو لگتا ہے جیسے دنیا کی ہر خوشی اسی ایک لمحے میں قید ہو گئی ہو۔"

حسن رکا نہیں...

"جب جویریہ بولتی ہے، اُس کی آواز ایسی لگتی ہے جیسے صبح کی کوئل درختوں کے سائے میں گنگنا رہی ہو۔ ہر لفظ میں ایسا سکون، جیسے دل کے زخم پر مرہم رکھا جا رہا ہو۔"

آریان کی نظریں اب ساکت تھیں، عامر نے کہا: ''یہ تم کسی انسان کی بات کر رہے ہو یا کسی خواب کی؟''

حسن مسکرایا...اور کہا:

"اس کی کلائیاں، جیسے چاند کی کرنیں نازک، مہکتی، اور گجروں میں لپٹی۔ اور اُس کا پردہ... جیسے رات کی رانی کا راز، جو اسے اور بھی حسین بنا دیتا ہے۔"

شعیب دھیرے سے بولا:
''ابے تُو... پاگل ہو گیا ہے! واقعی کسی کو دل سے چاہنے لگا ہے۔''

حسن نے کہا:

"پھول اگر انسان ہوتے، تو وہ بھی جویریہ کے سامنے خود کو کمتر محسوس کرتے۔ اُس کا حسن، اُس کا وقار، اُس کی باتوں کی بصیرت سب مل کر اسے ایک مکمل دعا بنا دیتے ہیں۔"

آریان آہستہ سے بولا:

''جس کو تُو اتنا چاہتا ہے... وہ واقعی کوئی عام لڑکی نہیں ہو سکتی۔''

حسن نے ہلکے سے کہا:

''نہیں... جویریہ عام نہیں۔

وہ وہی ہے جس کے لیے حسن ہر دن دعا کرتا ہے...

اور ہر رات اُس کی خاموشی میں سکون تلاش کرتا ہے۔''

حسن تھوڑی دیر چپ ہوا

پھر اچانک، جیسے دل کی خاموشی نے لبوں کا سہارا لیا،

حسن آہستہ سے بولا:

"یار... اس کا حجاب دیکھا ہے؟

جیسے شبنم میں بھیگی ہوئی کوئی روشنی

ایسا وقار، ایسی حیا،

جیسے چاندنی خود کو چادر میں لپیٹ کر خاموش ہو گئی ہو۔

وہ جب حجاب اوڑھتی ہے،

تو لگتا ہے پھولوں نے اپنا رنگ چھپا کر صرف خوشبو دنیا کو دے دی ہو۔"

عامر نے چونک کر حسن کو دیکھا،

آریان نے نظریں جھکا لیں،

شعیب خاموش ہو گیا۔

حسن رکا نہیں...

"اور اس کی کلائیاں؟

جیسے چاندنی رات کی کرنیں، نرمی اور لطافت سے بھری ہوئی۔

جب وہ گجرے پہنتی ہے،

تو لگتا ہے جیسے بہار کے پھول اس کے لمس سے مہکنے لگتے ہوں۔

یہ گجرے اس کی زینت نہیں،

بلکہ اس کی معصومیت کی گواہی ہوتے ہیں۔"

عامر نے چائے رکھ دی، آریان بس دیکھتا رہا۔

"اور...اُس کی زلفیں؟
جیسے کسی پر سکون رات کا بادل
جس میں ہر درد سو جاتا ہے،
اور ہر خواب جاگتا ہے۔
جب وہ سنوارتی ہے نا،
تو جیسے ہوا بھی ادب سے خاموش ہو جاتی ہے۔"

میں لمحہ بھر کو خاموش ہوا...
پھر دل کی آخری بات زبان پر آئی:

"اور...اس کی مسکراہٹ...
جیسے روشن صبح کی پہلی کرن،
جیسے کسی دعا کی قبولیت کا لمحہ۔
جب وہ ہنستی ہے،
تو لگتا ہے جیسے ساری کائنات تھم گئی ہو
صرف وہی ایک پل باقی ہے...
بس وہی ایک چہرہ،
وہی ایک نور۔"

عامر نے دھیرے سے کہا:

"تُو واقعی محبت میں پاگل ہو گیا ہے..."

شعیب نے مسکرا کر سر ہلایا:

"ایسا عشق... لفظوں سے نہیں، آنکھوں سے نکلتا ہے۔"

اور آریان نے آہستہ کہا:

"وہ جسے تُو یوں بیان کر رہا ہے...

وہ صرف خوبصورت نہیں،

وہ خود خالق کی صناعی ہے۔"

حسن نے سر جھکا کر کہا:

"اور یہی بات...

میں روز خود کو کہتا ہوں

کہ جو اتنا حسین ہے...

میں اُسے صرف دیکھ سکتا ہوں،
پکار نہیں سکتا۔"

سب دوست BBA سے CS کی طرف جا رہے تھے۔
موسم میں خنکی تھی، درختوں پر ہلکی ہلکی روشنی کا عکس،
اور ہوا میں ایک مانوس خوشبو گھلی ہوئی تھی۔

حسن یکدم رک گیا...
آنکھیں بند کیں...اور بس کہا:

"یہ خوشبو گواہی دے رہی ہے...
کہ وہ جویریہ اس راہداری سے گزری ہے...
ابھی...کچھ لمحے پہلے۔"

عامر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا
پھر غصے سے بولا:
"بس کر دے یار! ہر وقت جویریہ...جویریہ...
ہمیں بھی سانس لینے دے!"

حسن نے مسکرا کر ہوا میں ہاتھ پھیرا...

"یار، یہ صرف خوشبو نہیں،

یہ اُس کی موجودگی کا پیغام ہے...

جیسے وہ خود کہہ رہی ہو: میں یہاں تھی..."

آریان نے آہستہ سے کہا:

"بھائی... سچ کہوں؟

مجھے تو اب ڈر لگنے لگا ہے...

کہیں تُو اس کو سجدہ نہ کرنے لگ جائے!"

حسن زور سے ہنسا...

لیکن اس کے دل نے کچھ لمحے کو تھم کر دھڑکنا شروع کیا۔

شعیب نے آنکھیں تنگ کرتے ہوئے کہا:

"یار... تجھے دیکھ کر لگتا ہے

جیسے تُو اسے انسان سمجھتا ہی نہیں۔

سچ بتا، تیرے کیا ارادے ہیں؟

کسی دن یونیورسٹی کے درمیان میں روضہ نہ بنادے کہیں اُس کا!"

حسن نے ہنستے ہنستے آسمان کی طرف دیکھا،
پھر زمین کی طرف،
اور کہا:

"یار...مجھے لگتا ہے،
جو محبت زمین پر نہ سمجھی جائے...
وہ آسمانوں کی طرف چلی جاتی ہے۔
میں اُسے پانے کے لیے نہیں،
صرف اُسے محسوس کرنے کے لیے زندہ ہوں۔"

عامر نے ہار مان لی،
آریان چپ ہو گیا،
اور شعیب نے کندھے پر ہاتھ رکھا
"بس بھائی...تُو پاگل ہے
اور ہمیں تجھ پر ترس آتا ہے۔"

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

حسن خود سے باتیں کرنے لگا جیسے وہ یہ سب سن رہی ہے

کئی بار قلم اٹھایا،

بے شمار بار صفحہ کھولا،

دل کی سیاہی کو لفظوں میں ڈھالنے کی کوشش کی...

مگر ہر بار کوئی نہ کوئی مصرع ادھورا رہ گیا۔

حسن نے نظم کے پہلے مصرعے میں جویریہ کی حیاء رکھی،

دوسرے میں اسکی چپ،

تیسرے میں اسکی جھکی نگاہ،

چوتھے میں اسکے نقاب کا عکس...

اور جب پانچواں مصرع لکھنے لگا،

تو دل لرز گیا۔

کیوں کہ اس کے بعد

جویریہ کا انکار تھا،

خاموشی تھی،

دوریاں تھیں...

اور یہ سب کچھ نظم میں نہیں،

صرف دل میں سما سکتا تھا۔

کبھی کبھی حسن کو ایسا لگتا

کہ پوری نظم صرف جویریہ کے ایک جملے کے گرد گھومتی ہے:

"میں آپ کے لیے فتنہ نہیں بننا چاہتی۔"

اور یہ نظم،

محبت کی نہیں رہی،

بلکہ تقدیر کی ایک تلخ تشریح بن گئی۔

کئی بار حسن نے چاہا کہ مکمل کر دے،

لکھ دے جویریہ کو ایک نظم کی صورت،

ایسا کلام بنا دے

جو وقت کے ساتھ زندہ رہے۔

مگر پھر اسے یاد آیا...

کہ اسکی محبت مکمل ہو ہی نہیں سکتی،
کیوں کہ جویریہ کی موجودگی مکمل کبھی ہوئی ہی نہیں۔

جویریہ ایک ادھوری نظم کی طرح ہے
جسے دل نے لکھا،
قلم نے جانا،
مگر رب نے روکے رکھا...
کہ شاید کچھ جذبات
محض دل میں رہنے کے لیے ہوتے ہیں،
صفحات پر نہیں۔

اور یوں
وہ نظم...
جو جویریہ سے شروع ہوئی تھی،
کبھی مکمل نہ ہو سکی۔

چھٹیاں ہو چکی تھیں۔

یونیورسٹی بند تھی، حسن گھر آ چکا تھا۔

دن گزر رہے تھے، مگر حسن کا دل...وہ اب بھی کامسیٹس کی راہداریوں میں بھٹک رہا تھا۔

››››››››››››››››››››››››››››››››

ایک دن، مغرب کے بعد حسن اپنی ماں کے پاس بیٹھا

وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں،

اور حسن چپ چاپ اُن کے قریب، سر جھکائے بیٹھا تھا۔

اچانک اُنہوں نے پوچھا:

"کیا بات ہے بیٹا؟ آج کچھ اداس ہو؟"

حسن تھوڑا سا ہچکچایا،

پھر پہلی بار دل کی بات زبان پر آ گئی:

"امی...یونیورسٹی میں ایک لڑکی ہے...جویریہ نام ہے اُس کا۔"

ماں نے تسبیح روک دی،

ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی

"اچھا؟ کیسی ہے؟"

حسن چند لمحے خاموش رہا،

پھر آہستہ سے کہا:

"بہت خوبصورت ہے امی...

لیکن صرف چہرے سے نہیں

اپنے پردے سے، اپنی حیاء سے،

اپنی خاموشی سے۔

جیسے کوئی چپ، جو بولتی نہیں مگر دل میں اُتر جاتی ہے۔"

امی کی آنکھوں میں روشنی آگئی۔

انہوں نے تسبیح میز پر رکھی،

حسن کا چہرہ تھام کر بولیں:

"مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا...

میرا بیٹا ہے

اُس کی پسند عام کیسے ہو سکتی ہے؟"

پھر انہوں نے ہلکا سا مسکرا کر کہا:

"بس ایک بات یاد رکھنا...
اگر وہ اتنی خوبصورت ہے،
تو وہ صرف ظاہری نہیں، باطنی روشنی بھی رکھتی ہو گی
اور ایسی روشنی کو حاصل نہیں کیا جاتا،
اُس کے لیے دعا کی جاتی ہے۔"

حسن نے سر جھکا دیا...
اور دل میں کہا:

"امی... یہی تو میں کر رہا ہوں...
ہر دن، ہر سجدے میں...
صرف اُس کے لیے دعا۔"
امی نے اس کے چہرے کو دیر تک دیکھا،
پھر آہستہ سے اسکی پیشانی پر بوسہ دیا۔

"بیٹا..."

ان کی آواز میں وہی شفقت تھی جو دل کو رلا دیتی ہے

"تمہارے لفظوں میں جو روشنی ہے نا،

وہ تمہارے دل کی نہیں، تمہاری محبت کی گواہی دے رہی ہے۔"

حسن خاموشی سے سن رہا تھا۔

ماں نے اپنی تسبیح دوبارہ اُٹھائی،

اور آسمان کی طرف نظریں کر کے بولیں:

"یا اللہ...

اگر وہ لڑکی میرے بیٹے کی تقدیر میں ہے،

تو اُسے اس کے نصیب میں آسانی بنا دے۔

اگر نہیں ہے،

تو میرے بیٹے کے دل کو اتنا حوصلہ دے

کہ وہ اُس کے بغیر بھی تیری رضا میں راضی ہو جائے۔"

حسن نے ماں کی گود میں سر رکھ دیا۔

ان کی انگلیاں اسکے بالوں میں چل رہی تھیں،

اور حسن پہلی بار محبت کو قبولیت کی خوشبو میں لپٹا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

پھر حسن کی ماں نے دھیرے سے کہا:

"بیٹا...

اگر وہ لڑکی اتنی پاکیزہ ہے جتنی تم کہتے ہو

تو تمہاری محبت کا راستہ اظہار نہیں، اخلاص ہونا چاہیے۔

ایسی لڑکیاں عزت سے جیت جاتی ہیں...

لفظوں سے نہیں، کردار سے پگھلتی ہیں۔"

حسن نے سر اُٹھایا...

اور دل میں کہا:

"امی، آپ نے اُس کے لیے جو دعا کی ہے...

بس وہی کافی ہے۔

››››››››››››››››››››››››››››››››

یونیورسٹی کھل چکی تھی۔

کیمپس میں وہی رونق، وہی چہل پہل

لیکن حسن کے دل میں ایک سکون اتر چکا تھا۔

شاید ماں کی دعا کا اثر تھا... یا جویریہ کی یاد کا نور۔

اس دن جویریہ لائبریری کے گوشے میں بیٹھی تھی۔

سامنے سے گزرتے گزرتے،

حسن رک گیا۔

حسن کے دل نے کہا:

آج کچھ کہنا ہے۔

حسن ہولے سے قریب گیا،

نہ زیادہ، نہ کم

اتنا کہ اُس کی حیا کو زک نہ پہنچے،

اور اسکی محبت بے صدا نہ رہ جائے۔

جویریہ نے نظریں اٹھائیں۔

حسن نے آہستہ سے کہا:

"میں نے اپنی ماں کو تمہارے بارے میں بتایا ہے..."

وہ چند لمحے ساکت رہی،

پھر اس کے چہرے پر ایک ایسا تاثر اُبھرا

جیسے خاموشی خود کانپ گئی ہو۔

حسن نے بات مکمل کی:

"وہ تمہیں نہیں جانتیں،

نہ تمہارا چہرہ دیکھا ہے،

نہ تمہاری آواز سنی ہے

لیکن بس میرے لفظوں سے تمہیں پہچان چکی ہیں۔

اور اب... وہ ہر روز تمہارے لیے دعا کرتی ہیں۔"

جویریہ کی آنکھیں جھک گئیں۔

شاید حیاء سے،

شاید حیرت سے،

یا شاید اُس مقام کی شدت سے جہاں

ایک لڑکی، کسی ماں کی دعا میں شامل ہو جائے۔

نہ اُس نے کچھ کہا،

نہ حسن نے کچھ اور کہا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

کامسیٹس کی دوپہر کچھ تھکی تھکی سی تھی۔

دھوپ چھاؤں کا کھیل، کیفے کی مخصوص خوشبو، اور حسن کی تنہائی

آج اسکے دوستوں میں سے کوئی بھی نہ آیا۔

حسن نے سوچا کچھ دیر تنہا بیٹھا جائے...

دل میں عجیب سی بے چینی تھی، جیسے کچھ ہونے والا ہو۔

کیفے کے ایک کونے میں اپنی مخصوص میز پر جا کر بیٹھا۔

چائے منگوائی۔

سامنے درخت کی جھولی میں ہلکی ہلکی ہوا تھی،

جیسے وہ بھی آج کوئی راز لے کر آئی ہو۔

چند لمحوں بعد،

وہ آئیں۔

جویریہ...اور اُس کی دو سہیلیاں ایمان اور نور۔

وہ حسن کے قدرے قریب والی میز پر بیٹھ گئیں۔

حسن کی نظر، نہ چاہتے ہوئے بھی، اُن کی طرف اُٹھ گئی۔

جویریہ...

ہمیشہ کی طرح نقاب میں، خاموش، سادہ، باوقار

یا کم از کم حسن نے اُسے ہمیشہ ایسے ہی دیکھا تھا۔

لیکن آج...

کچھ مختلف تھا۔

پہلے نور کچھ بول رہی تھی،

پھر ایمان نے کوئی بات کی

اور اگلے لمحے...

جویریہ نے بات شروع کی۔

اور پھر...

رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔

اس کی آواز

نرم، مگر چمکدار۔

جیسے بہتا ہوا چشمہ ہو،

جو چپ کے پہاڑ سے نکل کر شور مچانے لگا ہو۔

وہ باتیں کر رہی تھی،

ہنس رہی تھی،

اشارے، مثالیں، یادیں

ہر لفظ کے ساتھ جیسے وہ کوئی نیا رنگ اوڑھ رہی ہو۔

حسن ساکت بیٹھا سنتا رہا۔

نہ چائے کا ذائقہ یاد رہا،

نہ گردوپیش کی آوازیں...

بس وہ، اور اُس کی باتیں۔

پہلی بار حسن نے اُسے بولتے دیکھا۔

پہلی بار اُس کی آواز، اُس کی ہنسی، اُس کی چہک

حسن کے دل کی دیواروں سے ٹکرائی۔

نور نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا:

"بہن... خدا کے لیے... اب بس کر دو۔"

اور حسن اندر ہی اندر مسکرا رہا تھا

کیونکہ

جس جویریہ کو اس نے ہمیشہ خاموشی کی دیوی سمجھا تھا،

آج وہی اس کی خامشی کو توڑ رہی تھی۔

حسن دل میں سوچ رہا تھا:

"کیا یہ وہی لڑکی ہے؟

جو صرف پردے، کتاب اور خاموشی میں سمٹی ہوئی تھی؟

جو چپ سے بھی زیادہ چپ تھی؟

کیا یہ وہی ہے...؟"

حسن نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا

کہ وہ اس قدر بولنے والی، ہنسنے والی، دل چُھونے والی ہو سکتی ہے۔

اور اُس دن...

جویریہ اس کے لیے

ایک اور زاویے سے خاص ہو گئی۔

کہتے ہیں، محبت صرف دلوں میں نہیں رہتی،

وہ جگہوں میں بھی رچ بس جاتی ہے

دیواروں میں، در و دیوار میں،

خاموش میزوں اور پرانی کتابوں کے بیچ۔

اور اگر کسی جگہ نے حسن کی خاموش محبت کا راز سنا تھا،

تو وہ کامسیٹس کی لائبریری تھی۔

جہاں وہ دونوں اکثر بیٹھا کرتے،

الگ الگ،

بے خبر،

یا شاید بے خبر بن کر،

مگر دل...

ہمیشہ ایک دوسرے کی موجودگی سے باخبر۔

حسن اُس جانب بیٹھتا،

جہاں سے جویریہ کو دیکھ سکے

اور وہ...

اپنے حجاب، اپنی چپ، اپنی کتابوں میں گم،

مگر شاید کہیں دل میں ایک آہٹ سن کر

کبھی پلٹتی بھی تھیں۔

ادھر ایمان اور نور کئی بار جویریہ کو گہری نظروں سے دیکھتیں۔

نور کہتی:

"تم روز لائبریری میں اتنی دیر کیوں بیٹھتی ہو؟"

جویریہ مختصر جواب دیتی:

"یہ جگہ دل کو خاموشی دیتی ہے۔"

لائبریری کی ان اونچی دیواروں نے
نہ صرف حسن کے سجدے جیسے جھکاؤ دیکھے،
بلکہ اس کے ٹوٹتے جملے،
اس کے لرزتے ہاتھ،
اور وہ خط بھی سنا
جو حسن نے جویریہ کو کبھی نہیں دیا۔

وہی دیواریں جانتی ہیں
کہ کتنی بار حسن نے جویریہ کے جانے کے بعد
وہی کرسی چُنی جہاں وہ بیٹھتی تھی،
اور اسکی خالی جگہ کو
اپنے وجود سے پُر کرنے کی ناکام کوشش کی۔

یہ لائبریری اب بھی ہے،
ویسی ہی خاموش،

ویسی ہی مکمل۔

مگر جویریہ نہیں ہے

اور اب یہ دیواریں بھی کچھ کہتی نہیں...

بس خاموشی سے گواہی دیتی ہیں

ایک ایسی محبت کی

جس کا نام نہ کبھی لیا گیا،

نہ کبھی سننے والا آیا۔

ہاں...

لائبریری کی دیواریں آج بھی گواہ ہیں

ایک ایسے عشق کی

جو بولا نہیں،

بس رہا...

ہر صفحے، ہر سانس، ہر سطر میں۔

جویریہ کبھی زیادہ بولتی نہیں تھی،

نہ زیادہ دکھائی دیتی،

اور اگر دیکھ بھی لی جاتی،

توچپ رہتی جیسے اس کے وجود پر کوئی خاموش آیت لکھی گئی ہو۔

مگر پھر بھی...

وہ ہر ذکر میں شامل رہتی تھی۔

لڑکیوں کی مجلسوں میں،

لائبریری کی راہداریوں میں،

مسجد کے وضو خانے میں،

اور کیفیے کے خاموش کونوں میں...

ایمان کبھی کہتی:

"وہ بہت مختلف ہے، جیسے وہ یہاں ہو کر بھی یہاں نہ ہو۔"

نور کہتی:

"مجھے لگتا ہے جیسے اُس کے اندر کوئی خاموش جنگ چل رہی ہے۔"

اور حسن؟

وہ اُس کا ذکر دل کی تسبیح پر کرتا تھا۔

اس کے ہر سجدے میں،

ہر دعا میں،

ہر آہ میں...
وہ لپٹی ہوئی رہتی تھی۔

جویریہ حسن کے لیئے ذکر بن چکی تھی،
ایسا ذکر جسے بلند آواز سے پکارا نہیں جاسکتا،
مگر جو خاموشی میں بھی پوری شدت سے بولا جاسکتا تھا۔

حسن نے اُس کو کبھی بلند نہیں کیا،
نہ نام سے، نہ آواز سے،
مگر جتنا اُس کا ذکر اس کے اندر تھا،
شاید ہی کسی اور کا ہو۔

جویریہ جو خود ذکرِ خدا میں لپٹی تھی،
اُسی لیے ہر دل میں صرف دعا بن کر اتری تھی۔

وہ جو ہر ذکر میں لپٹی ہوئی تھی...
شاید رب نے اُسے صرف ذکر کے قابل ہی بنایا تھا،
محبت یا تعلق کے لیے نہیں،

بلکہ بندگی کے لیے۔

›››››››››››››››››››››››››››››››

بارش جب گرتی ہے، تو زمین پر صرف پانی نہیں بکھرتا
کئی پرانی یادیں، خاموش دعائیں، اور ادھوری باتیں بھی ساتھ بہنے لگتی ہیں۔

کامسیٹس کی وہ بارش بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

بادل گہرے تھے، ہوا نم تھی،
اور راہداریوں کی چھتوں سے پانی کے قطرے مسلسل ٹپک رہے تھے۔
طلبہ ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے،
کہیں چھتریاں کھل رہی تھیں،
کہیں چادر کے کونے مضبوطی سے تھامے جا رہے تھے۔

اور اُن سب کے درمیان،
جویریہ...
اپنے نقاب، اپنی سفید چادر میں لپٹی ہوئی،

بارش کی بوندوں میں بھیگتی،

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی۔

وہ نہیں بھاگی،

نہ چھپی،

نہ چھتری لی...

بس ایسے چل رہی تھی

جیسے خود بارش اُس کے قدموں سے رخصت مانگ رہی ہو۔

حسن دور کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا

نہ اسے روک سکتا تھا،

نہ پاس جا سکتا تھا،

بس اس منظر کو دل میں قید کر رہا تھا۔

اسے دیکھ کر اس دوست تبصرے کر رہے تھے کے وہ پاگل کون ہے جس کو ہوش ہی نہیں کہ بارش ہو رہی ہے حسن نے دل میں کہا کیسے بتاؤں وہی تو جویریہ ہے مجھ جیسی پاگل

عامر نے حسن کی حالت دیکھ کر کہا:

"تُو بارش سے نہیں بھیگ رہا... تُو اُس کی خاموشی میں بھیگ گیا ہے۔"

شعیب بولا:

"یہ لمحے قید نہیں ہوتے، بس سجدے میں گواہی بن جاتے ہیں۔"

آریان نے آہستہ سے کہا:

"وہ جو بارش میں بھی نہ رکی... شاید اُسے یقین تھا کہ کوئی دعا اُس کے ساتھ بھیگ رہی ہے۔"

ادھر ایمان نے نور سے کہا:

"تم نے دیکھا؟ وہ بغیر چھتری کے تھی، مگر اس کے چہرے پر خوف نہیں تھا... سکون تھا۔"

نور بولی:

"شاید اس نے بارش میں بھی اللہ کی رضا محسوس کی ہو۔"

وہ بارش حسن کے لیے معمولی نہیں تھی،

وہ راہداریاں،

جن سے وہ روز گزرتے تھے،

اُس دن ایک خواب جیسی لگ رہی تھیں

بھیگی ہوئی، نرمی سے لبریز،

اور اُس کے قدموں سے پاکیزہ۔

اس دن حسن کو اندازہ ہوا
کہ بعض منظر صرف دیکھنے کے لیے نہیں ہوتے،
وہ دعا بن کر دل میں اتر جاتے ہیں۔

اور وہ بارش میں بھیگی راہداریاں...
آج بھی جب حسن کو یاد آتی ہیں،
تو لگتا ہے کہ شاید دل بھیگ رہا ہے،
نہ جانے کس خاموش خوشبو میں۔

››››››››››››››››››››››››››››››

یونیورسٹی کا farewell ہمیشہ سے رنگوں، مسکراہٹوں اور الوداع کی ہلکی سی اداسی کا امتزاج رہا ہے،
مگر اس سال کا منظر کچھ اور ہی تھا۔ آڈیٹوریم کے در و دیوار رنگ برنگے غباروں اور لائٹس سے سجے تھے۔
اسٹیج پر ہلکی موسیقی چل رہی تھی، کہیں گروپس یادگاری تصویریں کھنچوا رہے تھے،
تو کہیں دوست ایک دوسرے کو چھیڑ رہے تھے۔

حسن دوستوں کے ساتھ کونے میں کھڑا اس سب کا حصہ تھا کہ پیچھے سے کسی نے زور سے آواز دی:

"بھائی...!"

مڑ کر دیکھا تو فائقہ تھی اچانک، بنا بتائے، وہ بھی اس ہجوم میں۔

دوپٹہ سنبھالتی، چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ، اور آنکھوں میں وہی شرارت:

"سرپرائز! میں آگئی ہوں۔"

حسن نے حیران ہو کر کہا:

"یہ کیا؟ تم نے تو بتایا بھی نہیں!"

"سرپرائز تب ہی تو سرپرائز ہوتا ہے بھائی!" وہ ہنستے ہوئے حسن کے پاس آگئی۔

"اور ویسے بھی، اتنے دن سے آپ جس جویریہ کا ذکر اشاروں میں کر رہے ہیں،

آج وہی موقع ہے کہ میں خود دیکھوں کہ وہ کون ہے۔"

حسن نے ہنس کر کہا:

"تمہارا یہ پلان کامیاب نہیں ہو گا۔"

"دیکھتے ہیں۔" اس نے آنکھوں میں چمک کے ساتھ کہا اور ارد گرد دیکھنے لگی، جیسے ہر چہرے کو پرکھ رہی ہو۔

کچھ دیر بعد، شاید دس پندرہ منٹ، وہ تھوڑی جھنجھلا کر واپس آئی:

"بھائی، تنگ آ گئی ہوں۔ خود ہی بتا دو جویریہ کون ہے؟"

حسن نے شرارت سے کہا:

"ایک شرط پر۔"

"کیا؟"

"اگر میں بتادوں تو تم اس سے بات نہیں کرو گی۔"

اس نے فوراً جواب دیا:

"میں اتنی دور سے آئی ہوں اور بس دور سے دیکھ کر واپس چلی جاؤں؟

نہیں بھائی، میں بات ضرور کروں گی... لیکن اپنی پہچان نہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں۔"

حسن نے نظریں سکیڑ کر کہا:

"یعنی تم اسے mystery guest بنا دو گی؟"

"بالکل۔" وہ ہنس دی۔

"آج تو بس دیکھنا ہے کہ آپ کی جویریہ آخر ہے کیسی۔"

ہال کی رونق عروج پر تھی۔ اسٹیج پر کوئی تقریر ہو رہی تھی، مگر لڑکیاں اپنی اپنی میزوں پر زیادہ محوِ گفتگو تھیں۔
ایک کونے میں جویریہ، ایمان اور نور بیٹھی تھیں۔ ان کے سامنے چائے کے کپ اور چند چھوٹے تحفے رکھے تھے۔

حسن نے دور سے فائقہ کو اشارہ کیا۔ وہ شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھی اور پر سکون انداز میں ان کی میز کی طرف بڑھی۔
کرسی کھینچ کر مؤدبانہ انداز میں بولی:
"السلام علیکم... میں یہاں کسی کو زیادہ نہیں جانتی، کیا آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں؟"

ایمان نے خوشدلی سے کہا: "جی جی، بالکل تشریف رکھیں۔"

فائقہ نے بیٹھتے ہی ہال کا ایک نظر جائزہ لیا، پھر نرمی سے کہا:
"farewell کا دن بڑا عجیب ہوتا ہے... ایک طرف خوشی کہ سفر مکمل ہوا، دوسری طرف دل میں ہلکی سی اداسی کہ اب یہ سب چہرے روز نظر نہیں آئیں گے۔"

نور نے اثبات میں سر ہلایا: "جی بالکل، یہی کیفیت ہے... آج ہر کوئی خوش بھی ہے اور تھوڑا اداس بھی۔"

جویریہ نے مسکرا کر کہا: "آپ بھی اسٹوڈنٹ ہیں؟"

فائقہ نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ جواب دیا:

"نہیں، میں یہاں پڑھتی نہیں... بس کہہ لیں کسی خاص وجہ سے آئی ہوں۔"

جویریہ نے تجسس سے کہا: "خاص وجہ؟"

فائقہ نے ایک پل کو نظریں جھکائیں، پھر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"بس یہ دیکھنے کہ یہاں کی سب سے خوبصورت شخصیت کون ہے... اور خوبصورتی سے میرا مطلب صرف چہرہ نہیں، بلکہ بات کرنے کا انداز، سوچ کا معیار، آنکھوں کی چمک اور چلن کی وقار۔"

یہ سن کر ایمان اور نور دونوں ہنس پڑیں۔

ایمان نے کہا: "یہ تو بڑا گہرا معیار ہے۔"

فائقہ نے مسکرا کر کہا:

"دراصل، میں سمجھتی ہوں کہ انسان کی اصل پہچان اس کی گفتگو اور کردار سے ہوتی ہے۔ چہرہ وقت کے ساتھ بدل جاتا ہے، مگر الفاظ اور رویہ ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔"

جویریہ نے غور سے فائقہ کو دیکھا، جیسے اس کی باتوں میں کچھ خاص ڈھونڈ رہی ہو۔

پھر مسکراتے ہوئے بولی:

"آپ تو لگتا ہے کسی لکھاری کی بہن ہیں، الفاظ اتنے سوچ سمجھ کر بولتی ہیں۔"

فائقہ نے کپ تھام کر آہستہ سے کہا:
"الفاظ کا صحیح وقت اور صحیح جگہ پر استعمال کرنا سیکھنے والے لوگ مجھے ہمیشہ پسند آتے ہیں... چاہے وہ لکھاری ہوں یا نہیں۔"

نور نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ کی باتیں تو کافی فلسفیانہ ہیں۔"

فائقہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دی:
"فلسفہ تبھی اچھا لگتا ہے جب اس میں محبت اور خلوص شامل ہو۔ باقی محض کتابی باتیں دل تک نہیں پہنچتیں۔"

جویریہ نے نظریں جھکا کر چائے کا گھونٹ لیا، مگر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔
یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پہلی بار کسی اجنبی سے مل کر بھی اسے قریب محسوس کر رہی ہو۔

››››››››››››››››››››››››››››››

حسن نے جویریہ کے لیے ایک مکمل کتاب لکھی تھی۔
ایک سو ستر صفحات پر مشتمل تحریر

جس کا ہر صفحہ اُس کے حسن، حیاء، خاموشی، اور میری خاموش محبت کی گواہی تھا۔

یہ کوئی افسانوی قصہ نہ تھا، نہ فلسفہ، نہ شاعری

یہ بس اُس کے لیے تھا۔ اُس کے ذکر سے بھرا ہوا۔

وہ کتاب جو کسی نے نہ پڑھی

کتنے مہینے لگے ہیں؟

آٹھ؟

شاید دو سو چالیس دن...

یا

ایک پوری زندگی؟

جانے کیوں حسن کو لگا تھا کہ لفظ اگر محبت میں ڈھلے ہوں تو وہ پڑھنے والے کی آنکھوں تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

اور جب وہ پڑھنے والی خود جویریہ ہو

تو پھر تو لفظ بھی سجدے میں گر جاتے ہیں۔

وہ کتاب حسن نے خود لکھنی شروع کی تھی نہ کسی پبلشر کی امید، نہ کسی پڑھنے والے کی طلب۔

بس ایک خواب تھا:

کہ ایک دن جویریہ کے ہاتھوں میں یہ کتاب ہو گی،

اور وہ ہر لفظ پر ٹھہر کر پڑھے گی

"یہ میں ہوں؟ واقعی؟"

اور وہ دن آ گیا۔

حسن نے اسے بلایا جیسے پہلی بار دل کسی کے سامنے لا کے رکھا ہو۔

کتاب چمکتی تھی، لیکن اسکی آنکھیں نم تھیں۔

یہ تمہارے لیے ہے،
حسن نے کہا دھڑکنیں آواز سے تیز تھیں۔

جویریہ نے کتاب دیکھی،

پھر ایک لمحہ ٹھہری۔

اُس نے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ رکھی وہی مسکراہٹ جو اکثر انجانوں کے سلام کے جواب میں دی جاتی ہے۔

نرمی سے بولی،

حسن... میں یہ نہیں لے سکتی۔

اس کی آواز میں نہ کوئی تلخی تھی، نہ جذبات

بس ایک اجنبیت تھی۔

ایسی اجنبیت جیسے کوئی شہزادی کسی فقیر کے پھول کو ہاتھ لگانے سے کترائے،

کہیں اس کے لمس سے اُس کے ہاتھ میلی نہ ہو جائیں۔

یہ صرف ایک کتاب نہ تھی...

شاید اس کی نظر میں

مگر حسن کے لیے، وہ آٹھ مہینوں کی عبادت تھی،

اور جویریہ نے اُسے یوں رد کر دیا

جیسے کوئی دربار میں آیا ہوا ملازم بے دلی سے ٹھکرا دیا جائے۔

اس کی ضرورت نہیں... میرے پاس پہلے ہی بہت کچھ ہے پڑھنے کو۔

بس اتنا ہی کہا۔

اور چلی گئی۔

جیسے وہ آٹھ مہینے نہیں، آٹھ لمحے تھے۔

جیسے وہ محبت نہیں، ایک گمان تھا۔

حسن کھڑا رہا...

ہاتھ میں کتاب، جس کا سرورق اب جلتا سورج نگل رہا تھا۔

کچھ بولا نہیں۔

کیوں کہ جب دل ٹوٹتا ہے، تو زبان نہیں سانس بند ہو جاتی ہے۔

حسن کو لگا، جیسے کسی نے اسکے محبت کا کفن بنا دیا ہو۔

اور پھر دفن بھی اس میں خود کر آیا ہو...

اپنی ہی قبر میں۔

حسن نے کتاب وہیں بینچ پر رکھ دی۔

نہ اس لیے کہ کوئی اور پڑھے

بلکہ اس لیے کہ اب وہ خود بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد، کسی بچے نے کتاب اٹھائی

اور بے دھیانی میں اس کا ایک ورق پھاڑ دیا۔

حسن نے نہیں روکا۔

وہ جانتا تھا...

جب جسے پڑھنا ہی نہ ہو

تو چاہے صفحے جلیں، یا بکھیریں،

فرق نہیں پڑتا۔

لیکن حسن کی دل کی الماری میں

وہ ہر صفحہ زندہ ہے

صرف ایک فقرے کے ساتھ:

جو میرے لیے تھی، وہ میرے لیے تھی ہی نہیں۔

وہ بینچ اب بھی وہیں تھا۔

اور حسن...

اب وہاں نہیں کھڑا تھا

بلکہ بیٹھا تھا۔

جھکا ہوا...

ہاتھوں میں وہی کتاب،

جسے وہ ابھی بھی سینے سے لگائے بیٹھا تھا

جیسے ماں مر جائے، تو بچہ آخری بار اُس کے چہرے کو تھام کر روتا ہے۔

جویریہ جا چکی تھی۔

اور حسن،

بس بیٹھا سوچتا رہا۔

میں نے یہ کب لکھی تھی؟

یاد آیا

کبھی رات کو دو بجے...

سب سو جاتے تھے، تو وہ جاگتا تھا

الفاظ چنتا، اُس کے چہرے کو یاد کر کے صفحے سجاتا۔

کبھی کلاسز کے بیچ میں

جب باقی سب قہقہے لگاتے، حسن فون پہ تیزی سے وہ جملے لکھ لیتا جو اس کے دل سے نکلتے تھے

محض اس کی مسکراہٹ کے لیے۔

کتنے موسم گزرے،

کتنے لفظ روئے،

کتنے صفحے گواہ بنے اس کے خاموش عشق کے۔

اور آج...جویریہ نے کہا: 'اس کی ضرورت نہیں۔'

وہ جملہ کینچلی کی طرح لپٹ گیا تھا حسن کے وجود پر۔

ضرورت نہیں...

کتاب نہیں لینی...

پڑھنے کو بہت کچھ ہے...

حسن کو لگا جیسے میں خود بھی ایک بے معنی صفحہ ہو

جسے کسی کتاب سے نکال کر پھاڑ دیا جائے،

اور پھر کچرے میں پھینک دیا جائے...

بغیر پڑھے...

بغیر سمجھے۔

کیا میں اتنا ہی کم تھا...؟

حسن سوچ رہا تھا

یہ سوال دل میں تیز دھار چھری بن کر گونجا۔

کیا میں واقعی حقیر تھا...؟

کیا میری محبت بے معنی تھی...؟

حسن نے وہ کتاب کھولی،

اور ایک ایک صفحہ پلٹنے لگا

جیسے ہر ورق پر میں اپنی ہی تذلیل پڑھ رہا ہو۔

یہ میں نے اُس دن لکھا تھا، جب اُس نے پہلی بار سلام کیا تھا...

یہ رات تین بجے لکھا تھا، جب خواب میں بھی وہ آئی تھی...

یہ صفحہ اس دن لکھا تھا، جب اُس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھو گیا تھا...اور میں ساری رات لرزتا رہا تھا...

حسن کا دل چلاّ رہا تھا،

مگر زبان خاموش تھی۔

آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا تھا،

مگر چہرہ بے حس۔

کتاب اب بھی سلامت تھی...

اور حسن؟

خود کو راکھ ہوتا دیکھ رہا تھا۔

حسن نے ایک لمحے کو سوچا:

پھاڑ دوں؟ جلا دوں؟

مگر اگلے ہی لمحے آنکھیں بھیگ گئیں۔

میں اس کو جلا بھی نہیں سکتا...

کیوں کہ یہ میں نہیں لکھتا رہا

یہ تو میری روح نے لکھا تھا...

اسے جلا کر میں خود کو راکھ کر دوں گا۔

حسن اٹھا،

کتاب کو سینے سے لگایا...

اور قدموں میں بکھرے ریزہ ریزہ خوابوں پر چلتا ہوا نکل گیا۔

کہاں؟

پتہ نہیں...

شاید رب کی طرف۔

ایک دن حسن نے وہ کتاب اپنے دوستوں کو پڑھ کر سنائی۔

آریان نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا:

"میں دعوے سے کہتا ہوں... اگر تم یہ کتاب کسی اجنبی لڑکی کو بھی دو اور کہو کہ یہ اُس کے لیے لکھی گئی ہے تو وہ بھی تم سے محبت میں پڑ جائے۔ اتنی گہری، اتنی خالص تحریر... کوئی نظرانداز نہیں کر سکتا۔"

عامر نے ہنستے ہوئے کہا:

"تو پھر جویریہ اگر واقعی پڑھے گی، تو ضرور خوش ہو جائے گی!"

حسن نے آہستہ سے جواب دیا:

"اس نے تو کتاب لینے سے ہی انکار کر دیا ہے..."

شعیب بولا:

"تو پھر Pdf بھیج دو، شاید تنہائی میں پڑھ لے۔"

عامر نے فوراً کہا:

"جس نے کتاب لینے سے انکار کیا ہو، وہ Pdf کی بھی حق دار نہیں۔

یہ محبت تمہاری عبادت ہے اس کی بے نیازی کی سزا مت دو اپنے لفظوں کو۔"

آریان خاموش رہا... پھر دھیرے سے بولا:

"اگر وہ اب مانگے بھی، تو مت دینا۔ تاکہ اُس کے کانوں میں ہمیشہ یہ بات گونجتی رہے:

کہ ایک شخص تھا... جس نے 170 صفحات اُس کے نام لکھے،

اور پھر بھی اُسے خاموشی کے ساتھ چھوڑ دیا۔"

حسن خاموش ہو گیا۔

محبت کا ایک اور باب... بند ہو گیا۔

مگر اُس کتاب کے الفاظ آج بھی حسن کے دل میں گونجتے ہیں

وہ صفحات جو کبھی چھپے نہیں، مگر اسکی روح پر کندہ ہو چکے ہیں۔

"پھر حسن نے وہ کتاب جلا دی..."

نہیں، در حقیقت حسن نے کتاب نہیں جلائی تھی۔

اس نے خود کو جلایا تھا...

وہ ہر صفحہ، اس کا ایک دن تھا۔

ہر جملہ، اس کے دل کی کوئی نازک رگ تھی۔

اور جب شعلے ان لفظوں کو چاٹ رہے تھے...

تو خدا گواہ ہے آگ لفظوں کو نہیں، حسن کو کھا رہی تھی۔

کتاب کے اندر کچھ تصویریں تھیں...

حسن نے آخری بار وہ کھولی،

جویریہ کی بے خبر مسکراہٹ والی وہ تصویر

ایسی معصوم جیسے کچھ جانتی ہی نہ ہو،

کہ کسی نے اس تصویر کے لیے کتنی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں۔

عامر، شعیب، اور آریان میرے ساتھ تھے،

لیکن اُس وقت حسن تنہا تھا۔

دوستوں کے چہرے دیکھے... جیسے وہ جنازہ پڑھ رہے ہوں میرے خوابوں کا۔

عامر نے آہستہ کہا:

"تو جانتا ہے؟ جس دن تُونے یہ کتاب لکھی تھی...اُس دن ہم نے محسوس کیا تھا،

کہ تُو کسی اور دنیا کا ہو گیا ہے۔

اور آج...تُو اُس دنیا کو خود جلا رہا ہے۔"

شعیب کی آواز میں لرزش تھی:

"کاش ہم اُسے جانتے،

کاش ہم جا سکتے اُس کے پاس اور کہہ سکتے:

'یہ وہ محبت ہے جو لوگ صدیوں میں نہیں کر پاتے،

اور تُونے ایک نظر میں بھلا دی؟'"

آریان کی آنکھیں نم تھیں:

"یہ صرف راکھ نہیں ہے حسن...

یہ راکھ تجھے برسوں جلائے گی،

اور جو کچھ تو نے لفظوں میں کہا،

وہ اب کبھی کسی کو سنائی نہیں دے گا۔"

حسن کچھ نہیں بولا۔

کیوں کہ اگر وہ بولتا، تو شاید آواز اسکی نہیں ہوتی

اسکی ٹوٹی ہوئی امیدوں کی چیخ ہوتی۔

حسن بس اُٹھا...

اور کتاب کی بچی کھچی راکھ ہاتھ میں لے کر،

ہوا میں چھوڑ دی۔

وہ راکھ جیسے اڑتی ہوئی، آسمان تک جا رہی تھی

اور حسن دل ہی دل میں بس ایک دعا مانگ رہا تھا:

"خدا کرے وہ کبھی جان نہ پائے...

کہ کسی نے اُس کے لیے کتنا جلا دیا،

اور خود بھی جلتا رہا... خاموشی سے۔"

رات بھی اب مکمل ہو چکی تھی، اور آگ کی وہ لپٹیں، جو چند لمحے پہلے آسمان کو چھو رہی تھیں، اب بس راکھ بن کر بکھر گئی تھیں۔

ہوا نے ذرا سا رخ بدلا، اور وہ راکھ اُڑ کر سب چہروں پر، سب کی پلکوں پر بیٹھ گئی جیسے وہ الفاظ آخری بار سب کو چھو رہے ہوں۔

چاروں دیر تک ویسے ہی بیٹھے رہے۔

خاموش، جیسے کسی جنازے کے بعد لوگ چند لمحے سوگ میں گم رہتے ہیں۔

عامر نے چپ چاپ اپنی جیب سے وہ تصویر نکالی جو کتاب کے آخر میں رکھی تھی
جویریہ کی نہیں تھی...
بلکہ ایک پھول کی تھی، جو اس نے کبھی اپنے ہاتھ سے بنا کر دیا تھا۔

شعیب نے وہ خاک اُٹھا کر مٹھی میں بند کرلی، اور بولا:
"یہ راکھ تیرے لفظوں کی نہیں، حسن...
یہ کسی وقت کی قبر ہے۔"

آریان نے پہلی بار کچھ نہیں کہا
بس اٹھا، دور جا کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ شاید وہ خود سے باتیں کر رہا تھا... یا پھر وقت سے۔

اور حسن؟
وہ بس آسمان کو دیکھتا رہا
جیسے کوئی آسمان سے پوچھ رہا ہو:
"بتا... میں نے جو لکھا، وہ اتنا بے معنی تھا؟"

اچانک سرد ہوا کے ایک جھونکے نے راکھ کو اُڑا دیا
اور ایک لمحے کو حسن کو ایسا لگا جیسے لفظ پھر زندہ ہو گئے ہوں۔

جلانے سے کہانیاں ختم نہیں ہوتیں...
وہ صرف شکلیں بدل لیتی ہیں۔
وہ راکھ بن کر فضا میں بکھر جاتی ہیں،
اور پھر کسی اور کے دل میں محبت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

حسن کے اندر کہیں ایک آواز آئی:
"جویریہ اگر چاہتی، تو یہ کتاب قیامت تک نہ جلتی...
لیکن شاید وہ چاہتی تھی کہ یہ کہانی خاک ہو جائے،
تاکہ حسن آخر کار...
خود کو پا سکو۔"

اور اُس لمحے حسن نے پہلی بار
دل کی زمین پر سکون اگتے دیکھا۔

دوست آس پاس کھڑے تھے، ان کے چہرے سنجیدہ تھے۔ ایک نے آہستہ سے کہا:

"حسن، جو کتاب صرف تیرے قلم سے نہیں، تیرے دل سے لکھی گئی ہو...اگر وہ بھی جویریہ کے دل کو نہ چھُو سکے...تو شاید جویریہ کو تیرے درد کی سمجھ ہی نہیں۔"

شعیب بولا:

"اس نے تیری محبت کی تحریر نہیں لی، مگر تُو نے اپنی خودی، اپنی راتیں، اور اپنی سانسیں اسے دے دیں۔ شاید وہ قابل ہی نہ تھی، حسن۔"

عامر خاموش تھا، صرف ایک جملہ کہا:

"کبھی کبھی، کچھ لوگ پھول کو راکھ میں بدلنے کے بعد ہی اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ شاید جویریہ کو تب احساس ہو، جب تیرے لفظ راکھ بن چکے ہوں۔"

حسن ہلکے سے مسکرایا، ایک زخم جیسی مسکراہٹ۔

"محبت کی سب سے بڑی توہین یہی ہے کہ تم کسی کے لیے کچھ لکھو...اور وہ بغیر دیکھے اُسے رد کر دے۔"

پھر آریان اٹھا، راکھ کی طرف دیکھا، اور آہستہ سے بولا:

"تم نے یہ کتاب نہیں جلائی، جویریہ... تم نے وہ حسن جلا دیا... جو تم سے محبت کرتا تھا۔"

››››››››››››››››››››››››››››››

رات کا وقت تھا۔ کمرہ نیم تاریک، صرف کھڑکی سے آنے والی چاندنی اور فون کی مدھم روشنی۔
حسن بستر کے کونے پر بیٹھا تھا، جیسے دن بھر کا بوجھ کندھوں سے اترنے کے بجائے اور بھاری ہو گیا ہو۔
اندر ایک عجیب سا خالی پن پھیل چکا تھا، اور اس خالی پن میں ایک ہی خیال بار بار گونج رہا تھا:
"حسن سوچ رہا تھا کہ اس نے وہ کر دیا جو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔"

حسن نے آہستہ سے فائقہ کا نمبر ملایا۔
کال ملی، دو بیل کے بعد اس کی آواز آئی:

"السلام علیکم بھائی، خیریت؟ اس وقت فون...؟"

حسن نے گہرا سانس لیا اور دھیمے مگر بھاری لہجے میں کہا:
"فائقہ... میں نے آج وہ کتاب جلا دی۔"

چند لمحے فون کے دوسرے سرے پر مکمل خاموشی چھا گئی۔

پھر وہ دھیمی آواز میں بولی:

"کون سی کتاب...؟ وہی...؟"

"ہاں... وہی جس کے ہر صفحے میں میرا دل دھڑکتا تھا،

جس کے ہر لفظ میں میں نے خود کو ڈالا تھا۔ آج وہ صرف راکھ ہے۔"

اس بار اس کی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی:

"بھائی... آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

حسن نے تلخی سے کہا:

"جب جس کے لیے لکھی تھی اس نے لینے سے ہی انکار کر دیا، تو رکھنے کا کیا فائدہ؟"

چند لمحے وہ چپ رہی، پھر آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولی:

"کتاب جلانے سے الفاظ نہیں مرتے... کاغذ ختم ہوتا ہے، احساس نہیں۔ آپ کی محبت اور سچائی آج بھی زندہ ہیں۔"

حسن خاموش رہا۔ آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے، مگر اس کے لہجے میں وہی سکون تھا جو دل کو تھوڑا سا

سہارا دیتا ہے۔

"کل صبح اٹھ کر کچھ نیا لکھنا...اور یاد رکھنا، بہنیں بھائیوں کے ٹوٹنے نہیں دیتیں۔"

محبت کبھی کبھار لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی،

لیکن ہمیشہ خاموشی کی گواہی بھی سچ نہیں ہوتی۔

››››››››››››››››››››››››››››››

اور آج...

جب جویریہ چلی گئی ہے،

یا شاید کبھی رکی ہی نہیں تھی،

تو حسن اپنی نادانی پر مسکرا بھی نہیں سکتا

کیوں کہ اس خاموشی میں

اس نے خود کو بھی کھو دیا تھا۔

حسن اب سیکھ چکا تھا کہ

ہر چپ، محبت نہیں ہوتی...

کبھی کبھی چپ،

بس چپ ہوتی ہے۔

اور دل...

اکثر اپنی خواہشوں کو

خاموشیوں میں سننے لگتا ہے۔

محبت میں سب سے بڑا دکھ کبھی جدائی نہیں ہوتا،

بلکہ وہ فاصلہ ہوتا ہے جو بغیر وجہ کے بڑھتا جائے...

خاموشی سے،

بے آواز،

اور آہستہ آہستہ۔

جویریہ حسن سے دور ہو رہی تھی،

نہ کسی جھگڑے کی وجہ سے،

نہ کسی غلط فہمی کی بنا پر

بس ایک خاموشی،

جو ہر دن لمبی ہوتی جا رہی تھی۔

پہلے وہ سلام کم ہوا،

پھر نظر ٹالنے لگی،

پھر ملاقاتوں کے راستے ہی مٹنے لگے۔

اور حسن...

وہ ہر دن دل سے ایک سوال کرتا:

"آخر وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟"

کبھی اس کا دل کہتا شاید وہ تھک گئی ہے،

کبھی خیال آتا کہ شاید وہ ہی کچھ زیادہ محسوس کرنے لگا ہے،

اور کبھی،

ایک گہرا، اندر سے ابھرتا ہوا خیال...

کہ یہ سب کچھ

شاید اللہ کا اشارہ ہے۔

یہ فاصلہ

یہ اُس کا رویہ،

یہ اجنبیت...

یہ سب حسن کے دل کو دکھ دینے کے لیے نہیں،

بلکہ اسے جھنجھوڑنے کے لیے ہے۔

شاید رب چاہتا تھا

کہ وہ جویریہ سے زیادہ

اپنے رب سے بات کرنا سیکھے۔

شاید یہ پردہ،

یہ دوری،

یہ ٹوٹا ہوا تعلق

محبت کی نہیں،

بلکہ معرفت کی طرف لے جانے والی راہ ہو۔

اور جب حسن نے یہ سوچا،

تو پہلی بار اُس کی دوری پر آنکھ سے آنسو نہیں،

بلکہ دل سے "الحمدللہ" نکلا۔

جویریہ کا فاصلہ حسن کے لیئے

محبت کی سزا نہیں تھا،

بلکہ رب کا اشارہ تھا

کہ اب پلٹ آؤ،

جس نے جویریہ کی چاہت دل میں ڈالی،

وہی تمہارے دل کی سکون کا راز ہے۔

اور جب رب کسی کو دور کرتا ہے،

تو یہ ہمیشہ توڑنے کے لیے نہیں ہوتا،

کبھی کبھی

یہ جوڑنے کے لیے ہوتا ہے

لیکن اپنے ساتھ۔

یادیں بڑی عجیب چیز ہوتی ہیں،

کچھ لمحے مٹتے نہیں،

اور کچھ جواب...

چاہ کر بھی یاد نہیں رہتے۔

حسن کو سب یاد تھا...

وہ دن، وہ وقت، جب اس نے جویریہ سے وہ پہلی بات کی،

جب اس نے ہمت کر کے تمہیں اپنی دل کی حالت سنائی،

جب الفاظ اس کے گلے میں اٹک گئے تھے

اور جویریہ چپ چاپ کھڑی تھی۔

حسن کو یاد تھا تمہاری آنکھوں کی وہ جھلک،
اسکے ہاتھوں کی وہ جنبش،
اسکی خاموشی کی وہ گونج،
جو لفظوں سے بلند تھی۔

مگر...
اسے تمہارا جواب یاد نہیں۔

شاید تم نے کچھ کہا بھی تھا،
شاید تم چپ ہی رہی تھیں،
یا شاید تمہارا جواب اتنا نرم تھا
کہ حسن کی دھڑکنوں کی شدت میں دب گیا۔

حسن نے بارہا وہ لمحہ دہرایا،
سوچا، پڑھا، محسوس کیا...
لیکن اس کے لبوں سے نکلے ہوئے لفظ

کبھی واضح نہ ہو سکے۔

ایسا لگتا ہے
جیسے رب نے اُس جواب کو مٹا دیا ہو
شاید اس لیے کہ
اس کے جواب کی اہمیت کم تھی،
اور اسکی خاموشی ہی حسن کے لیے سب کچھ بن چکی تھی۔

حسن کو سب یاد تھا...
جویریہ کا آنا، بیٹھنا، چلنا،
اسکی چپ، اسکا حجاب، اسکی دعا،
اسکے جانے کا لمحہ بھی۔

بس یاد نہیں تو صرف وہ لمحہ...
جب اس نے حسن کی محبت کا جواب دیا تھا
یا شاید...
بالکل نہیں دیا تھا۔

ہر تعلق میں ایک دن ایسا آتا ہے

جہاں لفظ ختم نہیں ہوتے،

مگر جواب آنا بند ہو جاتے ہیں۔

اور وہ دن...

حسن کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔

جویریہ ہمیشہ کم بولتی تھی،

لیکن کچھ نہ کچھ کہہ تو جاتی تھی

ایک سلام،

کوئی دعا،

یا بس آنکھوں سے گزر جاتی کوئی خاموش رضا۔

لیکن پھر وہ دن آیا...

جب اس نے جواب دینا چھوڑ دیا۔

حسن کی سلامتی کا پیغام،

اسکی احتیاط سے لکھی گئی باتیں،

اسکی چھوٹی چھوٹی حاضریاں،

سب اس تک پہنچتی رہیں،
مگر اسکی طرف سے صرف خاموشی لوٹتی رہی۔

پہلے حسن نے سوچا،
شاید مصروف ہو،
شاید وقت نہیں،
یا دل نہیں ٹھیک۔

پھر دن ہفتوں میں بدلے،
ہفتے مہینوں میں،
اور خاموشی
ایک مستقل پردہ بن گئی۔

حسن کو لگا میں کوئی غیر بن گیا ہوں،
یا شاید کبھی اپنا تھا ہی نہیں۔
اس کے اس سلوک میں
نہ سختی تھی، نہ نرمی
بس ایک ایسی بے نیازی

جو لفظوں سے زیادہ چبھتی تھی۔

یہ وہ لمحہ تھا
جب اس نے محسوس کیا
کہ اب میرا وجود،
اس کی دنیا سے خارج ہو چکا ہے
بغیر اعلان،
بغیر شکایت،
بغیر الوداع۔

بس ایک دن آیا
اور اس نے جواب دینا چھوڑ دیا۔

نہ کوئی وضاحت،
نہ کوئی سبب
صرف وہ خاموشی
جو حسن کے دل میں گونجتی رہی،
اور وہ ہر روز اُس گونج کو

جواب سمجھتا رہا۔

شاید وہ دن،

جویریہ کے لیے ایک معمولی فیصلہ تھا

لیکن حسن کے لیے

محبت کا آخری دن تھا۔

اور اب جب کوئی پوچھتا ہے:

"کیا تمہارے درمیان کچھ کہا گیا تھا؟"

تو حسن بس اتنا کہتا ہے:

"نہیں...

››››››››››››››››››››››››››››››

حسن نے جب جویریہ کے لیے ایک کتاب لکھی اس کے بعد اس نے محسوس کیا۔

پورے ایک سو ستر صفحات۔

بس اُس کی تعریف

بس اُس کی حیاء، اُس کی چپ، اُس کی خوبصورتی...

حسن نے اپنا دل لکھ دیا۔

پھر حسن نے وہ کتاب اُس کو دی...

اور اُس نے کتاب لینا ہی ٹھکرا دیا۔

کتاب کیا...

شاید اُس دن کے بعد

حسن کو بھی ٹھکرا دیا۔

وہ بدل گئی تھی۔

اب وہ جویریہ نہیں رہی تھی،

وہ کوئی اور ہی شے بن چکی تھی۔

اب وہ بلکل خدا بننے لگی تھی۔

ایسا غرور...

ایسی نظر...

ایسا انداز...

کہ جیسے سامنے والا کوئی فقیر ہو،

یا کوئی خادم

اور وہ کسی دربار کی شہزادی۔

حسن کو خوف آنے لگا تھا۔

اور اُس وقت اسے آریان کی بات یاد آئی:

"مجھے ڈر ہے تُو کہیں اُسے سجدہ نہ کرنے لگے..."

لیکن اب اسے لگنے لگا تھا

کہ شاید وہ خود ہی اپنے لیے سجدے کی امید رکھنے لگی ہے۔

جیسے حسن کوئی ادنیٰ انسان،

کوئی نوکر، ویٹر یا کیشیئر ہو

اور وہ...

ایک ایسی شخصیت

جو صرف اوپر سے دیکھنا جانتی ہے۔

جیسے وہ کوئی شہزادی ہو...

اور حسن اُس کے در کا دربان۔

اور وہ کتاب؟

جو حسن کی روح تھی؟

جس میں اس کا ہر جذبہ، ہر اشک، ہر سجدہ بند تھا؟

اُس نے کہا:

"مجھے مت دو۔"

بس...

وہ لمحہ شاید محبت کا اختتام نہیں تھا

بلکہ

حسن کی خودداری کا جنازہ تھا۔

کامسیٹس کی وہ دوپہر...

عام دنوں جیسی نہ تھی۔

نہ موسم بدلا تھا،

نہ ہوا میں کوئی نئی خوشبو تھی،

مگر آج ماحول میں کچھ ایسا تھا

جو حسن کے دل کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

››››››››››››››››››››››››››››››››

حسن کیفے میں داخل ہوا،

اور جیسے ہی نگاہ اس میز پر پڑی

جہاں ہمیشہ جویریہ، ایمان اور نور بیٹھا کرتی تھیں

اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

وہ تینوں وہاں موجود تھیں...

مگر اکیلی نہیں۔

اُن کے ساتھ تین لڑکے بیٹھے تھے۔

حسن کے قدم زمین سے جیسے چپک گئے۔

نگاہوں نے منظر کو کاٹنا چاہا،

مگر دل نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی،

حسن کی آنکھیں جویریہ پر جا رکیں

اور اُس کے لب...

مسکرا رہے تھے۔

وہ ہنس رہی تھی، باتیں کر رہی تھی،

اور انہوں نے ان لڑکوں کو خود قریب بٹھایا تھا۔

"ہم سب پیپر کی تیاری کر رہے ہیں"،

یہ جملہ شاید عام ہو...

مگر حسن کے لیے یہ ایک زخم تھا

جو پورے وجود پر لگا تھا۔

حسن ساکت تھا،

سانس لینا بھول گیا تھا،

اور دل کے اندر ایک جملہ مسلسل گونجنے لگا:

جو اسے عامر نے کہا۔۔۔

"بھائی...اُنہوں نے کتنی دیر اور کتنے نزدیک سے اُسے دیکھا ہو گا؟"

یہ جملہ...

آج بھی حسن دل کے بیچ میں تیر کی طرح پیوست تھا۔

حسن سوچتا رہا:

کیا وہ نہیں جانتی کہ حسن کون ہے؟

کیا اسے اندازہ نہیں کہ حسن کے دل میں اُس کا مقام کیا ہے؟

یا پھر وہ جانتی ہے...اور نظر انداز کر رہی ہے؟

حسن کو ان لڑکوں سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی

مگر وہ لمحہ،

جب وہ جویریہ کے اتنے قریب بیٹھے تھے...

وہ حسن کی غیرت کے ماتھے پر لکھی ہوئی ایک سُرخ تحقیر تھی۔

حسن باہر نکل گیا...

کیفے کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا رہا۔

نہ رو سکا، نہ کچھ کہہ سکا۔

بس دل ہی دل میں خود کو دہراتا رہا:

"اگر وہ مجھے مل جاتی...

تو ان کا سایہ بھی اُس پر نہ پڑنے دیتا۔"

لیکن اُس دن...

سایہ کیا،

پورا وجود ان کے درمیان بیٹھا تھا۔

حسن اپنے دوستوں کے ساتھ کیفے کے کونے میں بیٹھا تھا۔

عام سی بیٹھک تھی

چائے، ہنسی، بے فکری، وہی روزمرہ کی باتیں۔

مگر حسن کے دل میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔

وہ ہنستا کم، بولتا اور بھی کم،

بس ایک جُملہ تھا

جو اسکی زبان پر بار بار آ رہا تھا:

"اس نے کتنا ٹائم اور کتنے نزدیک سے اُسے دیکھا ہو گا؟"

پہلے آریان نے چونک کر اسکی طرف دیکھا:

"کس کی بات کر رہا ہے تُو؟"

پھر عامر نے ہنستے ہنستے چائے کا کپ میز پر رکھا:

"یار، تُو آج بڑا شاعرانہ لگ رہا ہے... خیریت؟"

شعیب نے آنکھیں سکیڑ کر کہا:

"بھائی، سیدھی بات کر... تیرے دماغ میں کیا چل رہا ہے؟"

حسن خاموش رہا،

لیکن پھر... وہی جملہ:

"اس نے کتنا ٹائم اور کتنے نزدیک سے اُسے دیکھا ہو گا؟"

اب کی بار اسکی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

ایک درد چھپا ہوا تھا،

ایسا درد جسے سمجھنے کے لیے

محض دوست ہونا کافی نہیں تھا

عاشق ہونا پڑتا ہے۔

آریان نے ہلکی آواز میں کہا:

"تُو کہیں جویریہ کی بات تو نہیں کر رہا...؟"

حسن نے سر جھکا دیا۔

عامر اب سنجیدہ ہو چکا تھا۔

شعیب خاموش ہو گیا،

اور میز پر کچھ پل کے لیے گہرا سکوت چھا گیا۔

حسن نے سانس لیا...

اور دل ہی دل میں کہا:

"میں نے اُسے روشنی سمجھا تھا...

مگر آج وہ روشنی دوسروں کے درمیان چمک رہی تھی...

اور میرے دل میں... بس سایہ رہ گیا ہے۔"

حسن دوستوں کے درمیان بیٹھا تھا،

مگر اندر سے ٹوٹا ہوا،

بکھرا ہوا،

اور بس...

ایک جُملے کی خاک میں دفن ہوتا جارہا تھا۔

"اس نے کتنا ٹائم اور کتنے نزدیک سے اُسے دیکھا ہو گا؟"

یہ جملہ اب صرف لفظ نہیں رہا تھا،

یہ حسن کے دل کا زخم بن چکا تھا۔

یقیناً...

ایک ایسا جُملہ جو سادہ نہیں بلکہ پورے وجود پر زخم بن کر اترا ہو،

یہ جُملہ سادہ نہیں...

یہ وہی ہے جو حسن کے دل میں خنجر کی طرح اتر گیا۔

ہر بار جب وہ سانس لیتا ہے،

یہ جُملہ اسکے اندر بازگشت بن کر گونجنے لگتا ہے:

"اس نے کتنا وقت...اور کتنے نزدیک سے اُسے دیکھا ہو گا؟"

شاید چند لمحے کے لیے وہ اُس کے قریب بیٹھے ہو،

مگر حسن کے دل میں وہ منظر پوری زندگی کے برابر ٹھہر گیا۔

چند سیکنڈ کی بات چیت،

چند صفحات کی تیاری،

اور کچھ عام سے جملے

لیکن حسن کے لیے یہ ایک ایسے زہر کی مانند تھے

جو نہ پیا جا رہا ہے،

نہ اُگلا جا سکتا ہے۔

حسن نے جویریہ کو عبادت سمجھا،

اتنی حفاظت سے چاہا

کہ خیال میں بھی اس کے گرد حصار کھینچ دیا۔

کبھی تصور بھی نہ کیا

کہ وہ کسی "اور کی نظروں کے سامنے"

اتنی بے ساختگی سے بیٹھے گی۔

حسن نے اُسے ہمیشہ حیاء کا پیکر جانا تھا،

لیکن اُس دن وہ منظر اسکی سوچ کی بنیادیں ہلا گیا۔

حسن یہ نہیں سوچتا کہ اُس نے کچھ غلط کیا،

وہ تو بس یہ کہتا...

کہ وہ لمحہ اسکے لیے غلط تھا۔

"کتنی دیر اُس نے اُسے دیکھا ہو گا؟

کتنی بار اُس کی مسکراہٹ پر نظریں ٹھہری ہوں گی؟

اور کتنی بار اُس کے دل نے کہا ہو گا... یہ لڑکی تو خاص ہے!"

اور حسن کا دل...

جواُس کی نظروں کی طرف دیکھنے سے بھی جھجکتا تھا،

آج اُس کی موجودگی میں کسی اور کی نظروں کا بوجھ سہہ رہا تھا۔

حسن کو نہیں معلوم

کیا وہ جانتی ہے

کہ اُس ایک لمحے نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔

بس اتنا جانتا

یہ جُملہ اب اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا:

"اس نے کتنا وقت...اور کتنے نزدیک سے اُسے دیکھا ہو گا؟"

اور یہ جملہ...

اس کے دل کا چراغ بجھانے کے لیے کافی ہے۔

حسن نے جویریہ کی خاطر خود کو چھوٹا بنایا

اتنا چھوٹا کہ اس میں اپنے آپ کو پہچاننا بھول گیا۔

کبھی کیفے میں ویٹر بنا،

کبھی کیشیئر...

صرف اس لیے کہ وہ ایک لمحے کو دیکھ لے

اور دل میں کہے:

"یہ وہ ہے، جس نے مجھے عزت دی ہے...مان دیا ہے... سب کچھ دے دیا ہے۔"

لیکن اُس کی نظروں میں

یہ سب کچھ کبھی "محبت" نہیں بنا

بس ایک ''مراعات یافتہ نوکری'' جیسا سلوک رہا۔

پھر حسن نے یونیورسٹی کا ایک بڑا ایونٹ کروایا۔

دن رات کی محنت، ساری امید...

بس اسی آس پر کہ شاید وہ آئے، دیکھے، اور لمحہ بھر کو دل بدل جائے۔

وہ آئی۔

لیکن ایونٹ ناکام ہوا...

اور وہ خاموشی سے چلی گئی

جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

کرکٹ میچ تھا،

حسن کھیل رہا تھا

اور اُس کی نگاہ ہر لمحے اس کے سینے پر تیر بن کر گرتی رہی۔

میچ ہار گئے،

اور حسن کو لگا کہ اُس کی نظر جیسے اب پختہ یقین سے کہہ رہی ہو:

"تم واقعی ناکام ہو ہر میدان میں!"

حسن پڑھائی میں بھی میں کوئی درخشاں ستارہ نہ تھا...

حسن وہ طالب علم تھا

جو اپنی توانائی، ذہن، وقت سب کچھ صرف ایک شخص پر لٹا چکا تھا۔

اور پھر...

حسن نے اُسے اُس کے نئے گروپ میں دیکھا۔

ایسے چہروں کے ساتھ جو کبھی اس کے سامنے بولتے ہوئے بھی کانپتے تھے۔

اور وہ...اُن کے ساتھ ایسے گھل مل گئی

جیسے وہی لوگ اس کے معیار کی آخری حد ہوں۔

تب حسن کو پہلی بار اپنے آپ پر رحم آیا۔

تب اسے سمجھ آیا کہ وہ حسن کو نظرانداز اس لیے نہیں کر رہی تھی کہ وہ بدل گئی ہے...
بلکہ اس لیے کر رہی تھی کہ وہ خود کو "بلند" سمجھنے لگی تھی اور اسے "نیچا"۔

وہ چاہتی تھی کہ حسن اُس کے قدموں میں گر جائے،
اُس کی رضا کی بھیک مانگے،
اُس کی خاموشی کو عبادت مان کر،
اُسے سجدہ کرے۔

جی ہاں
وہ چاہتی تھی کہ اُسے سجدے کیے جائیں!

اور حسن سوچتا رہا:
"ہم نے جسے اپنی محبت میں اونچا کیا،
اُس نے ہمیں اپنی پَیروں کی مٹی بھی نہ سمجھا...
اور ہمارے خلوص کو یوں لیا
جیسے یہ دنیا کی سب سے سستی چیز ہو۔"

اور تب...

حسن نے ہر وہ راستہ چھوڑ دیا

جس پر اُس کے قدموں کے نشان تھے۔

حسن نے وہ محفلیں چھوڑ دیں

جن میں اُس کی آواز کی بازگشت ہوتی تھی۔

💔 اور پھر ایک دن...

حسن نے اُس کی یہ بے رخی محسوس کی جو سُوئی کی نوک سے بھی زیادہ بے درد تھی۔

جویریہ کی نظر میں حسن اب محض ایک چہرہ تھا

ایک وہ،

جسے جب ضرورت پڑے بلایا جائے،

اور جب خاطر میں نہ ہو،

تو نظر بھر کے بھی نہ دیکھا جائے۔

تب اس نے خود کو سنبھالا...

حسن آخر کار سردار قبیلے سے تھا

نہ کسی کے پیچھے جھکنے والا،

نہ کسی کی نظرِ کرم پر جینے والا۔

حسن نے اپنے اندر آواز سنی:

"یہ جو خود کو کم کر چکا ہے،

یہ تو اُس کے لیے تھا جو اُس کی قدر نہ کر سکی۔"

حسن نے وہ راستے چھوڑ دیے

جن پر اُس کے قدموں کے نشان ہوتے تھے۔

حسن نے وہ محفلیں چھوڑ دیں

جن میں اُس کی ہنسی گونجتی تھی۔

اب حسن اُسے نظر آنے کی خواہش بھی چھوڑ چکا تھا،

اور اُس کی خوشبو سے لپٹی ہوا کو بھی ترک کر چکا تھا۔

😞 لیکن...

ان سب ترکوں کے بعد بھی

ایک خلا رہ گیا تھا۔

اور اُس خلا نے حسن اندر دنیا سے بیزاری بھر دی۔

اسے لگنے لگا کہ

یہ دنیا ویسے ہی جھوٹی ہے جیسے جویریہ کی محبت۔

تب ایک دن کسی نے کہا:

"دل لگانے کی جگہ دنیا نہیں ہے...

یہ جگہ تو بس گزرنے کے لیے ہے، رکنے کے لیے نہیں۔"

تب حسن نے فیصلہ کیا...

کہ اب کسی انسان، کسی تعلق، کسی منظر، کسی محفل پر نہیں،

صرف رب پر تکیہ کرنا ہے۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

رات کا وقت تھا، کمرہ بالکل خاموش۔

کھڑکی کے اس پار روشنی کم اور دل کے اندر اندھیرا زیادہ تھا۔

فون بار بار ہاتھ میں آتا اور واپس میز پر رکھ دیا جاتا، جیسے حسن چاہ کر بھی کسی کو کال نہیں کر پا رہا تھا۔

آخر میں نے فائقہ کا نمبر ملایا۔

دو بیل کے بعد وہ بولی:

"السلام علیکم بھائی... خیریت؟ آپ کی آواز کچھ عجیب لگ رہی ہے۔"

حسن نے دھیمی آواز میں کہا:

"فائقہ... وہ چلی گئی۔"

چند لمحے وہ خاموش رہی، جیسے الفاظ ڈھونڈ رہی ہو۔

پھر آہستہ سے بولی:

"کون... جویریہ؟"

حسن نے بس "ہمم" کہا اور نظریں نیچے کر لیں۔

اس نے گہرا سانس لیا اور کہا:

"بھائی، یاد ہے آپ نے مجھے ایک بار کہا تھا کہ ہر چیز اللہ کے حکم سے ہوتی ہے؟ تو پھر آج کیوں ٹوٹ گئے ہیں؟"

حسن نے تلخی سے کہا:

"کیونکہ میں نے اس کے لیے سب کیا... اور آخر میں خالی ہاتھ رہ گیا۔"

فائقہ کی آواز میں مضبوطی آگئی:

"خالی ہاتھ؟ نہیں بھائی، آپ کے پاس آپ کی نیت ہے، آپ کی سچائی ہے۔

رشتے ختم ہوتے ہیں، مگر سچائی کبھی نہیں مرتی۔

جویریہ کا جانا آپ کی ہار نہیں، یہ صرف اللہ کا ایک اشارہ ہے کہ آپ کے لیے کچھ اور بہتر رکھا ہے۔"

حسن خاموش رہا۔ آنکھوں کے کنارے نم تھے، لیکن اس کے الفاظ دل میں اتر رہے تھے۔

وہ مزید بولی:

"آپ نے ہمیشہ دوسروں کو سہارا دیا، اب خود کو بھی وہی سہارا دیں۔

یہ وقت گزر جائے گا... اور یاد رکھیں، بہنیں بھائیوں کے ٹوٹنے نہیں دیتیں۔"

حسن نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔

پہلی بار لگا شاید وہ واقعی گرنے سے بچ جاؤں گا۔

حسن کے خاموش رہنے پر فائقہ نے آہستہ سے کہا:

"بھائی... ایک بات یاد رکھیں، اللہ کبھی بھی اپنے بندے سے وہ چیز نہیں لیتا جب تک کہ وہ اس سے بہتر نہ دینے والا ہو۔"

حسن نے مدھم آواز میں کہا:

"لیکن فائقہ... جب دل ابھی خالی ہو تو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔"

وہ ذرا دیر رکی، پھر مضبوط لہجے میں بولی:

"سمجھ آتی ہے، بھائی... اگر ہم اپنی آنکھیں اللہ کے وعدوں پر رکھیں۔

قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

" عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْــًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ"

ترجمہ:

"ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو"۔

"ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں نقصان دہ ہو"۔

حسن خاموشی سے سنتا رہا۔ وہ آگے بولی:

"آپ کو لگتا ہے کہ جویریہ کا جانا نقصان ہے، لیکن شاید اللہ نے آپ کے دل کو اس امتحان سے گزروا کر کسی بڑے مقصد کے لیے تیار کیا ہے۔

ہم جو دیکھتے ہیں وہ ایک صفحہ ہے، مگر اللہ پوری کتاب دیکھ رہا ہوتا ہے۔"

حسن نے سر جھکا کر کہا:

"پھر بھی فائقہ... درد تو ہے۔"

وہ نرمی سے بولی:

"درد کا ہونا غلط نہیں، بھائی... لیکن اس کو اپنی جڑوں میں نہ اترنے دینا۔

دیکھیں، صبر صرف برداشت کا نام نہیں، صبر کا مطلب ہے اللہ کی رضا پر راضی رہنا۔"

پھر ہلکی سی مسکرا کر بولی:

"یاد رکھیں، جو اللہ پر چھوڑ دیتا ہے، اللہ اسے کبھی خالی نہیں لوٹاتا۔

آپ نے کہا کہ آپ نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا... تو پھر یقین بھی مکمل ہونا چاہیے۔"

اس کے الفاظ میں ایسا یقین تھا کہ حسن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، لیکن یہ آنسو کمزوری کے نہیں، ایک عجیب سی طاقت کے تھے۔

رات دیر تک فائقہ کی آواز حسن کے ذہن میں گونجتی رہی۔

"صبر کا مطلب ہے اللہ کی رضا پر راضی رہنا... جو اللہ پر چھوڑ دیتا ہے، اللہ اسے کبھی خالی نہیں لوٹاتا..."

ان الفاظ نے جیسے ءسن کے دل کے اندر ایک چراغ جلا دیا ہو۔

نیند آہستہ آہستہ آئی، اور پہلی بار کئی دنوں بعد وہ بغیر کسی بوجھ کے سو گیا۔

صبح سورج کی روشنی کھڑکی سے کمرے میں پھیلی تو حسن کے دل میں عجیب سا سکون تھا۔

اس نے وضو کیا، فجر کی نماز پڑھی

اس لمحے اس نے دل ہی دل میں کہا:

"شکریہ فائقہ... بہنیں واقعی بھائیوں کو ٹوٹنے نہیں دیتیں۔"

››››››››››››››››››››››››››››››

زندگی کچھ دنوں میں بدل جاتی ہے

اور ان دنوں...

کامسیٹس کی راہداریوں میں دو جدائیاں چل رہی تھیں۔

ایک وہ...

جو حسن کے دل کے اندر تھی

جویریہ کی خاموشی، اُس کی بے رخی، اُس کا بدل جانا۔

اور دوسری وہ...

جو دل کے باہر تھی

آریان... حسن کا سب سے قریبی دوست... جس کا آخری سیمسٹر تھا۔

وہ جا رہا تھا۔

اس کا ہنسی میں لپٹا فلسفہ،

الفاظ کی گہرائی،

اور ہر بات میں وہ "سیّدوں والا وقار"

اب یادیں بننے والے تھے۔

حسن اکثر سوچتا...

"کیا جویریہ کے بعد آریان کی جدائی برداشت ہو سکے گی؟"

ایک دن آریان اس کے ساتھ لان میں بیٹھا تھا۔

دونوں خاموش تھے۔

حسن نے بس اتنا کہا:

"یار، تُو بھی جا رہا ہے...
دل میں اک خلا ہے،
پہلے وہ گئی، اب تو جا رہا ہے۔"

آریان ہنسا، ہمیشہ کی طرح نرم لہجے میں بولا:

"محبت تمہاری عبادت ہے، بھائی۔
اور عبادت میں تنہائی ہوتی ہے...
بس رب کا ساتھ ہوتا ہے۔
باقی سب آتے جاتے رہتے ہیں۔"

حسن خاموش ہو گیا۔

اسی شام...
حسن کو کال آئی سجاد کی

سجاد۔۔۔۔۔

۔حذن کا پرانا دوست، کال اٹھاتے ہی کہنے لگا میرا تیری یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو گیا ہے اور میں تیرے پاس شفٹ ہو رہا ہوں۔"

اور حسن کے دل میں ایک عجیب سی اُمید جاگی
جیسے کہانی اب ایک نیا موڑ لے گی۔

آریان جا رہا تھا...اور سجاد آ رہا تھا۔

مگر حسن جانتا تھا
آریان کی کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا۔

اور

جویریہ؟
وہ اب بھی اس کے لیے موجود تھی...
لیکن نہ ہونے جیسی۔

حصہ دوم

" رب کی تلاش"

شروع میں یہ محبت روشنی تھی،
جیسے کسی بند کمرے میں کھڑکی کھل جائے،
اور اندر دھوپ اترے
خاموش، نرم، اور پاکیزہ۔

حسن نے جویریہ کو چاہا
تو ایسا لگا جیسے حسن کے دل کو دعا مل گئی ہو۔
اسکی ہر بات،
اسکی چپ،
اسکا وقار...
حسن کے اندر سکون لے آیا تھا۔

مگر پھر وہی روشنی
اکھڑنے لگی،
دل دھڑکنے کے بجائے کانپنے لگا،

اوراس کی خاموشی

حسن کے لیئے

دعا کے بجائے سزا لگنے لگی۔

وہ جو ہر دن دعاؤں کا حصہ تھی،

اب ہر رات ایک سوال بن گئی۔

اور حسن جسے کبھی جویریہ کی نسبت پر فخر تھا،

اب خود سے چھپتا پھر رہا تھا۔

تب جا کے حسن کے دل نے پہلی بار رب سے عرض کی:

"یااللہ، اگر یہ محبت بوجھ بن گئی ہے

تو مجھے ہمت دے کہ میں اس کا وزن تیرے قدموں میں رکھ سکوں،

اور وہ سکون پا سکوں

جو صرف تیری رضا میں ہے۔"

حسن نے محبت سے انکار نہیں کیا،

بس اسے رب کے سپرد کر دیا

کیونکہ جب محبت بوجھ بن جائے،

تو وہ تعلق نہیں رہتی،

ایک آزمائش بن جاتی ہے۔

حسن کو اب اس کیمپس میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔۔

وہ دن، جب لوگ اس کے آس پاس تھے...

مگر کوئی اس کے دل کے قریب نہ تھا۔

وہ کیفے جہاں لوگ مسکرا رہے تھے،

مگر اس کے اندر ایک ایسا شور تھا

جو صرف خاموشی میں سُنا جا سکتا تھا۔

جویریہ کی چپ...

نہ جانے کیوں حسن کے دل میں ایک ایسی گونج پیدا کرتی تھی

جو ہر آہٹ کو دھندلا دیتی۔

پھر ایک دن سب دوست بیٹھے تھے۔

شعیب اپنی شرارتوں میں مصروف تھا،

عامر کچھ فلسفہ جھاڑ رہا تھا،

لیکن نہ حسن کو شعیب کی شوخی اچھی لگ رہی تھی،

نہ عامر کی باتیں دل کو چھو رہیں تھیں،

اسکے کانوں میں بس ایک لفظ گونج رہا تھا: "جویریہ"

اور آنکھوں میں وہی حقارت...

جو حسن اُس کی آنکھوں میں اپنے لیے دیکھ چکا تھا۔

حسن ان سب سے، ان لمحوں سے،

ان آوازوں اور لفظوں سے تھک چکا تھا۔

دل چاہ رہا تھا کہ بس...

کہیں بھاگ جائے۔

بغیر کچھ کہے،

بغیر کسی کو بتائے۔

نہ منزل کا علم تھا،

نہ رستے کا...

بس دل میں ایک شور تھا اور قدموں میں بے چینی۔

یہ وہ لمحہ تھا

جب حسن نے خود کو سب سے کاٹ دیا۔

اٹھا، چپ چاپ...

اور چل پڑا۔

جب حسن سب سے بھاگ کر نکلا،

تو اسکی جیب میں نہ نقشہ تھا، نہ ارادہ...

بس دل میں ایک عجیب سی خواہش تھی

کہ رب کو پالینا ہے۔

راستہ خود بخود بننے لگا...

پہلا رکشہ خود آکر اس کے سامنے رُکا،

ڈرائیور نے کچھ نہ پوچھا، بس کہا:

"بیٹا، خانقاہ جا رہے ہو؟ بیٹھ جاؤ۔"

حسن ہکا بکا رہ گیا

کیونکہ اس نے تو "خانقاہ" لفظ تک زبان سے ادا نہیں کیا تھا۔

پہلی نشانی...

رب کی طرف سے، خاموش سی تصدیق۔

راستے میں جب وہ رکشہ ایک سنسان سڑک سے گزر رہا تھا،

تب ایک بزرگ فقیر ہاتھ میں کچھ پھول لیے جا رہا تھا،

آہستہ آہستہ...

اور وہ بس یہی پڑھ رہا تھا:

"جس نے سب کچھ کھو دیا،

وہی رب کا ہو گیا!"

حسن نے رخ کھڑکی سے باہر کر لیا

لیکن دل میں کچھ بھیگ گیا۔

لگا، جیسے کوئی آواز کہہ رہی ہو:

"اب تُو میرا ہے..."

ایک اور جگہ،

جہاں وہ چند لمحے رکا،

وہاں ایک بچی زمین سے گرے ہوئے قرآن کے صفحے کو چوم کر سنبھال رہی تھی۔

یہ وہ لمحہ تھا

جہاں اسکی آنکھوں سے بنا اجازت آنسو بہہ نکلے۔

حسن کو وہ صفحے یاد ہو گئے،

اس پر یہ آیت لکھی تھی:

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي، فَإِنِّي قَرِيبٌ"

"جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں، تو یقیناً میں قریب ہوں۔"(البقرہ186)

بس، پھر حسن کے دل نے اور کچھ نہ سوچا۔

اس کے بعد،

حسن ایک چائے کے ہوٹل پر رکا۔

چائے پلانے والا لڑکا بظاہر عام سا تھا،

مگر اُس نے اس سے کہا:

"بھائی، کبھی کسی دن خانقاہ ضرور جایا کریں...وہاں دل کو سکون ملتا ہے۔"

یہ تیسری بار تھا

جب لفظ "خانقاہ" اسے زبان سے سنے بغیر سنایا جا رہا تھا۔

حسن جان چکا تھا...

رب بلا رہا ہے

کسی مسجد کے امام سے نہیں،

کسی پیر کے پیغام سے نہیں،

بلکہ راستے میں ملنے والی چھوٹی چھوٹی نشانیوں سے۔

آخرکار،

ایک وین ملی جو سیدھی گولڑہ شریف جا رہی تھی۔

راستے میں،

جب درختوں کی قطاریں آئیں،

بادل تھوڑا جھکنے لگے،

اور پرندے آسمان میں ایک سمت میں اڑنے لگے

تو دل میں بس یہی آیا:

"یہ سب مخلوق بھی تو اُسی کی طرف جا رہی ہے،

تو میں کیوں نہ جاؤں؟"

تو حسن وہاں پہنچ گیا...

نہ اچانک،

نہ بے مقصد

بلکہ اُس کے بلانے پر،

اُس کی چھوٹی چھوٹی آوازوں کو سنتے سنتے۔

اور تب ہی حسن کے دل نے پہلی بار مانا:

"یہ جو در ہے،

یہی ہے اصل در...

باقی سب راستے دھوکہ تھے۔"

جب حسن گولڑہ شریف پہنچا،
تو وہ کوئی عظیم محل نہیں تھا
نہ سنگ مرمر کی جھلک،
نہ صوفیانہ ترانے،
بس ایک خاموشی...
جس میں رب کی طرف سے بلاوا تھا۔

وہ رکا،
دھیرے سے سانس لی،
اور اس کے دل نے آہستہ کہا:

"ہمیں پہنچنا یہی تھا...
ہم آگئے ہیں
رب کے در پر، اپنے سارے سوالوں، ساری تھکن،
اور ساری ٹوٹی محبتوں کے ساتھ۔"

یہ وہ دن تھا جب حسن کے دل میں شور بہت تھا،

لیکن زبان پر کوئی حرف نہیں تھا۔

یہ وہ دن تھا جب کسی رشتے سے کچھ باقی نہ رہا،
اور حسن ہر اُس دروازے کو پیچھے چھوڑ آیا
جہاں سے کبھی امید کی ایک کرن جھانکتی تھی۔

حسن خالی ہاتھ، خالی دل، خالی نظریں لیے
خاموشی کی تلاش میں نکلا تھا،
لیکن اسے خود کو بھی معلوم نہ تھا کہ
دل کی چیخ کو خاموشی کہاں سن سکتی ہے؟

جب اس نے گولڑہ شریف کے دروازے پر قدم رکھا،
تو ایسا لگا جیسے کسی اور دنیا میں داخل ہو گیا ہوں۔
یہاں کوئی بورڈ نہیں تھا،
نہ واعظ، نہ خوش آمدید،
نہ وہ رسمی مسکراہٹیں جن میں دکھاوا چھپا ہوتا ہے۔

بس ایک ایسی خاموشی تھی

جو اس کے اندر کے شور کو چپ کرا رہی تھی۔

ہر طرف ہلکی ہلکی ہوا،

مٹی میں ایک مانوس سی خوشبو،

دیواروں پر وقت کی مہر،

اور فضا میں ایک گہری خاموش صداقت۔

پہلی بار حسن کے دل نے کہا:

"یہاں کوئی ہے جو میری آواز سنے گا،

بغیر کہے، بغیر سوال کیے۔"

اسے لگا جیسے وہ رب...

جس سے وہ دور تھا،

اب خود اسے قریب بلا رہا ہے۔

یہاں نہ اسے "عاشق" بننے کی ضرورت تھی،

نہ "مظلوم" بننے کی۔

یہاں وہ بس "انسان" تھا...

اپنے درد، اپنے گناہ، اور اپنے ٹوٹے خوابوں کے ساتھ۔

اور اس پہلی خاموشی میں،

اسے لگا...

"رب ناراض نہیں ہے

بس انتظار کر رہا تھا کہ وہ خود آ جائے۔"

خانقاہ کے ایک پرانے ستون کے ساتھ حسن خاموش بیٹھا تھا۔

نہ کسی عبادت کا ارادہ تھا،

نہ کسی ذکر میں دل لگ رہا تھا۔

بس دل تھکا ہوا تھا...

اور آنکھیں خالی۔

حسن کے دل میں تو بس اتنا شور تھا کہ

جویریہ کیوں گئی؟

اس نے کیا کمی چھوڑی تھی؟

کیا وہ اتنا بھی قابل نہ تھا کہ اُس کی ایک نظر کا حق دار بن پاتا؟

اُسی گہری سوچ کے عالم میں
جب حسن خود کو مکمل تنہا محسوس کر رہا تھا
تب وہ نظر اس کے دل پر پڑی۔

مرشد آہستہ آہستہ گزر رہے تھے،
ان کے چہرے پر روشنی،
قدموں میں وقار،
اور آنکھوں میں وہ سکون...
جو برسوں کی عبادت سے آتا ہے۔

نہ وہ رُکے،
نہ کچھ کہا،
بس ایک نظر حسن پر ڈالی
اور وہ نظر...
جیسے کسی نے اس کے اندر کی ہر چیخ سُن لی ہو۔

ایسا لگا جیسے اسکے دل کی تہہ میں چھپی ہوئی باتیں،

اسکے خواب،

اسکی دعائیں،

اسکی بے وقعتی،

اسکی بیزاری...

سب مرشد کی آنکھوں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح آگئی ہوں۔

یہ وہ نظر تھی

جس میں نہ ہمدردی تھی،

نہ ترس،

نہ سوال

بس ایک خاموش تائید تھی حسن کے لیئے کہ :

"ہاں، بیٹا... تُو ٹوٹ چکا ہے،

مگر اب تُو رب کی طرف بڑھنے کے قابل ہو گیا ہے۔"

حسن کے اندر ایک لمحے کو ہلچل ہوئی

جیسے صدیوں کے بعد دل کو کسی نے تھپک کر کہا ہو

کہ اب تُو اکیلا نہیں۔

اُس ایک نظر نے اسکے اندر جو گرہیں برسوں سے بند تھیں،
آہستہ آہستہ کھولنا شروع کر دیا۔
وہ اُسی ستون کے ساتھ بیٹھا رہا،
لیکن اندر کچھ نرمی سی اُترنے لگی۔

مرشد کی وہ نظر...
حسن کو بولے بغیر بتا گئی
کہ یہاں کوئی ہے
جو اسے سمجھتا ہے۔۔

وہ رات سادہ تھی
نہ چاند پوری طرح چمک رہا تھا،
نہ ہوا خوشبو سے لبریز تھی،
اور نہ ہی حسن کے دل میں کوئی خاص دعا باقی رہ گئی تھی۔

وہ خانقاہ کے ایک محراب والے گوشے میں بیٹھا تھا،
جہاں وقت رُک سا جاتا ہے...

اور انسان اپنی عمر کے ہر سوال سے آہستہ آہستہ آزاد ہونے لگتا ہے۔

اسی خاموشی میں،

کہیں دور سے ایک آواز آئی

بہت دھیمی، بہت ہلکی...

لیکن حیرت انگیز طور پر صاف:

"اللہ.. اللہ.. اللہ.."

نہ کوئی دھن،

نہ کوئی ساز،

نہ ہی کسی خاص لحن میں،

بس وہی ایک لفظ...

جو شاید اس نے ساری زندگی سُنا تھا

لیکن آج پہلی بار محسوس کر رہا تھا۔

وہ ذکر،

اس کے کانوں سے ہوتا ہوا

اس کے سینے میں اُتر گیا۔

اسکی دھڑکنیں آہستہ آہستہ اس کے ساتھ ہم آہنگ ہونے لگیں،
جیسے کسی بھولے ہوئے ساز کو کوئی پرانا موسیقار چھیڑ رہا ہو۔

حسن کی سانسوں کا اتار چڑھاؤ بدلنے لگا،
اور وہ خود سے یہ پوچھنے لگا:

"کیا یہ وہی اللہ ہے... جسے اس نے صرف مصیبت میں پکارا؟
یا یہ وہ ہے،
جس نے ہر بار چپ رہ کر بھی اس کی پکار سن لی؟"

وہ ذکر صرف زبان پر نہیں تھا،
نہ ہی صرف ماحول میں
وہ اس کے دل کی خالی جگہ میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔

وہ کچھ لمحے اُس آواز کو سنتا رہا
اور پھر لگا،

جیسے وہ ذکر اسکی روح کی گمشدہ آواز ہو...

جو برسوں سے کسی دروازے پر سر ٹکرا رہی تھی۔

یہ وہ لمحہ تھا

جہاں پہلی بار رب کے نام نے حسن کے اندر کوئی جنبش پیدا کی۔

اور یہ وہ رات تھی

جس کے بعد حسن اب ویسا انسان نہ رہا

جو صرف محبت کی وجہ سے خانقاہ آیا تھا،

بلکہ وہ انسان بننے لگا

جو رب کی طرف سے محبت پانے آیا تھا۔

مرشد حسن کے قریب بیٹھے،

چہرہ خاموش لیکن نگاہ پر سکون۔

جب انہوں نے کہا:

"جو تجھے چھوڑ گیا، وہ رب کا اشارہ تھا کہ تُو اصل کی طرف پلٹے۔"

تو اسکی آنکھیں بھیگ گئیں۔

اس نے سر جھکا لیا۔

ایک گہری سانس لی...اور ہمت کر کے دل کا وہ سوال زبان پر لے آیا

جو شاید کبھی کسی سے نہ پوچھ سکا تھا۔

حسن نے دھیرے سے کہا:

"مرشد... کیا خدا مجھ گناہگار سے بھی محبت کرے گا؟

میں جس نے نماز میں بھی کوتاہی کی،

جس نے اپنے دل کو غیر کے قدموں میں رکھا...

کیا اُس کا رب اس سے اب بھی محبت رکھے گا؟"

مرشد کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

انہوں نے حسن کی طرف دیکھا

ایسے جیسے وہ پہلے ہی جانتے ہوں کہ یہ سوال اس کے اندر کتنے دنوں سے پک رہا ہے۔

انہوں نے نرمی سے جواب دیا:

"بیٹا...رب نے کبھی نہیں کہا کہ وہ صرف پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اُس نے تو فرمایا:

'إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين'

یعنی اللہ اُن سے محبت کرتا ہے جو توبہ کرتے ہیں،

اور جو خود کو پاک کرتے ہیں۔"

حسن نے سوال کو دُہرایا...

اس بار کچھ زیادہ لرزتے ہوئے:

"تو کیا وہ میرا بھی انتظار کرتا ہے؟

میں...؟

جس نے ہر بار صرف اُس وقت پکارا جب سب چھوڑ گئے تھے؟

جو صرف تکلیف میں اُس کو یاد کرتا رہا؟"

مرشد کا چہرہ تھوڑا سنجیدہ ہوا

لیکن آنکھوں میں روشنی بڑھ گئی۔

انہوں نے دھیرے سے حسن کے دل پر ہاتھ رکھا

اور کہا:

"یہ جو دل تیرے اندر دھڑک رہا ہے،

یہ اُس کا سب سے بڑا جواب ہے۔

اگر وہ تیرا منتظر نہ ہوتا...

تو کبھی تجھے یہاں نہ بلاتا۔

تیرے قدم تیرے نہیں،

اُس کی چاہت کے مسافر ہیں۔"

حسن کچھ نہ کہہ سکا۔

بس وہیں بیٹھے بیٹھے،

اس کے اندر کچھ پگھلنے لگا۔

کچھ ایسا جو برسوں سے جما ہوا تھا۔

شاید وہ شرمندگی...

شاید وہ بوجھ...

شاید وہ گناہ جو وہ خود بھی معاف نہ کر سکا تھا۔

مرشد نے آخر میں صرف اتنا کہا:

"یاد رکھ...

وہ رب ہے

جو گناہگار کو گلے لگا کر

اُسے اپنے قریب لے آتا ہے

جیسے تُو آیا ہے۔"

اُس دن جب گولڑہ شریف میں حسن نے مرشد کی باتیں سنیں،

حسن کے دل میں جیسے ایک زلزلہ برپا ہو گیا۔

محفل خاموش تھی،

لیکن اُن کے الفاظ اس کے اندر شور مچا رہے تھے:

"دل کو دنیا کی چاہ سے خالی کرو...

اور دیکھو پھر رب تمہارے دل کو کیسے بھر دیتا ہے۔"

حسن پتھر کا بن چکا تھا...

جس پر برسوں سے محبتِ دنیا برس رہی تھی

لیکن اُس دن جیسے

مرشد کے ایک جملے نے

پہلی بار اس کے اندر کی زمین کو نرم کر دیا۔

وہ وہیں درگاہ کے ایک سائے میں بیٹھا،

چُپ چاپ سب سن رہا تھا

مگر اندر ہی اندر

خود سے کہہ رہا تھا:

"میں کتنا فالتو دوڑ رہا تھا

اُس کی طرف...

جو میری نہ تھی،

اور نہ مجھے رب سے قریب کر رہی تھی۔"

پھر حسن نے آسمان کی طرف دیکھا،

اور پہلی بار وہ بات کہی

جو کبھی جویریہ کو کہتے وقت

اس کی آنکھوں میں چمک لاتی تھی...

اور اب رب کے سامنے
آنسو بن چکی تھی۔

"یا اللہ،
تو بہتر جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے...
میں جسے چاہتا ہوں، وہ تیری مخلوق ہے...
لیکن میں تیری رضا سے غافل ہو چکا ہوں۔"

یہ پہلی بار تھا
کہ حسن نے رب کو حال سنایا تھا
کسی انسان کو نہیں۔

اس نے سجدہ کیا،
اور دل سے عرض کی:

"یا رب...
اگر وہ میری قسمت میں نہیں،
تو اس کے خیال کو بھی نکال دے

کیونکہ میں اب صرف تیرا ہونا چاہتا ہوں۔"

گولڑہ کا وہ صحن،

مرشد کا وہ جملہ،

اور حسن کی خاموشی میں بہتے آنسو

یہ سب گواہ ہیں

کہ اُس دن محبت کا مفہوم بدل گیا تھا۔

اب حسن کی وہ دعا نہیں رہی تھی

کہ وہ میری ہو جائے...

اب وہ دعا بن گئی تھی:

"یااللہ، تو مجھے اپنا بنا لے...

اور اگر کسی کو میری طرف بھیجنا ہے،

تو صرف اس صورت میں

جب وہ تجھ سے قریب کرے۔"

حسن اٹھا، درگاہ کے ستون کو چھوا،

اور دل سے کہا:

"یہ وہ جگہ ہے،
جہاں اس نے انسان سے ہٹ کر
رب سے محبت کی ابتدا کی ہے۔"

"رب وہ مقام ہے
جہاں ہر سوال خود ہی ٹوٹ کر
سجدہ بن جاتا ہے۔"

اور حسن...
گولڑہ کی اس خاموشی میں
اپنی الجھنوں سے عبادت بُننے لگا تھا۔

محبت کے دنوں میں انسان دوسروں کو دیکھتا ہے
ان کی مسکراہٹوں میں جیتا ہے،
ان کے سکوت میں خود کو تلاش کرتا ہے،
اور ان کے ردِ عمل سے اپنی قدر ماپتا ہے۔

حسن نے بھی ایسا ہی کیا۔

جویریہ کی خاموشی کو اپنی سنجیدگی سمجھا،

اس کی چپ کو اپنے احترام کا نتیجہ مانا،

اور اسکی دوری کو آزمائش کا نام دے دیا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

مگر ایک دن...

گولڑہ کی درگاہ پر،

وہ صحن جہاں خاموشی میں صدائیں گونجتی ہیں،

جہاں درختوں پر تسبیح کی خوشبو ہوتی ہے،

حسن اکیلا بیٹھا سوچ رہا تھا

اور تب اسے احساس ہوا:

جویریہ تو اب مکمل غائب ہو چکی ہے۔

نہ کسی خواب میں،

نہ کسی خیال میں،

نہ کسی دعا کے الفاظ میں۔

تب وہ درگاہ کے اُس آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا

جو حجرے کے پاس رکھا تھا

وہ آئینہ جس میں لوگ ظاہری صفائی دیکھتے تھے،

حسن نے اُس میں اپنی باطنی حقیقت دیکھی۔

صرف اس کا چہرہ تھا وہاں

اسکی خامی، اسکی خود فریبی،

اسکی شدت، جو افراط بن چکی تھی۔

حسن نے خود کو دیکھا

وہ آنکھیں جو ہر وقت جویریہ کو تلاش کرتی تھی،

وہ زبان جو ہر دعا کے بعد اس کا نام دہراتی تھی،

وہ دل جو سجدے میں بھی اسکا عکس رکھتا تھا۔

اور وہ چونک گیا...

یہ میں کون بن گیا ہوں؟

کیا میں رب کا بندہ ہوں
یا صرف ایک ایسا دیوانہ
جو عبادت کے پردے میں اسے پکار رہا ہے؟

آئینہ خاموش تھا
مگر سچ بول رہا تھا۔

اور گولڑہ کی فضا...
جیسے ہر درخت، ہر دیوار
اسکے باطن کی گواہی دے رہی تھی۔

اس دن حسن نے پہلی بار
اپنے سچے چہرے کو دیکھا
اور سمجھا:

"محبت تبھی عبادت بنتی ہے

جب انسان آئینے میں

خود کو رب کے بندے کی صورت میں دیکھے،

نہ کسی عاشقِ مجازی کی صورت میں۔"

حسن نے آئینے کے سامنے اپنے آپ سے کہا:

"اب اگر تیری آنکھ نم ہو،

تو وہ صرف رب کی خشیت میں ہو

نہ کہ کسی ایسی چاہ میں

جو تیری عبادت کی راہ میں

حجاب بن چکی ہو۔"

اور اس کے بعد...

حسن وہی رہا،

مگر کچھ بدل گیا تھا

کیونکہ گولڑہ کے آئینے نے

اسے اس سے ملا دیا تھا

اس رات نہ بجلی چمکی،

نہ بادل گرجے،

نہ کسی اذان کی آواز آئی

لیکن حسن کے دل کے اندر ایک بجلی ضرور گری تھی...

اور وہ تھی تسلیم کی روشنی۔

یہ سجدہ،

کسی اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ پر نہیں تھا،

نہ کسی بڑی دعا کی قبولیت کے دن،

اور نہ ہی کسی نیکی کے بعد۔

یہ سجدہ اُس لمحے آیا،

جب حسن کے دل کے اندر اتنی تھکن جمع ہو چکی تھی

کہ اب کوئی اور راستہ باقی نہ بچا تھا۔

نہ جویریہ کے لوٹ آنے کی امید،

نہ انسانوں کی تسلیوں کی طلب،

نہ دوستوں کی باتیں،

نہ ہی دنیا کے وعدے...

بس ایک پکار تھی اندر سے:

"اے رب! اب بس تو ہی باقی رہ گیا ہے۔"

حسن نے جائے نماز بچھائی،

نہایت سادہ

جیسے اس کی زندگی بن چکی تھی۔

جب وہ تکبیر کہتا،

تو پہلی بار اسے ایسا محسوس ہوتا ہے

کہ یہ "اللہ اکبر"

صرف زبان سے نہیں نکلا

بلکہ دل نے اعتراف کیا

کہ ہاں، تُو واقعی سب سے بڑا ہے۔

رکوع میں جسم جھکا،

لیکن دل بھی ساتھ ساتھ جھکتا چلا گیا

ہر غرور، ہر زخم، ہر خواہش...

سب نیچے ہو گئے۔

پھر جب وہ سجدے میں گیا،

اور ماتھا زمین سے لگا...

تو پہلی بار زمین اسے ٹھنڈی نہیں، مہربان لگی۔

وہ مٹی

جس سے اسے بنایا گیا،

آج اُسی مٹی پر جھک کر

وہ خود کو رب کے قدموں میں محسوس کر رہا تھا۔

کوئی زبان پر الفاظ نہ تھے،

لیکن حسن کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:

"میں تھک چکا ہوں، یا رب...

اب نہ کوئی سوال ہے،

نہ شکوہ...

صرف تو ہے...

اور مجھے تُو ہی کافی ہے۔"

اُس سجدے میں

نہ کسی جنت کی لالچ تھی،

نہ جہنم کا خوف...

نہ کسی دعا کی فہرست،

نہ ہی کسی کے لوٹ آنے کی آس...

وہ سجدہ محبت سے خالص تھا،

خالی ہاتھ، خالی دل،

لیکن صرف تیری طرف۔

اور اسی سجدے نے،

اس کے اندر برسوں سے بند ایک دروازہ کھولا

جس کے پیچھے

سکون بیٹھا تھا،

اور رب اس کا منتظر۔

وہ رات حسن کے لیئے باقی راتوں سے مختلف تھی۔

نہ چہرے پر مسکراہٹ تھی،

نہ آنکھوں میں اشک...

بس ایک عجیب سی ہلکی روشنی دل میں چمک رہی تھی

جیسے کسی نے اندر دیا جلایا ہو،

جو نہ تیز ہے، نہ مدھم...

بس مستقل اور پر سکون۔

اس سجدے کے بعد

اس نے کچھ مانگا نہیں،

بس خاموشی سے بیٹھ گیا۔

اور یہی خاموشی...

اس کی دعا بن گئی۔

حسن نے نہ ہاتھ اٹھائے،

نہ لب ہلائے،

بس دل کو کھول کر رکھ دیا

ایسا دل جس میں ٹوٹے خواب تھے،

سہمے سوال تھے،

ادھورے وعدے تھے،

اور ایک ایسا دکھ...

جو لفظوں میں نہیں سماتا تھا۔

اس خاموشی میں،

حسن کو پہلی بار رب کا لمس محسوس ہوا۔

ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا ہو

اور کہا ہو:

"تو آیا ہے...

دیر سے آیا ہے،

لیکن آیا ہے

یہی کافی ہے۔"

اس وقت اسے رب کی ذات
کسی تصور یا کتاب کے صفحے جیسی نہیں لگی
بلکہ جیسے وہ سامنے بیٹھا ہے،
اور اسکی خاموشی کو
پورے درد کے ساتھ سن رہا ہے۔

پھر دل کے اندر ایک خیال چمکا:

"تجھے دعاؤں کی فہرست نہیں چاہیے، تجھے صرف رب چاہیے...
اور وہ تجھے مل چکا ہے۔"

حسن وہیں بیٹھا رہا۔
نہ کوئی رونا آیا، نہ کوئی چیخ...
بس ایک عجیب سکون تھا جو شاید دعاؤں کے جواب سے بڑا ہوتا ہے۔

یہ پہلی بار تھا جب حسن نے جانا کہ دعا صرف مانگنے کا نام نہیں۔

کبھی کبھار خاموش رہ کر رب کو خود فیصلہ کرنے دینا... یہ بھی عبادت ہے۔

اس رات نہ کوئی منظر تھا، نہ آواز...

لیکن ایک احساس تھا:

"میری دعا سن لی گئی ہے... کیونکہ رب اب میرے دل میں بولنے لگا ہے۔"

یہ خاموشی اس سے پہلے کبھی اتنی بھرپور نہ تھی۔

اور شاید یہی پہلا لمحہ تھا جب حسن کو یقین ہوا کہ رب نے اسے قبول کر لیا ہے...

جیسے وہ ہے، اس کے دکھ، اس کی کمزوریاں، اس کی خطائیں سب سمیت۔

صبح کی خاموش روشنی دھیرے دھیرے دربار کے صحن پر اتر رہی تھی۔

ہوا میں ٹھنڈک تھی اور دل میں ایک بے نام سا سکون...

جو نہ ہنسی میں ظاہر ہوتا ہے، نہ آنکھ کے آنسو میں... بس دل کے اندر آہستہ آہستہ ٹھہرنے لگتا ہے۔

حسن معمول کے مطابق صحن کے ایک کونے میں جا بیٹھا،

جہاں مرشد اکثر اپنے خادم کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔

آج وہ تنہا تھے،

چپ، خاموش، اور جلال میں لپٹے نور جیسے۔

انہوں نے حسن کو دیکھتے ہی بلایا۔

اشارے سے نہیں، بلکہ دل نے محسوس کیا کہ وہ بلا رہے ہیں۔

قریب جا کر بیٹھا تو وہ کچھ دیر خاموش رہے۔

پھر کہا:

"دل کو رب کے سوا کسی کے لیے نہ رکھ، کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں صرف وہ رہنے کے لائق ہے جو تجھے ٹوٹنے کے بعد بھی قبول کرے۔"

حسن نے دھیمی آواز میں کہا:

"لیکن مرشد، انسان بھی تو دل میں آجاتے ہیں... کبھی جویریہ، کبھی خواب، کبھی خوف..."

مرشد مسکرائے نہیں، لیکن ان کی آنکھوں میں ایک خاموش شوق بھڑکنے لگا۔

پھر انہوں نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا:

"یہ جویریہ تھی... وہ تیرے دل میں آئی، لیکن اپنے ساتھ دکھ بھی لائی۔
اور جو دل دکھ سے بھر جائے، وہاں رب نہیں اترتا۔

رب کو صرف خالص دل پسند ہے۔
ٹوٹا ہوا دل، مگر خالص... جس میں کسی کا سایہ نہ ہو، صرف رب کی طلب ہو۔"

حسن خاموش ہو گیا۔
جیسے کسی نے اس کے دل کا پردہ اٹھا دیا ہو اور اندر دیکھ لیا ہو کہ کتنا کچھ ہے جو رب کے آنے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔

مرشد نے نرمی سے ہاتھ اس کے دل پر رکھا اور کہا:

"اس دل کو، حسن، عبادت گاہ بنا... بازار نہیں، جہاں ہر راہ چلتا مسافر اپنا نشان چھوڑ جائے۔

رب کی محبت اتنی پاکیزہ ہے کہ وہ شریک برداشت نہیں کرتا۔
اس دل میں جتنی جگہ کسی کے لیے بنائی، اتنی رب کی قربت کم ہو گئی۔
اب فیصلہ تیرا ہے..."

حسن نے سر ہلایا، مگر اندر سے ایک آواز آئی:

"یہ فیصلہ تو بہت پہلے ہو چکا تھا... جب رب نے میری خاموش دعا سن لی تھی۔"

یہ لمحہ اس کے دل پر کندہ ہو گیا۔
یہ وہ دن تھا جب اس نے دل کے دروازے پر صرف ایک نام لکھ دیا:

"اللہ"

کہتے ہیں دل جب پہلی بار رب کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ رو رو کر نہیں بدلتا، بلکہ خاموشی سے ہجرت کرتا ہے۔

مرشد کی نصیحت کے بعد حسن کے اندر کچھ خالی خالی سا محسوس ہونے لگا۔
جیسے برسوں سے آباد بازار کی روشنی گل ہو گئی ہو، اور اب وہاں ایک تنہائی بول رہی ہو۔

یہ وہ لمحہ تھا جب حسن نے پہلی بار جویریہ کی آنکھوں، اس کی باتوں، اس کی ناراضگی، اس کی چپ... سب کو دل سے باہر نکالنے کا فیصلہ کیا۔

اس نے کہا:
"جو دل رب کے لیے ہو، وہ کسی مخلوق کی غلامی کیسے کرے؟"

یوں لگا جیسے دل خود کہہ رہا ہو:

"اب مجھے آزاد کر...ان خواہشوں سے، ان خیالوں سے، ان آنکھوں سے جن میں رب کے سوا کچھ نہیں۔"

حسن نے آہستہ آہستہ وہ تصویریں حذف کرنا شروع کیں،

جو نہ دیواروں پر تھیں، نہ گیلری میں...

بلکہ دل کے ایک ایک کونے میں چھپی بیٹھی تھیں۔

اس عمل میں رونا نہیں آیا۔

بلکہ ایک عجیب سی روشنی نے دل کو چھوا۔

یہ روشنی عبادت کا آغاز تھی...

نہ کسی نماز کی نیت سے، نہ کسی تسبیح کے ورد سے...بلکہ دل کی سچائی سے۔

حسن نے جانا کہ:

"عبادت وہی قبول ہوتی ہے جو محبت سے شروع ہو، اور دنیا کی جھوٹی محبت کے خاتمے سے پہلے سچی عبادت کا آغاز ممکن ہی نہیں۔"

تب پہلی بار اس کی نماز صرف فرض ادا کرنا نہیں رہی،

وہ رب سے ایک ملاقات بن گئی۔

اس نے قرآن کھولا، نہ کسی ترجمے کی تلاش میں...

بس یہ سننے کے لیے کہ آج رب اس سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

جب آنکھیں قرآن کی اس آیت پر ٹھہریں:

"وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا"

(جو آخرت چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے، اس کا عمل شکر گزار اجاتا ہے)

سورۃ الاسراء: 19

تو دل نے کہا:

"یہی سفر اب میری عبادت ہے، یہی کوشش، یہی جدوجہد...

دنیا کو نکالنا، اور رب کو بسانا۔"

یہ عبادت صرف سجدہ نہیں تھی۔

یہ دل کی صفائی تھی۔

اور سچ کہو تو یہی عبادت کا اصل آغاز تھا۔

یہ ایک عام سی مسجد تھی،

نہ گنبد سنہری، نہ قالین مخملی...

بس صاف سادہ سی مسجد، جیسے رب کا دروازہ ہو مگر کسی دنیاوی دعوت نامے کے بغیر۔

حسن مغرب کے وقت وہاں پہنچا تھا۔

کچھ تھکا ہوا، کچھ بکھرا ہوا...اور دل میں خاموشی کا وہی پرانا شور۔

اذان ہو چکی تھی۔ لوگ جماعت میں مصروف تھے۔

وہ ہمیشہ کی طرح کنارے پر جا بیٹھا، پچھلی صفوں سے بھی پیچھے...اُس کونے میں جہاں کسی کی نظر نہ پڑے۔

اس نے جائے نماز بچھائی اور دل کو وہیں زمین پر رکھ دیا۔

رکوع، سجدہ، قعدہ...سب وہی تھے، مگر آج کچھ الگ تھا۔

نہ کسی دعا کی طلب، نہ کسی معافی کا شکوہ...بس ایک سکون۔

ایسا سکون جو لفظوں سے نہیں، خاموش دل سے ملتا ہے۔

نماز مکمل ہوئی تو حسن نے سر اٹھایا۔

پہلی بار دل نے کہا:

"رب دور نہیں ہے، وہ تو یہیں ہے... تیرے بالکل قریب۔ تُو ہی دور رہا اتنا عرصہ!"

وہ وہیں بیٹھا رہا، کونے میں۔

کوئی نماز کے بعد باتیں کر رہا تھا، کوئی موبائل دیکھ رہا تھا، مگر حسن صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا:

"جب انسان خاموشی سے بیٹھے اور دل میں عجیب سا نور محسوس کرے... تو سمجھو رب پاس آ چکا ہے۔"

اسی مسجد کے اُس کونے میں پہلی بار دل نے جانا کہ رب صرف مکہ، مدینہ یا خانقاہ میں نہیں ہوتا۔

وہ ہر اُس جگہ ہوتا ہے جہاں انسان سچ میں اُس کو چاہے۔

وہ لمحہ، نہ آنکھوں سے دیکھا جا سکتا تھا، نہ زبان سے بیان... بس دل جانتا تھا۔

وہ مسجد کی وہی خاموشی تھی جس میں رب نے اسے قریب بلایا تھا۔

نماز کے بعد سب جا چکے تھے۔

صرف حسن رہ گیا تھا اور ایک شیلف میں رکھا ہوا قرآن، جسے اُس نے برسوں پہلے آخری بار کھولا تھا۔

ڈرتے ڈرتے ہاتھ بڑھایا۔ ایسا لگا جیسے کوئی خزانہ ہو اور وہ اس کا اہل نہ ہو۔

لیکن دل نے کہا:

"اگر رب نے بلایا ہے، تو قرآن سے بات بھی وہی کرے گا۔"

اس نے قرآن کھولا، رینڈم صفحہ... اور پہلی آیت جو نظر سے ٹکرائی وہ یہ تھی:

"وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ"

(اور ہم انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں) سورۃ ق، آیت 16

دل جیسے کسی نے جکڑ لیا ہو۔

حسن کی اندرونی گہرائی سے ایک چیخ نکلی:

"رب... تُو یہ کہہ رہا ہے؟ میرے لیے؟"

آنکھیں نم ہو گئیں۔

اگلی آیات پڑھنا شروع کیں اور ہر آیت جیسے اس کے لیے ہی تھی۔

"اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"

(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) سورۃ النور

"فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا"

(بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے)—سورۃ الشرح

"إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ"

(یقیناً میرا رب دعا سننے والا ہے)سورۃ ابراہیم

ہر لفظ، ہر آیت دل پر مرہم بن کر اتر رہی تھی۔

یہ وہ تلاوت نہ تھی جو صرف آواز کی خوبصورتی کے لیے کی جائے، یہ وہ تلاوت تھی جو دل کو صاف کرنے کے لیے کی گئی۔

اور قرآن... آج پہلی بار کتاب نہیں رہا۔

بلکہ ایک خط لگنے لگا جو رب نے حسن کے زخموں کے جواب میں خود لکھا تھا۔

وہ قرآن کے ہر صفحے میں اپنے سوال کا جواب پاتا جا رہا تھا۔

اور دل یہی کہہ رہا تھا:

"رب نے مجھے سن لیا ہے... اور اب وہ خود بول رہا ہے، اپنے الفاظ میں، اپنے لہجے میں، اپنے قرآن میں۔"

یہ پہلا لمحہ تھا جب قرآن صرف تلاوت نہ رہا، بلکہ رب کی گفتگو بن گیا۔

اب حسن روز قرآن کھولتا کہ آج میرا رب مجھ سے کیا بات کرے گا؟

صفحہ پلٹا تو سامنے یہی آیا:

"وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"

(البقرہ 216)

ترجمہ:

"اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔

اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔

اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔"

یہ پڑھ کر حسن لرز اٹھا۔

لگا جیسے رب نے سیدھا جواب دیا ہو جویریہ کے بارے میں، اس کی بے چینی کے بارے میں۔

قرآن آج اس کے لیے محض تلاوت نہیں رہا تھا...

وہ رب کا خط تھا، جو حسن کے دل پر مرہم رکھ رہا تھا۔

ہر آیت ایک جواب تھی۔

مایوسی پر:

"لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ"

(اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ) سورۃ الزمر 39:53

پریشانی پر:

"إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا"

(بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے) سورۃ الشرح 94:6

تنہائی پر:

"هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ"

(وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو) سورۃ الحدید 57:4

حوصلہ دینے پر:

"فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَٱللَّهُ ٱلْمُسْتَعَانُ"

(پس خوبصورت صبر ہی بہتر ہے، اور اللہ ہی مددگار ہے) سورۃ یوسف 12:18

اور آخر میں... محبت پر:

"يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ"

(اللہ اُن سے محبت کرتا ہے، اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں) سورۃ المائدہ 5:54

یہ آیت حسن کے دل میں اتر گئی۔

یہ اس کی زندگی کا نیا سہارا بن گئی۔

اب وہ سمجھ گیا تھا

رب نے جویریہ کو اس کے دل میں بسایا بھی تھا اور خود اپنے قریب کرنے کے لیے ہی اسے دور بھی کر دیا۔

حسن نے کہا تھا:

"میں نے تم سے محبت کی، اور تم چلی گئیں،

مگر جب رب نے کہا 'میں تم سے محبت کرتا ہوں'

تو لگا، جیسے دل اب مکمل ہو گیا ہے۔"

بلاوے کی صدا آئی:

"فَفِرُّوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ"

"پس دوڑو اللہ کی طرف" (سورہ الذاریات 51:50)

تب حسن نے قرآن بند نہیں کیا، بلکہ سینے سے لگا لیا۔

کیونکہ یہ اب ایک کتاب نہیں رہی تھی، یہ اس کا رب تھا اس کی امید، اس کی تسلی، اور اس کی زندگی کی رہنمائی۔

نماز وہ برسوں سے پڑھ رہا تھا، پانچ وقت، وقت پر، مکمل آیات کے ساتھ۔

ہاتھ باندھ کر، آنکھیں جھکا کر، سجدے میں پیشانی رکھ کر، اور زبان سے ہر لفظ صاف ادا کر کے۔

لیکن اُس دن جو نماز پڑھی، وہ پہلی نماز تھی... دل کی نماز۔

نہ وہ لمبی تھی، نہ قرأت سے بھری، نہ رکوع میں کوئی دعا یاد رہی، نہ سجدے میں کچھ مانگا۔

بس خاموشی تھی... اور اندر ایک لرزتی ہوئی کیفیت۔

یہ وہ دن تھا جب سب کچھ کھو چکا تھا جویریہ بھی، دعائیں بھی، آس بھی۔

اور باقی رہ گیا تھا صرف رب، اور ایک دل... جو اب بندگی کے لیے ٹوٹا تھا۔

حسن نے ہاتھ اٹھائے، مگر زبان بند رہی۔ دل نے رب کو خود پکارا۔

سورۃ الفاتحہ ایک نئی روشنی کے ساتھ نکلی۔

"اِیّاکَ نَعبُدُ وَ اِیّاکَ نَستَعین"

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں..."

یہ الفاظ اس نے پہلے بھی پڑھے تھے، مگر آج یہ دعا نہیں رہی تھی... اعتراف بن چکی تھی۔

سجدے میں گیا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

نہ جویریہ کی یاد میں، نہ کسی درد میں... بس ایک شکر کے طور پر، کہ رب نے دل کو نماز میں شامل کر لیا ہے۔

یہی دل کی پہلی نماز تھی۔

جہاں جسم نہیں، دل جھکا تھا۔

اور دل جب رب کے سامنے جھک جائے تو وہ نماز فرض نہیں رہتی... وہ عشق بن جاتی ہے۔

››››››››››››››››››››››››››››

دربار کی فضا ہمیشہ الگ تھی۔

اس روز حسن دربار کے ایک گوشے میں تنہا بیٹھا تھا۔

نہ کوئی التجا، نہ کوئی مانگ... بس سکوت اور سجدے کے بیچ ایک ان کہی کیفیت۔

تب وہ لمحہ آیا ایک لڑکی آہستہ سے قریب آئی۔

چہرے پر سوال، آواز میں لرزش، آنکھوں میں التجا۔

"میرے لیے دعا کریں..." اُس نے کہا۔

حسن چونکا، جیسے خواب ٹوٹ گیا ہو۔

وہ اپنی راکھ میں جلتے زخموں سے پلٹ کر بولا:

"میں؟ میں خود ایک بددعا ہوں... کسی اور کو دعا کیا دوں گا؟"

وہ خاموش رہی، پھر دھیرے سے بولی:

"آپ کی آنکھوں میں کچھ اور ہے... آپ اتنے عام نہیں جتنے نظر آتے ہیں۔ کچھ ہے، جو چھپا ہوا ہے۔"

حسن ساکت رہ گیا۔

دل میں کچھ پھر سے ہلنے لگا... جیسے ایک دفن کیا ہوا نام جاگ اٹھا ہو۔

پھر اُس نے کہا:

"بس دعا کریں... مجھے میری محبت مل جائے۔"

یہ الفاظ زخم پر نمک بن کر گرے۔

جویریہ کی یاد بجلی کی طرح دل پر گری۔

وہ انکار، وہ سجدوں کی راتیں، وہ بے قدری... سب سامنے آگیا۔

اور حسن بے قابو ہو کر چیخ پڑا:

"سب فانی ہے! سب فانی ہے!

یہ محبتیں، یہ رشتے، یہ دعائیں... سب فنا ہونے والے ہیں!

محبت کرو... اُس سے جو باقی ہے! اُسی سے مانگو جس کے خزانے ختم نہیں ہوتے!"

وہ اٹھا اور دربار سے نکل گیا۔

پیچھے خاموشی رہ گئی، اور ایک لڑکی کی آنکھوں میں حیرت۔

مگر حسن کے اندر... ایک نیا دروازہ کھل چکا تھا، جہاں اب صرف ایک ہی نام باقی تھا: ربّ۔

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

حسن مرشد کے سامنے خاموش بیٹھا تھا۔
آنکھوں میں سوال، دل میں الجھن، اور لبوں پر سکوت۔

آخر اس نے آہستہ سے کہا:
"مرشد... یہ دنیا مجھے قید خانہ لگتی ہے۔
دولت، شہرت، محبت سب دھوکہ ہیں۔
پکڑنے جاؤں تو ریت کی طرح ہاتھ سے پھسل جاتے ہیں۔
کیا واقعی اس دنیا کی کوئی حقیقت نہیں؟"

مرشد نے گہری نظر حسن پر ڈالی، پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا:
"بیٹا...
دنیا خواب ہے، اور قبر اُس کی آنکھ کھلنے کا وقت۔
تو جسے حقیقت سمجھ رہا ہے، وہ بس ایک سایہ ہے۔
سایہ کب اپنا ہوتا ہے؟
یہ دھوپ کے ساتھ بدلتا ہے۔

یاد رکھ...
جو شخص دنیا کو پکڑنے نکلتا ہے،

وہ ریت کو مٹھی میں قید کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور جو خدا کو پکڑنے نکلتا ہے،

وہ سمندر کو دل میں سمیٹ لیتا ہے۔"

حسن کی پلکیں جھک گئیں۔

اس نے دھیرے سے کہا:

"مرشد...اور محبت؟

کیا انسانوں کی محبت بھی دھوکہ ہے؟"

مرشد نے تسبیح کے دانے آہستہ آہستہ چلائے اور کہا:

"محبت روشنی ہے، بیٹا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ روشنی کس چراغ سے لی ہے۔

اگر چراغ انسان کا ہو،

تو ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ جائے گا۔

اگر چراغ رب کا ہو،

تو قیامت تک روشن رہے گا۔

انسانوں سے محبت تب تک سچی ہے

جب تک وہ تجھے خدا کے قریب لے جائے۔

جو محبت خدا سے دور کرے، وہ زنجیر ہے۔

اور جو محبت خدا سے جوڑ دے، وہ پَر ہے۔"

حسن نے آہستگی سے پوچھا:

"مرشد... خدا کی محبت کیسے پائی جائے؟"

مرشد کی آنکھوں میں چمک آ گئی:

"خدا کی محبت بارش ہے،

جو دل کی زمین پر اُترتی ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ زمین نرم ہو،

پتھر نہ ہو۔

دل کو نرم کیسے کیا جائے؟

دو راستے ہیں:

ذکرِ خدا اور خدمتِ خلق۔

جو رب کا ذکر کرتا ہے،

اُس کا دل جگمگا اٹھتا ہے۔

اور جو رب کی مخلوق کا سہارا بنتا ہے،

اُس کا دل رحمت کا گھر بن جاتا ہے۔

یاد رکھ حسن!

یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا،

بھوکے کو کھلانا،

غمگین کو تسلی دینا——

یہ سب خدا کی محبت کی دلیل ہیں۔

کیونکہ جو مخلوق سے محبت نہیں کرتا،

وہ خالق کا دعویٰ جھوٹا کرتا ہے۔"

حسن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

"مرشد...اور اگر انسان کمزور ہو جائے؟

سب کچھ نہ کر سکے؟"

مرشد نے سکون سے کہا:

"بیٹا...خدا کامل عمل نہیں دیکھتا،

سچا دل دیکھتا ہے۔

اگر تو ایک دانہ بھی کسی بھوکے کو دیتا ہے،

اور دل میں رب کی رضا ہوتی ہے،

تو یہ دانہ اس کے نزدیک پہاڑ کے برابر ہے۔

یہ دنیا فنا ہے،

یہ رشتے عارضی ہیں،

یہ جسم مٹی ہے۔

اصل چیز وہ تعلق ہے

جو تیرے دل اور تیرے رب کے درمیان ہے۔

اسے مضبوط کر لے،

تو دنیا بھی تیرے پیچھے جھک جائے گی۔"

حسن کے آنسو رخسار پر بہنے لگے۔

اس نے کہا:

"مرشد... دل ہلکا ہو گیا۔

اب لگتا ہے کہ سب بے معنی ہے،

بس رب کی رضا ہی باقی ہے۔"

مرشد نے مسکرا کر کہا:

"ہاں بیٹا...

دنیا سراب ہے،

محبت خدا ہے،

اور بندے کا کمال یہ ہے

کہ وہ مخلوق کی خدمت میں خدا کو دیکھے۔

جو یہ سمجھ گیا،

وہ دنیا میں بھی آزاد ہے،

آخرت میں بھی کامیاب۔"

رات گہری ہو چکی تھی۔

حسن مرشد کے آستانے پر بیٹھا تھا۔

ہوا خاموش تھی، مگر اس کے دل میں شور تھا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر اچانک پھوٹ پڑا:

"مرشد...

کیا میرا رب مجھے بھی قبول کرے گا؟

میں نے گناہوں بھری زندگی گزاری ہے۔

کبھی نماز کو ہنسی میں اڑایا،

کبھی آنکھوں کو حرام سے بھرا،

کبھی دل کو نفس کے پیچھے لگا دیا۔

مرشد...

ایسا شخص بھی خدا کے قریب جا سکتا ہے؟

یا میں ہمیشہ اپنی غلطیوں کی وجہ سے دھتکارا جاؤں گا؟"

حسن کے لفظوں میں لرزش تھی،

آنکھوں میں ندامت کا سیلاب۔

مرشد نے گہری نظر اُس پر ڈالی۔

تسبیح کے دانے تھم گئے۔

چہرے پر سکون، اور زبان پر وہ الفاظ نکلے جو دل کو کاٹتے بھی تھے اور جوڑتے بھی:

"بیٹا حسن...

یہ جو آنسو تیرے رخسار پر بہہ رہے ہیں،
یہی تیرے قبول ہونے کی پہلی دلیل ہیں۔

جان لے...
خدا دروازے بند نہیں کرتا،
انسان خود بھٹک جاتا ہے۔
اگر رب نے تیرے لیے اپنی رحمت بند کرنی ہوتی،
تو تجھے توبہ کی تڑپ کبھی نہ دیتا۔

سنو!
گناہ تجھے خدا سے دور نہیں کرتے،
بلکہ توبہ کی طرف دھکیلتے ہیں۔
خدا کے دربار میں سب سے محبوب شخص وہ ہے
جو خطا کے بعد ٹوٹ کر اُس کی طرف لوٹے۔

ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا:
"ہر آدمی خطاکار ہے، اور سب سے بہتر خطاکار وہ ہے جو توبہ کرے۔"

تو پھر شرم کیوں؟

یہ دل اگر آج ٹوٹا ہے،

تو کل رب کے عرش کے نیچے آباد ہو گا۔

یاد رکھ حسن!

خدا کو تیرے گناہوں کی گنتی نہیں چاہیے،

اُسے تیرا جھکا ہوا دل چاہیے۔

اگر تو آج سچے دل سے 'استغفار' کہہ دے،

تو کل تیرے گناہ ایسے جھڑ جائیں گے

جیسے خزاں میں درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

بیٹا...

شیطان چاہتا ہے تو ناامید ہو کر گناہوں میں ڈوبا رہے،

لیکن تیرا رب کہتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

(الزمر:53)

"اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے،

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔"

یہ اعلان ہے، حسن!

خطاکاروں کے لیے۔

تیرے لیے۔

میرے لیے۔

ہم سب کے لیے۔"

حسن کی آنکھوں میں روشنی اُترنے لگی۔

لبوں پر کپکپاہٹ کے ساتھ اُس نے کہا:

"مرشد... تو کیا میرا رب مجھے مٹا نہیں دے گا؟"

مرشد نے مسکرا کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"نہیں بیٹا...

تیرا رب مٹاتا نہیں،

مٹا کر نیا بنا دیتا ہے۔

آج اگر تو توبہ کر لے،

تو کل فرشتے تیرے اعمال نامے سے گناہوں کو کھرچ کر

اُن کی جگہ نیکیوں کی سیاہی بھر دیں گے۔

یاد رکھ...

خدا دھتکارتا نہیں،

گلے لگا لیتا ہے۔

بس شرط یہ ہے کہ تو دل سے جھک جائے۔"

حسن کی آنکھوں سے ہچکیوں کے ساتھ آنسو بہنے لگے۔

وہ مرشد کے قدموں میں گر گیا،

اور روتے ہوئے بولا:

"یا اللہ...

اب میرا دل تیرا ہے۔

میں تھک گیا ہوں،

اب مجھے اپنی طرف لوٹا لے۔"

اور مرشد نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

"شکر ہے...

آج ایک اور دل رب کے قریب لوٹ آیا۔"

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

حسن۔

گولڑہ دربار میں جب بھی مرشد موجود ہوتے تو وہ اُن کے قریب رہتا۔

گھنٹوں چپ چاپ صحن کے ایک کونے میں بیٹھا رہتا، بس اُن کی خاموشی اور نصیحتوں سے دل کو بھر لیتا۔

مگر مرشد اکثر سفر پر نکل جاتے۔

ایسے دنوں میں حسن کا دل خالی سا ہو جاتا۔

تب وہ باری امام کی پہاڑی پر واقع چلہ گاہ کا رخ کرتا۔

وہ جگہ اُس کے لیے دوسرا سہارا تھی—کیونکہ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کر لگتا تھا جیسے دنیا نیچے رہ گئی ہو اور وہ رب کے تھوڑے قریب آ گیا ہو۔

یوں کبھی وہ گولڑہ دربار کی خاموش فضاؤں میں ہوتا،

جہاں مرشد کی موجودگی اسے راستہ دکھاتی،
اور کبھی باری امام کی بلند پہاڑی پر،
جہاں ہوا کی سرگوشیاں اور خاموشی کی لے اُس کے دل کو عبادت کی طرف موڑ دیتی۔

حسن کے لیے اب یہ دونوں مقامات زندگی کا حصہ بن گئے تھے۔
ایک مقام مرشد کی رہنمائی کا، اور دوسرا اُس تنہائی کا،
جہاں وہ اپنے رب کو صرف اپنے دل کی آواز میں پا لیتا۔

وہ دن بھی خاص تھا۔
حسن باری امام کی پہاڑی پر واقع چلہ گاہ میں تنہا بیٹھا تھا۔
ہوا میں خاموشی کی لے تھی، بارش کے قطروں کی خوشبو چٹانوں سے ٹکرا کر روح میں اتر رہی تھی۔
اونچائی پر ہونے کا احساس الگ تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے دنیا نیچے رہ گئی ہو اور وہ رب کے قریب آ گیا ہو۔

لیکن دل میں خالی پن تھا۔
وہی خالی پن جسے کبھی جویریہ کی موجودگی نے بھر رکھا تھا۔
وہ کیفے، وہ لائبریری، وہ راہداریاں... سب یاد آ گئے۔

مگر آج حسن ان سب سے ہجرت کر چکا تھا۔

محبت کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتی یا مکمل ہو جاتی ہے، یا ہجرت کر جاتی ہے۔
اور اس نے ہجرت چن لی تھی۔

یہ ہجرت جسم کی نہیں تھی... یہ نگاہوں سے، خیالوں سے، اور نفس کی خواہش سے تھی۔
وہ پہلی بار دل کو رب کی طرف موڑنے کی سنجیدہ کوشش کر رہا تھا۔

سر جھکا کر عرض کی:
"یا اللہ! تو وہ نور بھر دے میری آنکھوں میں کہ مخلوق کا عکس مٹ جائے... اور بس تیرا جلوہ باقی رہے۔"

حسن نے وہ سب راستے چھوڑ دیے جہاں سے جویریہ گزرتی تھی۔
وہ سب مقام چھوڑ دیے جہاں وہ ہنستی، بولتی، بیٹھتی تھی۔
کیونکہ رب کی رضا کے بغیر ہر تعلق فتنہ بن جاتا ہے۔

چلہ گاہ کی راتیں باقی راتوں جیسی نہ تھیں۔
ہوا تسبیح پڑھتی تھی، اور خاموشی دل کی آواز سن لیتی تھی۔

ایسی ہی ایک رات حسن پہاڑی کے کونے میں بیٹھا تھا۔
نہ کوئی چاندنی تھی، نہ کوئی بارش، بس دل اور رب... اور فضا کی گہری چپ۔

پہلی بار اُس نے رب سے کچھ مانگا نہیں۔

بس خود کو اُس کی رضا کے حوالے کر دیا۔

جویریہ کی یاد، جو ہر رات سجدے پر گرتی تھی، آج خاموش تھی۔

نہ فریاد، نہ سوال، نہ اُس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے۔

بس دل نے رب کو پکڑ لیا تھا...اور جویریہ کو آہستہ سے چھوڑ دیا تھا۔

اس رات حسن پہلی بار سکون سے سویا۔

نیند رحمت کی طرح اتری، جیسے کسی تھکے ہوئے دل کو اس کے اصل ٹھکانے پر لٹا دیا گیا ہو۔

وہ غیر موجودگی جو کبھی عذاب لگتی تھی، آج رحمت تھی۔

وہ رات رب کے کرم کا کمبل اوڑھ کر گزری۔

اور صبح جب آنکھ کھلی، دل کی پہلی سرگوشی یہ تھی:

"یہ سکون تمہارے بغیر آیا ہے، اور اب شاید ہمیشہ یہی رہے گا۔"

یہ وہ لمحہ تھا جب عشقِ مجازی کی بے قراری عبادت کے سکون میں ڈھل گئی۔

اور پہاڑی چلہ گاہ کی رات، حسن کی نئی زندگی کی پہلی اذان بن گئی۔

جب جویریہ حسن کی زندگی سے نکلی،
تو اُس کے ساتھ صرف ایک چہرہ نہیں گیا،
بلکہ ہنسی، باتیں، موسم،
حتیٰ کہ خاموشیاں بھی رخصت ہو گئیں۔

››››››››››››››››››››››››››››››

حسن باری امام کی اُس چلہ گاہ پر بیٹھا
جہاں صرف خاموشی نہیں،
رب کی سنائی دیتی آہٹ ہوتی ہے۔

پہلے پہل یہ تنہائی قید لگتی تھی۔
جیسے ہر لمحہ جویریہ کے بغیر رینگتا ہو،
ہر ہوا کا جھونکا اُس کے وجود کو ڈھونڈتا ہو،
اور ہر راہداری اُس کے سکوت کی بازگشت دیتی ہو۔

وہ اس تنہائی سے بھاگتا رہا

جامعہ کی گہما گہمی میں،

دوستوں کی ہنسی میں،

کتابوں کی تحریروں میں،

اور زندگی کی مصروفیت میں۔

مگر جویریہ کی غیر موجودگی ہر جگہ اُس کے ساتھ چلتی رہی۔

پھر ایک دن،

چلہ گاہ کی اونچائی پر بیٹھا،

جہاں نیچے پورا شہر دھند میں لپٹا ہوا تھا،

دل بھی دھند میں چھپا بیٹھا تھا۔

وہ تھک چکا تھا

نہ جویریہ واپس آئی،

نہ دل نے اُسے بھلایا،

بس ایک خلا بن گیا

جس میں رب کے سوا کوئی جواب نہ بچا۔

تب تنہائی کا رنگ بدلا۔

وہی تنہائی

اب سجدوں کی زمین بن گئی،

ذکر کا وقت،

آنسوؤں کی عبادت،

اور دل کی گہرائی میں رب کی طرف ہجرت۔

وہ بیٹھتا تنہا،

اور لگتا جیسے رب سامنے ہے،

جیسے پہاڑ کی یہ خاموشی

اُسی کی حضوری ہے۔

دل اُس سے باتیں کرتا،

اپنے سوال، زخم، خاموش دعائیں

اُس کے قدموں میں رکھ دیتا۔

اب تنہائی خوف نہیں دیتی،

بلکہ قربت دیتی ہے

اُس ذات سے

جس نے جویریہ کو اُس کے دل میں رکھا،

اور پھر خود ہی واپس بلا لیا۔

اب نہ وہ ہے،

نہ اُس کی باتیں،

نہ اُس کا عکس۔

بس ایک سکوت ہے

جو رب کی روشنی میں بدل چکا ہے۔

یہی تنہائی

اب حسن کی عبادت بن چکی ہے۔

ایسی عبادت،

جس میں جویریہ کی یاد بھی

رب کے ذکر میں جذب ہو گئی ہے۔

توبہ ہمیشہ لفظوں سے نہیں ہوتی۔

کبھی کبھار رب بندے کے دل کو یوں چھو لیتا ہے

کہ آنکھیں خود بخود بولنے لگتی ہیں

بے آواز، بے لفظ،

مگر اتنی گہری

کہ پوری روح لرزنے لگتی ہے۔

وہ دن ایسا ہی تھا۔

حسن گولڑہ شریف کے حجرے میں تنہا بیٹھا تھا۔

نہ کوئی دعا پڑھ رہا تھا،

نہ تسبیح کے دانے گن رہا تھا،

بس چپ تھا۔

وہی خاموش فرش، وہی ہلکی ہلکی روشنیاں،

اور دل کے اندر وہی پرانا خلا۔

مگر جانے کیوں...

اُسی چپ میں

آنکھیں بہنے لگیں۔

بغیر کسی زبردستی کے،

بغیر کسی دعا کے،
بغیر کسی یاد کے۔

پہلے بھی آنکھیں نم ہوتی تھیں
جویریہ کے خیال سے،
اُس کی دوری سے،
اور اپنی بے بس محبت کے لیے۔

مگر اُس دن...
وہ آنسو صرف رب کے لیے نکلے تھے۔

نہ وہ تھی،
نہ اُس کی کوئی تصویر،
نہ کوئی حسرت۔
بس ایک احساس
کہ وہ ذات جس کے قریب ہونا تھا،
وہ ہمیشہ قریب تھی
مگر حسن ہی دور نکل گیا تھا۔

اُس نے اُن آنکھوں کے قطروں میں

اپنی ندامت رکھ دی،

اپنی غفلت،

اپنے گناہوں کی گرد۔

وہ سب کچھ

جو دل کہہ نہ سکا،

زبان چھپا گئی،

مگر آنکھوں نے سچ کہہ دیا۔

یہ توبہ

نہ زبان سے کی،

نہ دل سے۔

یہ توبہ صرف آنکھوں نے کی تھی۔

اور گولڑہ شریف کی اس خاموش فضا میں

حسن نے جانا

کہ رب آنکھوں کا سچ کبھی رد نہیں کرتا۔

وہ لمحہ...

جب زبان خاموش ہو،

دل شرمندہ ہو،

اور آنکھیں بولنے لگیں

تب رب صرف گناہ نہیں دھوتا،

وہ آنکھوں سے نکلنے والے پانی سے

دل کو بھی پاک کر دیتا ہے۔

اُس دن حسن بدلا نہیں تھا...

وہ اپنے اصل میں آیا تھا۔

پہاڑ کی چوٹی پر وہ چلہ گاہ...

جہاں ہر سانس، ہر آہٹ، ہر ہوا کا جھونکا

کسی سجدے کی صدا معلوم ہوتا۔

وہ وہاں خاموشی سے بیٹھا تھا۔

نہ کوئی خیال،

نہ کوئی حسرت،

نہ وہ بے چینی جو دل کو بے قرار کرتی تھی۔

بس ایک سکون تھا،

جیسے رب خود پکار رہا ہو:

"آجا...اب تُو میرے لیے آجا!"

اُسی لمحے...

حسن نے پہلی بار دل سے مانگا،

مگر نہ اُسے،

نہ اُس کی قربت،

نہ اُس کی چاہت۔

اس نے رب کو اُس کے اپنے لیے مانگا۔

کہا:

"یااللہ!

مجھے تُو چاہیے...

بس تُو۔

نہ وہ چہرہ، نہ وہ خواب،

نہ وہ سجدے جن میں اُس کا نام چھپا ہوتا تھا۔"

اُس کی ہر دعا کا مرکز اب وہ نہیں رہی،

بلکہ اب دعا کا مرکز خود دعا بن گیا تھا۔

اب وہ التجا نہ رہی

کہ "یا اللہ! وہ میری ہو جائے"،

بلکہ دل کہہ اٹھا:

"یا اللہ! مجھے تُو ایسا بنا دے

کہ میں تیری رضا میں راضی ہو جاؤں،

چاہے وہ کسی اور کی ہو،

چاہے وہ کسی کی بھی نہ ہو۔"

چلہ گاہ کے اس سناٹے میں

حسن کی آواز بھی اُس کی اپنی نہ رہی،

وہ فقط ایک بندگی بن چکی تھی۔

اُس نے پہلی بار رب سے مانگا

کسی اور کے لیے نہیں،

بلکہ اپنے لیے۔

اور شاید...

اسی دن اُس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹے،

کیونکہ اُس دن اُسے وہ ملا

جس سے بڑی کوئی عطا نہیں

رب خود۔

یہ وہ راتیں تھیں

جن میں نیند اُس کے قریب نہ آتی تھی،

اور اگر کبھی آ بھی جاتی،

تو خواب جویریہ کی خاموشی سے بھرے ہوتے۔

وہ ان دنوں گولڑہ شریف کے دربار کے احاطے میں بیٹھتا،

کبھی مزار کی جالی تھامے،

کبھی دیوار سے ٹیک لگائے،

اور اکثر بس زمین پر سجدہ کیے،

خاموشی میں لپٹا ہوا۔

دربار کی وہ راتیں...
جس میں ہر چراغ کی لو کچھ کہتی،
ہر دیوار جیسے دعا سن رہی ہو،
اور ہر خاموشی، دل کی دھڑکن سے زیادہ واضح ہو جاتی۔

رات کے ہر پہر میں
کوئی دعا بے لفظ بہتی،
کوئی فریاد دل کے اندر گھٹتی،
کوئی یاد ایسی سرک آتی
جو دن بھر چھپی رہتی تھی۔

اکثر وہ سونے کے بہانے دربار کے حجرے میں جاتا،
مگر تکیہ بھی جانتا تھا
کہ آج بھی آنکھیں خالی نہیں سوئیں گی۔

جویریہ کی یاد،

اُس کے ان کہے جملے،

اور وہ لمحے

جنہیں کبھی مکمل جیا ہی نہیں

سب ان راتوں کے مہمان بن جاتے۔

وہ ان جاگتی راتوں میں

کبھی دربار کے صحن میں ٹہلتا،

کبھی آسمان تکتا،

کبھی بس مزار کے قریب بیٹھ کر

خود سے سوال کرتا:

"کیا وہ بھی کبھی ایسی راتوں سے گزری ہو گی؟

کیا اُس نے بھی مجھے اس طرح یاد کیا ہو گا؟

یا میں ہی تنہا ہوں

اس محبت کی جاگتی عبادت میں؟"

کبھی دل چاہتا

کہ وہ پوچھے:

"کیا تمہاری راتیں بھی جاگتی ہیں؟"

مگر پھر یاد آتا

کہ وہ تو جاگنا چھوڑ چکی ہے

اُس کی طرف، اُس کی باتوں کی طرف۔

تب وہ رب سے بات کرنے لگتا،

پہلے اُس کے لیے،

پھر اپنے لیے،

پھر صرف اُس کے لیے۔

رفتہ رفتہ

یہ جاگتی راتیں

شکوے سے ذکر میں بدلنے لگیں،

آنسو سجدوں میں بہنے لگے،

اور دل نے پہلی بار مانا

کہ بعض راتیں نیند کے لیے نہیں ہوتیں،

وہ بیداری کے لیے ہوتی ہیں

روح کی، رب کی، اور خود کی۔

اور یہی وہ راتیں تھیں
جو گولڑہ شریف کی فضا میں بیٹھ کر
حسن کو جویریہ کی محبت سے
رب کی قربت تک لے گئیں۔

یہ لمس کسی ہاتھ کا نہیں تھا،
نہ کسی آغوش، نہ کسی آواز کا۔
یہ وہ لمس تھا
جو نظر نہ آیا،
مگر پورے وجود میں سرایت کر گیا۔

یہ اُس دن ہوا
جب دل تھک کر بیٹھ گیا تھا،
سب حرف کہہ دیے گئے تھے،
سب راستے بند ہو چکے تھے،
اور جویریہ کی خاموشی
اب سوال نہیں، حقیقت بن چکی تھی۔

حسن خاموشی کے ایک کونے میں بیٹھا تھا،

نہ دعا مانگی،

نہ آنکھیں بند کیں،

نہ ہاتھ اٹھائے۔

بس دل کی دیوار پر ایک ہلکی سی دستک ہوئی...

اور پھر سب کچھ بدل گیا۔

دل کے اندر

ایک عجیب سی نرمی اترنے لگی،

جیسے کوئی کہہ رہا ہو:

"میں ہوں...

تمہاری ہر یاد سے پہلے،

تمہاری ہر دعا سے آگے،

اور تمہاری ہر شکست کے بعد۔

میں ہمیشہ سے تھا،

اور ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

حسن کے اندر کچھ ٹوٹا نہیں...
بلکہ جُڑ گیا۔

رب نے کوئی لفظ نہیں کہا،
مگر وہ سب کچھ سمجھ گیا۔

وہ لمس
نہ کسی منظر میں تھا،
نہ کسی لمس کی حد میں۔
وہ دل کی گہرائی میں تھا،
جہاں صرف رب پہنچ سکتا ہے۔

یہ پہلا لمس تھا
جس میں کوئی طلب نہ تھی،
بس عطا تھی۔
کوئی دعا نہ تھی،
بس قربت تھی۔

کوئی آنسو نہ تھے،

بس سکون تھا۔

اسی لمحے حسن نے جانا

کہ محبت اگر خالص ہو جائے،

تو وہ رب کے لمس میں ڈھل جاتی ہے

نرمی، خاموشی، اور روشنی کی شکل میں۔

وہ پہلا لمس

اُس کی توبہ کا انعام نہیں تھا،

بلکہ رب کی طرف سے بلاوا تھا۔

حسن نے جویریہ کے بغیر جینے کا تصور کبھی نہیں کیا تھا۔

سوچتا تھا،

اگر وہ نہ رہی،

تو وہ بھی کہیں رہنے کے قابل نہ رہے گا۔

جیسے زندگی اپنی روح کھو دے گی،

وقت اپنی رفتار،

اور دعائیں اپنا مطلب۔

لیکن جب وہ چپ چاپ رخصت ہو گئی،
اور اُس کی غیر موجودگی
اُس کی ہر سانس میں بس گئی،
تو ابتدا میں دل نے شور مچایا
رویا، تڑپا، سجدے لمبے ہوئے،
اور آنکھیں خالی۔

مگر پھر...
خاموشی نے کچھ کہنا شروع کیا۔

رب نے دل سے ایک ایک چیز نکالی،
اُس کا عکس،
اُس کی مسکراہٹ،
اُس کی خاموش دعائیں
سب چھینتا چلا گیا،
اور ان کی جگہ

ایک نئی روشنی دیتا رہا۔

پہلے وہ دل کی روشنی تھی،
اب رب بن گیا ہے۔
پہلے وہ دعا کا مقصد تھی،
اب رب خود دعا ہے۔

آج پہلی بار حسن نے شکر کیا
اُس کی غیر موجودگی پر۔

اس لیے نہیں کہ وہ بُری تھی،
بلکہ اس لیے کہ اُس کے ہوتے
وہ رب کو نہ پہچان پاتا۔

حسن کے دل میں یہ حقیقت جاگی کہ:
جویریہ ایک پردہ تھی
جس کے پیچھے اک راز تھا،
جب وہ پردہ ہٹا،

تو حسن نے دیکھا

کہ رب اُسے کب سے دیکھ رہا تھا،

بس وہ نظر ہٹانے کو تیار نہ تھا۔

اب جویریہ کی یاد بھی اُس کے لیے دعا ہے،

مگر دعا رب کے لیے۔

اب اُس کی غیر موجودگی بھی تحفہ ہے،

جو حسن کو رب کے قریب کر گئی۔

اور یہ شکر

جویریہ پر نہیں،

اُس کی کمی پر ہے۔

کیونکہ اسی کمی نے حسن کو

اُس کا رب لوٹایا ہے۔

جویریہ نہ ملی، خدا مل گیا۔

حسن نے اُسے چاہا

سچائی سے، وفا سے،

ایسے جیسے وہی عبادت ہو،

وہی دعا،

اور وہی رب کی طرف لے جانے والا رستہ۔

وہ نہ ملی،

اور دل ٹوٹا۔

ایسا نہیں کہ بس محرومی تھی،

بلکہ ایسا لگا کہ زندگی بے معنی ہوگئی،

دعائیں بے اثر،

اور تنہائی قاتل۔

مگر وہیں،

اسی شکستگی کے بیچ،

ایک عجیب سی روشنی اترنے لگی۔

جب وہ سجدے میں گرا،

تو لبوں پر اُس کا نام نہ تھا،

بس خاموشی تھی،

اور اُس خاموشی میں رب کی آواز۔

نہ کسی خواب میں،

نہ کسی خط میں،

بس دل کی دھڑکنوں میں

ایک سرگوشی سنائی دی:

"وہ نہیں ملی،

اس لیے میں آیا ہوں۔"

اور وہ لمحہ...

جب رب دل میں اُترا،

تو اُس کی یاد بھی عبادت بن گئی،

اُس کی دوری بھی رحمت،

اور اُس کی کمی

رب کی قربت کا وسیلہ۔

وہ نہ ملی،

لیکن خدا مل گیا

ایسا رب جو کبھی نظر نہ آیا،

مگر جب دل ٹوٹا

تو خود سہارے بن کر آ گیا۔

اب حسن اُسے نہیں مانگتا،

رب کو چاہتا ہے۔

کیونکہ وہ ملا...

اور اُس کا مل جانا

اُس کے نہ ملنے سے کہیں بڑھ کر تھا۔

وہ جذبے جو جویریہ کے لیے تھے،

جنہیں اُس نے دعاؤں میں پالا،

جنہیں خوابوں میں سجا کر رکھا،

جنہیں ہر لمحہ دل میں چمکایا،

وہ سب اب بھی دل میں موجود ہیں۔

مگر ان کی سمت بدل چکی ہے،
ان کی ترجیح، ان کی حقیقت،
اور سب سے بڑھ کر
ان کی نیت۔

پہلے حسن اُسے چاہتا تھا تکمیل کے لیے،
پانا چاہتا تھا اپنی خواہش کی تسکین کے لیے،
مانگتا تھا اس امید میں کہ وہ اُس کی دنیا بن جائے۔

لیکن اب وہی جذبے
عبادت کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

وہ اب بھی چاہتا ہے،
لیکن کسی انسان کو نہیں،
رب کی رضا کو۔
وہ اب بھی دعا کرتا ہے،
مگر اُس کے نام کے ساتھ نہیں،
بلکہ اُس بندگی کے لیے

جس میں اُس کی جگہ اب رب نے لے لی ہے۔

اب محبت میں جذبہ ہے،

لیکن نیت پاک ہو چکی ہے۔

نہ اُسے پانے کا ارمان،

نہ دنیا کی خوشی کا لالچ۔

اب وہی دل جو کبھی جویریہ کے لیے تڑپتا تھا،

ہر دھڑکن میں یہ کہتا ہے:

"یااللہ،

جیسے میں نے ایک انسان کے لیے سچائی سے چاہا،

اب تجھے ویسے ہی چاہنے کی توفیق دے۔

اور اس چاہت میں کوئی طلب نہ ہو،

بس تیرا ذکر ہو، تیرا نور ہو،

اور تیری رضا ہو۔"

پرانے جذبے زندہ ہیں،

مگران کی راہ بدل گئی ہے۔

اب یہ جذبے رب کی طرف بڑھنے کا وسیلہ بن چکے ہیں۔

اور یہی سب سے خوبصورت ہجرت ہے۔

تسبیح تو ہر کسی کے پاس ہوتی ہے

کسی کے ہاتھ میں،

کسی کی جیب میں،

کسی کی کار کے ریئر ویو مرر پر جھولتی ہوئی۔

لیکن حسن کی تسبیح...

نہ چمکتی ہوئی تھی،

نہ گنتی کے لیے تھی۔

یہ تسبیح دل کے اندر بندھی تھی،

اور ہر دانہ

اُس کے ایک آنسو کا گواہ تھا۔

جب جویریہ گئی،

تو حسن نے لفظوں سے زیادہ

خاموشیوں میں رب کو پکارا۔

نہ ہاتھ میں کچھ تھا،

نہ زبان پر ذکر،

بس دل کی دھڑکن

ایک ایک دانے کی مانند

رب کا نام لیتی رہی۔

پہلا دانہ

جب اُس کی خاموشی چبھنے لگی۔

دوسرا

جب اُس کی غیر موجودگی دعا میں رک گئی۔

تیسرا

جب رات کے آخری پہر

دل نے صرف رب کو پکارا۔

چوتھا

جب سجدے میں پیشانی تو تھی،

مگر آنکھیں نم تھیں

صرف اُس کے لیے نہیں...

اپنے لیے، رب کے لیے۔

یوں حسن کے ہر درد، ہر دعا، ہر بے بسی نے
ایک ایک دانے کو باندھنا شروع کیا
بغیر دھاگے کے،
بغیر ہاتھ کے،
بس آنسوؤں سے۔

یہ تسبیح گنتی کے لیے نہیں تھی،
یہ گواہی کے لیے تھی
کہ رب نے اُس کے ہر لمحے کو سنا،
اور ہر آہ کو محفوظ کیا۔

اب جب کبھی دعا مانگتا ہے،
تو ہاتھ میں تسبیح نہیں ہوتی،
بس دل کی دیوار پر وہ دانے جھولتے ہیں
جو اُس کی محبت، اُس کی ہجرت،
اور اُس کے رب سے تعلق کے نشان بن چکے ہیں۔

اور جب آخری دانہ مکمل ہوتا ہے،

تو دل کہتا ہے:

"یہ ذکر اُس کے جانے سے پیدا ہوا،

اور رب کی قربت تک لے آیا۔"

یہی وہ تسبیح ہے

جسے باندھا گیا

آنکھوں سے بہنے والے

سچّے آنسوؤں سے۔

زندگی کئی سوالوں کا مجموعہ تھی

کیوں وہ نہیں ملی؟

کیوں دل لگا؟

کیوں ٹوٹا؟

اور اب کیوں عبادت میں بھی کمی آتی ہے؟

وہ ان سب سوالوں کے ساتھ

مرشد کے سامنے بیٹھا تھا

خاموش، بوجھل،

جیسے دل خود اپنی وضاحتوں سے تھک چکا ہو۔

مرشد نے اُس کی طرف دیکھا،

تبسم کیا،

اور نہایت نرم لہجے میں صرف ایک بات کہی:

"جس تعلق میں رب چھن جائے،

وہ تعلق رب کی طرف واپس پلٹنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔"

حسن کچھ کہنا چاہتا تھا،

مگر زبان ساکت ہو گئی۔

پھر وہ گویا ہوئے:

"تم نے محبت کی،

تم نے چاہا،

اور تمہارے اندر سچائی تھی۔

مگر تم نے چاہت کو مرکز بنادیا،

اور مرکز صرف رب ہوتا ہے۔

محبت جب رب سے ہٹ جائے

تو چاہے پاک ہو،

وہ آزمائش بن جاتی ہے۔"

حسن کے آنسو بہنے لگے

نہ صفائی دی،

نہ سوال کیا،

بس دل کے اندر کچھ نرم ہونے لگا۔

مرشد نے ہاتھ بلند کیے

اور کہا:

"اب دعا یوں مانگا کرو

یا اللہ،

جو میرے حق میں بہتر ہے،

مجھے وہ دے...

اور اگر میری چاہت بھی میرے حق میں نہیں،

تو مجھے وہ چاہ دے

جس میں صرف تُو ہو۔"

یہ مرشد کی بات

کسی تقریر جیسی نہیں تھی،

یہ حسن کے دل پر کی گئی دستک تھی۔

وہ اسی دن جان گیا

جب تک مرشد کی بات نہ سنی جائے،

دل کے دروازے نہیں کھلتے۔

اس نے رب کو آواز دی تھی

ٹوٹ کر،

رو کر،

اور شاید بے آواز ہو کر۔

دل میں اتنا درد تھا

کہ زبان پر لفظ بھی خاموش ہو گئے تھے۔

کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔

محبت کے در بند ہو چکے تھے،

انسانوں سے مانگتے مانگتے

دل تھک گیا تھا،

اور وہ پہلی بار بے طلب ہو کر رب کے سامنے بیٹھا۔

نہ کوئی فرمائش،

نہ کوئی دعا...

بس خاموشی تھی

اور ایک تھکن زدہ دل۔

اور تب...

رب نے جواب دیا۔

نہ کسی خواب میں،

نہ کسی آواز میں،

نہ کسی تحریر میں۔

ایک لمحہ آیا،

جس میں نہ آنکھ نم تھی،

نہ دل بوجھل،

بس ایسا سکون تھا

جیسے کوئی گرم ہاتھ اُس کے دل پر رکھ دیا گیا ہو۔

رب کا جواب

ایک جملہ نہیں تھا،

وہ صرف ایک کیفیت تھی۔

ایسا احساس

جس نے دل کی دھڑکنوں کو ٹھہرایا،

اور اندر کہہ دیا:

"میں ہوں...

تجھے دیکھ رہا ہوں،

تُو خالی نہیں ہے۔"

اسی ایک لمحے میں

حسن سجدے میں گر گیا۔

اور تب جانا

کہ رب کا جواب لفظوں میں نہیں ہوتا،

وہ سکون میں آتا ہے۔

وہ لمحے میں بدل دیتا ہے

وہ سب کچھ

جو برسوں سے بکھرا پڑا ہوتا ہے۔

حسن بہت جگہوں پر گیا،

عبادت گاہوں میں، محفلوں میں،

تھکے ہارے سجدوں میں...

کہ شاید رب کی موجودگی کو محسوس کر سکے۔

مگر سب کچھ باہر تھا۔

ذہن مصروف،

دل بے چین،

زبان پر ذکر،

مگر روح خالی۔

پھر ایک دن،

وہ خاموش ہو کر

اپنے اندر جھانکا۔

اور وہاں...

جہاں اُس نے گناہ چھپائے تھے،

جہاں یادیں دفن تھیں،

جہاں چاہتیں روئی تھیں،

اسی دل کے حجرے میں

ایک چھوٹا سا گوشہ ایسا بھی تھا

جو کبھی نہ بولا،

نہ بگاڑا،

نہ تھکا...

وہ سراسر نور تھا۔

اور وہ نور...

رب کی موجودگی تھی۔

نہ قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی،

نہ سجدہ تھا،

نہ آنکھ میں آنسو

مگر حسن کے دل کے اس چھوٹے سے کمرے میں

ایک ایسا سکون تھا

جیسے کسی نے چپکے سے دل کو تھام لیا ہو۔

اور تب اُس نے جانا

رب مسجدوں میں ضرور ہے،

لیکن اصل میں وہ دل کے حجرے میں رہتا ہے۔

وہ تب ظاہر ہوتا ہے

جب سب آوازیں بند کر دی جائیں،

سب دروازے بند،

اور صرف دل کا در کھلا رہ جائے۔

تب پتا چلتا ہے...
کہ انسان کبھی تنہا نہ تھا،
بس اُس کا دل بند تھا،
رب ہمیشہ سے وہیں موجود تھا
دل کے حجرے میں۔

وہ دن عام سا تھا،
نہ کوئی خاص موسم،
نہ کوئی واقعہ،
بس زندگی ویسے ہی چل رہی تھی
بے ذوق، بے رنگ، بے آہنگ۔

مگر پھر...
ایک لمحہ آیا
جس میں نہ کوئی آواز تھی
نہ کوئی صدا
بس اندر کچھ ہلنے لگا۔

حسن کا دل جیسے جاگ اٹھا،

روح نے سانس لی،

اور خاموشی میں کہیں

ایک اذان گونجی...

یہ اذان کانوں نے نہیں،

روح نے سنی۔

نہ وہ مسجد کی منار سے آئی،

نہ کسی قاری کی آواز تھی،

وہ تو دل کی گہرائیوں سے پھوٹی ہوئی ایک ندا تھی،

جس نے کہا:

"حَيَّ عَلَى ٱلصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى ٱلْفَلَاحِ"

(آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف)

اور اسی لمحے

حسن کا دل لرز اٹھا۔

اُس نے آنکھیں بند کیں،

اور ایسا لگا جیسے

عرش کے مالک نے،

زمین کے ایک گناہگار،

نادان، بھٹکے ہوئے بندے کو

اپنے دربار میں بلایا ہو۔

"مجھ جیسا کمزور...

اور وہ...

جو سب کا رب ہے،

سب جہانوں کا،

سب دلوں کا،

میرا رب..."

حسن کو لگا جیسے

اُس کی ذات کی کوئی اہمیت باقی نہیں،

سوائے اس حقیقت کے

کہ رب خود اُسے بلا رہا ہے۔

نہ وہ گیا،

بلکہ اُسے بلایا گیا۔

نہ وہ پاک تھا،

نہ لائق،

مگر پھر بھی

رب نے اُسے نظرانداز نہ کیا۔

اور تب وہ سجدے میں گر گیا اور کہا:

"یا اللہ!

جب سب نے چھوڑا،

تب تُو نے بلایا۔

جب میں اپنے آپ سے بھی مایوس تھا،

تب تُو نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔

تُو کتنا بڑا ہے...

اور میں کتنا چھوٹا،
پھر بھی تُو نے مجھے پکارا۔"

جب جویریہ خاموش ہوئی،
تو پہلے دل ٹوٹا،
پھر شکوے بنے،
پھر راتیں جاگنے لگیں۔

لیکن ایک دن...
اسی خاموشی نے اُسے جگایا
نہ غم سے،
نہ امید سے،
بلکہ حقیقت سے۔

جویریہ کی خاموشی اُس کے لیے
اذان بن گئی
رب کی طرف پلٹنے کی،
سجدے کی طرف جھکنے کی،

اور ذکر کو اپنا بنانے کی۔

وہ سمجھا تھا اُس کی باتیں روشنی ہیں،
مگر جب وہ چھن گئیں،
تو رب کی صدا واضح سنائی دی۔

یہی اُس خاموشی کا کمال تھا
اس نے اُسے عبادت میں لگا دیا،
اور وہ پہلی بار دل سے "اللہ اکبر" کہنے لگا۔

حسن نے جویریہ کو بار بار پکارا،
پیغامات بھیجے،
دعائیں کیں،
اور رب سے التجا کی کہ وہ کوئی ایک اشارہ دے دے۔

مگر وہ ہمیشہ چپ رہی۔

شروع میں یہ چپ،

خاموشی نہیں...
بے وفائی لگی۔

لیکن جب دل نے رب سے سوال کیا:
"کیا یہ خاموشی سزا ہے یا سبق؟"
تو دل ہی نے آہستہ سے جواب دیا:

"یہی تو جواب ہے،
تاکہ تُو اب رب کی طرف لوٹ آئے۔"

حسن نے سمجھا
کہ اُس کا کچھ نہ کہنا
اندھیرا ہے،
مگر وہ اندھیرا ہی
رب کی روشنی کا راستہ بن گیا۔

اور جب انسان رب کو پا لیتا ہے،
تو خاموشی بھی

سب کچھ کہہ جاتی ہے۔

وہ دن تھا جب حسن کے دل کی ویرانی ایک صحرائے سوکھے درخت کی مانند نظر آئی۔
ہر شاخ پر خشکی کے نقش تھے،
ہر پتّے پر امید کے بجائے درد کے نقوش۔
وہ رب سے دست بستہ کچھ نہیں مانگتا تھا،
بس خاموش دعاؤں میں اپنا ماتم رکھ دیتا تھا۔

پھر اچانک...
بادلوں کی خفیف ہلچل سی محسوس ہوئی،
نہ بارش کی کوئی پیش بندی تھی،
نہ زوردار گرج تھی،
مگر پھر پہلی بوند ٹپکی۔

وہ بوند آنسو تھی،
حسن کے چہرے پر گرتی،
دل کے سینے میں جذب ہوتی،
اور روح کو سرشار کر دیتی۔

پھر دوسری، تیسری...

بوندیں بڑھتی گئیں،

اور جلد ہی ایک نرم برسات بن گئیں۔

یہ بارش نہ صرف آنکھوں کی صفائی کر رہی تھی،

بلکہ دل کو بھی دھو رہی تھی

ہر زخم پر رحمت کی بوندیں بہا کر،

ہر دکھ کو سکون میں بدل کر۔

پانی نے جیسے اُس کی درخت جیسی بکھری ہوئی کیفیت میں زندگی پھونک دی۔

وہ خشک شاخیں جو مرجھا گئیں تھیں،

اب نئی کونپلوں کی امید سے ڈھل اٹھیں۔

یہی تو رب کی رحمت ہے

جس کی بارش نے خالی دل کو بھیا با کر دیا،

اور اُسے سکھا دیا کہ بوند بوند میں کرم ہوتا ہے۔

رات جب اپنی پوری تاریکی لے کر اُتری،

تب حسن کو لگا کہ شاید یہ تاریکی بے حد پائیدار ہے۔

جہاں ہر خواب مرجھا،
ہر چھاؤں بھر بھاری،
اور ہر روشنی اندھیرے میں گم۔

لیکن پھر...
پچھلی رات کے بادل ٹوٹے اور
فجر کی پہلی لالی افق پر نمودار ہوئی۔

نہ بہت تیز روشنی،
نہ تیز آوازِ بلبل،
بس ایک نرم جھیل کی مانند سرخی،
جو ہر تارے کو رخصت کر کے
آسانی سے دن کا آغاز کرتی تھی۔

وہ سرخی اُس کی آنکھوں میں گھل گئی،
اور دل نے پہلی بار بلند آواز سے کہا:
"یہ امید ہے
جو رب کے وعدے کی صبح لے کر آئی ہے۔"

یہ صبح جویریہ کی مسکان نہ تھی،

مگر رب کی خوشخبری تھی

کہ وہ اُس کی آزمائش کی راتوں میں نہ سہی،

پھر بھی ہر فجر میں بستی ہے۔

حسن نے شکر کرنا سیکھا۔

پہلے شکوے تھے،

پھر شکایتیں،

پھر دعاؤں میں ایک نام کی ضد۔

مگر اب دل نے کہا:

"الحمدللہ"

اور یہ شکر محض زبان کا نہیں،

دل کا نغمہ بن گیا۔

ہر دھڑکن، ہر سانس،

رب کی حمد میں بدل گئی۔

یہی شکر اُس کا سب سے بڑا انعام تھا۔

پھر عمل کی روشنی آئی۔
وہ محتاجوں کو دیکھتا،
ان کے لیے کچھ کرتا،
تو دل کے اندر روشنی پھیلتی۔

وہ علم حاصل کرتا،
اور علم اُس کے سینے کو منور کرتا۔

اب ہر قدم رب کی طرف جاتا،
ہر راستہ قرب کی جانب کھلتا۔

اور جب وہ گولڑہ شریف کے دربار میں مرشد کے پہلو میں بیٹھتا،
تو دل کے بوجھ، سوالات، اور زخم سب سامنے رکھ دیتا۔

لوگ آتے، دعا کرواتے،

اپنی پریشانی سناتے،
اور حسن حیران ہوتا:

"یہ لوگ مجھ گناہگار کے پاس دعا کروانے کیوں آتے ہیں؟"

مگر پھر دل کہتا:
"یہ تُو نہیں... یہ رب کا کرم ہے۔"

مرشد تب مسکرا کر کہتے:

"میں نے تجھے قبول کیا ہے
نہ تیری حالت دیکھ کر،
بلکہ تیری رب کی طرف لو لگانے پر۔"

اور حسن ہر بار سجدے میں گر کر کہتا:

"یا اللہ! یہ میں نہیں، یہ سب تیرا ہے۔"

یہ وہ لمحے تھے

جب حسن جان گیا

رب ٹوٹے ہوئے دل کو بھی وسیلہ بنا دیتا ہے۔

حسن نے سوچا تھا شاید

اب یہیں رہ جائے گا...

اسی خانقاہ میں،

اسی چٹائی پر،

اسی سجدے میں،

جہاں دل کو رب ملا ہے۔

دل چاہتا تھا

کہ دنیا کے سارے شور سے کٹ جائے

نہ جویریہ کی یاد،

نہ انسانوں کی بے وفائی،

نہ کامیابی کا بوجھ،

نہ احساسِ کمتری۔

بس یہیں...

جہاں وہ ہو اور اس کا رب۔

لیکن وہ صبح،

مرشد کے چہرے پر کچھ اور تحریر تھا۔

وہ ان کے سامنے بیٹھا تھا،

سکوت کے ایک لمبے وقفے کے بعد

مرشد نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا:

"اب تم واپس چلے جاؤ..."

دل جیسے ساکت ہو گیا۔

کیا؟

کیا خانقاہ اُسے ٹھکرا رہی ہے؟

کیا وہ رب کا وہ بندہ نہیں

جو یہاں رہنے کے قابل ہو؟

کیااُس کے گناہ پھر سے سامنے کھڑے ہو گئے؟

مرشد نے اُس کی خاموشی کو محسوس کیا،

اور کہا:

"یہ خانقاہ تمہیں نہیں ٹھکرا رہی،

یہ تمہیں تمہاری اصل عبادت کی طرف بھیج رہی ہے۔"

حسن نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

انہوں نے نرمی سے کہا:

"تمہاری ماں تمہاراانتظار کر رہی ہے۔

اور بیٹا...ماں سے بڑا کوئی مرشد نہیں ہوتا۔"

اُس کے اندر جیسے ہچکی بندھ گئی۔

ماں...

کتنے دن ہو گئے؟

کتنی دعائیں،
کتنی راتیں اُس نے اُس کی واپسی کی آس میں گزاری ہوں گی۔

مرشد نے مسکرا کر کہا:

"یہ تمہیں کس نے کہا
کہ صرف خانقاہ میں رب ہوتا ہے؟
رب تو ہر جگہ موجود ہے...
وہ تو تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

اب جا...
اپنی زندگی کو عبادت بنا۔
وہی نماز، وہی کام، وہی رشتہ،
سب کو رب کے لیے جینا سیکھ۔
یہی اصل خانقاہ ہے۔"

حسن نے سر جھکا لیا۔
وہ لمحہ الوداع کا نہ تھا،

بلکہ اجازت کا تھا...

اور اجازت کا مطلب ہوتا ہے:

تم نے سیکھ لیا، اب لوٹ جاؤ

اور وہ سب بدل دو،

جو کبھی تمہیں توڑ چکا تھا۔

یوں وہ نکلا...

کمرے کی وہ خاموش چٹائی پیچھے رہ گئی،

مرشد کی وہ خوشبو اُس کے اندر سمٹ گئی،

اور وہ...

واپس اس دنیا میں جا رہا تھا

جسے اب اُسے رب کی محبت سے جینا تھا۔

دربار کی فضا میں وقت جیسے رُک جاتا تھا۔

گولڑہ شریف کی وہ سیڑھیاں،

مرشد کے پہلو میں گزرتے لمحے،

مزار کے گنبد سے ٹپکتی روشنی،

اور زائرین کی بے آواز دعائیں

یہ سب کچھ اُس کے دل میں ایک عادت بن چکے تھے۔

یہاں ہر دن،

ایک نئی دعا بنتی،

اور ہر رات،

ایک نئی قبولیت کی امید۔

حسن کا دل وہیں جم گیا تھا،

جیسے اب یہی اُس کی دنیا ہے،

یہی اُس کی آخرت۔

پھر ایک دن...

مرشد کے خادم نے نرمی سے کہا:

"باباجی نے کہا ہے، اب گھر چلے جاؤ... کچھ دن اپنے گھر والوں کے ساتھ وقت گزارو۔"

دل کانپ گیا۔

گھبراہٹ،

اداسی،

خاموشی

سب ایک لمحے میں اُس کے اندر چھا گئے۔

"یہاں سے جانا؟

جہاں سکون ملا،

جہاں دل میں روشنی اتری،

جہاں رب قریب لگا...؟"

وہ باہر نکلا تو دھوپ بھی بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔

چلتے ہوئے وہ سیڑھیاں،

جن پر ہزاروں بار قدم رکھا تھا،

اب لگ رہا تھا جیسے ہر زینہ

اُسے تھامے بیٹھا ہے،

کہہ رہا ہو:

"رک جا... تُو یہاں کا ہے۔"

مگر حکم تھا...

اور حکم،

محبت میں دلیل نہیں مانگتا۔

حسن نے رخصت لی،

نہ آنکھوں میں آنسو چھپے،

نہ دل کی دھڑکن کم ہوئی،

بس ہر قدم کے ساتھ

یہی دعا دل سے نکلتی رہی:

"یا اللہ،

میں جا رہا ہوں،

لیکن میرا دل یہیں رہ جائے

مرشد کے قدموں میں،

تیری رضا کے سائے میں،

اس دربار کی روشنی میں۔"

جب وہ گیٹ سے باہر نکلا،

تو فضا کچھ خاموش ہو گئی،

جیسے دربار خود کہہ رہا ہو:

"اب جاؤ،
تمہیں دنیا میں وہ سیکھنا ہے
جو تم یہاں پا چکے ہو۔
اب یہ سکون صرف تمہارا نہیں،
تمہارے کردار کا حصہ ہونا چاہیے۔"

یہ واپسی ہجرت کی طرح تھی،
ایک ایسی جدائی،
جس میں وصل کا راز چھپا تھا۔

اور وہ جان گیا...

جب مرشد حکم دے کہ واپس چلو،
تو یہ جدائی نہیں،
رب کا نیا پیغام ہوتا ہے
کہ اب جو سیکھا ہے،

اسے جیو۔

شام ڈھل چکی تھی۔

فضا میں وہی خاموشی تھی

جو وہ خانقاہ سے ساتھ لے کر آیا تھا۔

بس اب فرق یہ تھا

کہ پہلے دل خالی تھا،

اور اب دل... رب کی خوشبو سے لبریز۔

››››››››››››››››››››››››››››››

گھر کا دروازہ وہی تھا،

دیواروں پر وہی رنگ،

صحن میں وہی پرانا درخت

لیکن حسن کے قدم...

کسی اور زمین پر پڑ رہے تھے۔

جیسے دل کہہ رہا ہو:

"یہ واپسی نہیں،

یہ ایک نئی ابتدا ہے..."

دروازہ کھولا،

توماں سامنے نہیں تھی،

وہ کچن میں تھی شاید۔

لیکن جیسے ہی اُس نے قدموں کی چاپ سنی،

سارا کام چھوڑ کر باہر آئی۔

ماں کی آنکھوں میں

نہ گلہ تھا،

نہ سوال...

بس وہ پہلی روشنی تھی

جس میں رب کی رضا بھی چھپی تھی

اور ماں کی دعا بھی۔

حسن خاموش کھڑا تھا،

نہ کچھ کہہ پایا،

نہ آنکھیں ملا پایا۔

ماں بس اُس کے چہرے کو دیکھتی رہی،

جیسے برسوں بعد کوئی گمشدہ چیز مل جائے،

جس کی واپسی کی امید بھی چھوڑ دی ہو۔

پھر وہ بولی...

ہلکی، لرزتی ہوئی آواز میں:

"رب کا شکر ہے...

تُو واپس آ گیا۔"

بس، وہ لمحہ حسن کے لیے

دنیا کی سب سے بڑی دعا تھا۔

وہ آگے بڑھا، ماں کے ہاتھ تھامے،

اور صرف اتنا کہا:

"ماں...

میں نے رب کو پا لیا ہے۔

اب باقی سب تجھ سے سیکھنا ہے۔"

ماں کی آنکھوں میں آنسو تھے،
لیکن اُن آنسوؤں میں شکایت نہیں،
شکر تھا۔

شکر اس بات کا
کہ بیٹا جو ٹوٹ کر بکھر گیا تھا،
اب رب سے جڑ کر واپس آیا ہے۔

وہ رات،
وہ ماں کے پہلو میں سویا،
ایسا لگا جیسے
خانقاہ ابھی بھی اُس کے اندر زندہ ہے،
اور ماں کی گود...
اُس کی پہلی مسجد۔

شام ڈھل رہی تھی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

دروازہ کھولا تو سامنے فائقہ کھڑی تھی،

ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ

اور چہرے پر وہی مانوس مسکراہٹ۔

"بھائی، آپ واپس آ گئے اور بتایا بھی نہیں؟" اُس نے گلہ کرتے ہوئے کہا۔

حسن نے مسکرا کر جواب دیا:

"بتاتا... مگر خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس واپسی کا مطلب کیا ہے۔"

وہ دونوں کمرے میں بیٹھ گئے۔

چائے کا کپ سامنے آیا،

مگر زیادہ تر وقت خاموشی چھائی رہی۔

آخر حسن نے دھیرے سے کہا:

"فائقہ... کچھ سفر انسان کے اندر ہوتے ہیں،

اور کچھ باہر۔

میں دونوں سے گزر آیا ہوں۔"

وہ غور سے اُس کی طرف دیکھنے لگی:

"بھائی... آج آپ کی آواز بدل گئی ہے۔

لگتا ہے دل کو منزل مل گئی۔"

حسن نے آہستہ سے کہا:

"ہاں فائقہ... اب سمجھ آیا ہے

کہ ہم جسے پانے کے لیے دنیا الٹ دیتے ہیں،

وہ بھی بس ایک امتحان ہوتا ہے۔

اصل محبت تو وہ ہے

جو فنا نہیں ہوتی۔"

فائقہ نے سنجیدگی سے کہا:

"میں نے کہا تھا نا... جو اللہ پر چھوڑ دیتا ہے،

وہ کبھی خالی نہیں رہتا۔

بھائی، آپ نے دنیا چھوڑ دی،

مگر میں آپ کو کبھی نہیں چھوڑوں گی...

بہنیں بھائیوں کو ٹوٹنے نہیں دیتیں۔"

وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

کھڑکی سے باہر شام کا سورج ڈوب رہا تھا،

مگر اُس کے دل میں ایک نیا سورج طلوع ہو چکا تھا۔

فائقہ نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے اچانک سنجیدہ لہجے میں پوچھا:

"بھائی...ایک بات بتائیں؟

دربار پر جا کر آپ نے کیا پایا؟

اور...اللہ کو کیسے تلاش کیا؟"

چند لمحے وہ خاموش رہا۔

کھڑکی کے باہر ہلکی ہوا چل رہی تھی،

جیسے الفاظ سوچنے میں اُس کا ساتھ دے رہی ہو۔

"فائقہ...اللہ کو تلاش کرنے کا مطلب یہ نہیں

کہ تم کسی دروازے پر جاؤ اور وہ مل جائے۔

یہ تو ایک سفر ہے،

جو دل کے اندر سے شروع ہوتا ہے۔"

وہ غور سے سن رہی تھی،

جیسے ہر لفظ اپنے دل میں محفوظ کر رہی ہو۔

"دربار پر میں نے یہ جانا

کہ اللہ کو پانے کے لیے سب سے پہلے

اپنے اندر کے شور کو ختم کرنا پڑتا ہے۔

جب تم اپنی خواہشات کو خاموش کر دیتے ہو،

تب تمہیں اپنے دل میں وہ ایک آواز سنائی دیتی ہے

جو ہمیشہ سے وہاں تھی

اللہ کی یاد۔"

حسن نے چائے کا ایک گھونٹ لیا اور آگے کہا:

"میں نے وہاں دیکھا کہ لوگ رو رہے ہیں،

دعائیں مانگ رہے ہیں،

اور ہر ایک کا دکھ الگ ہے...

مگر سب کی نظریں ایک ہی طرف ہیں۔

یہی وہ لمحہ تھا جب میں نے سمجھا

کہ چاہے ہم کتنے ہی مختلف راستوں سے آئیں،

منزل ایک ہی ہے۔"

فائقہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون جھلک رہا تھا۔

"یعنی بھائی، اللہ کو پانے کے لیے پہلے خود کو چھوڑنا پڑتا ہے؟"

حسن نے مسکرا کر کہا:

"ہاں... خود کو، اپنی انا کو، اپنی ضد کو... اور سب کچھ اُس کے حوالے کر دینا پڑتا ہے۔

جب تم واقعی دل سے کہتے ہو کہ 'میں راضی ہوں تیرے ہر فیصلے پر'... تب وہ اپنے آپ کو تمہارے قریب لے آتا ہے۔"

فائقہ نے آہستہ سے سر ہلایا اور کہا:

"پھر تو یہ سفر سب کو کرنا چاہیے... لیکن بھائی، خوشی ہے کہ آپ نے یہ کر لیا۔ اور یاد رکھیں، جو اللہ کو پا لیتا ہے، وہ کبھی خالی نہیں ہوتا۔"

حسن نے اُس کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اُس کے پاس یہ بہن ہے،

جو نہ صرف سنتی ہے بلکہ اُس کی روح کو بھی سمجھتی ہے۔

اک امتحان

حسن دوبارہ کامسیٹس کی راہداریوں میں آیا...

وہی در و دیوار، وہی لان، وہی لائبریری،

مگر کچھ بھی ویسا نہ تھا جیسا چھوڑ کر گیا تھا۔

نہ دل میں جویریہ کا عکس باقی تھا،

نہ آنکھیں اُس نقاب کو ڈھونڈتی تھیں،

نہ وہ خاموش دعا باقی رہی تھی

جس میں صرف ایک چہرہ گونجتا تھا۔

اب دل میں صرف رب کی طلب تھی۔

وہی رب... جسے پہلے جویریہ کے وسیلے سے چاہا،

اب براہِ راست پکارنے لگا تھا۔

مرشد نے کہا تھا:

"ویرانے سے نکل کر، اللہ کو دنیا کے رنگوں میں تلاش کرو...

یہی تمہارا اصل امتحان ہے۔"

اور اب، جب وہ واپس آیا تھا

تو یہی رنگ، یہی ہجوم، یہی روزمرہ کی مصروفیت

سب میں ایک ہی تلاش باقی تھی:

"وہ کہاں ہے... جس نے مجھے یہ دل دیا؟"

کیفے کے اُس پرانے کونے پر وہ دوست پھر سے جمع تھے۔

عامر نے حسبِ عادت قہقہے لگائے،

حیدر نے اپنی لاپرواعادت کے ساتھ چائے کا گھونٹ بھرا،

سجاد نے گہری نظروں سے اُسے دیکھا،

اور آریان، جو خاص اُس کے لیے واپس آیا تھا،

خاموش بیٹھ کر بس مسکراتا رہا۔

باتوں کے بیچ عامر نے کہا:

"یار، تُو تو پورا صوفی بن گیا ہے!

پہلے جویریہ کی باتیں، اب صرف اللہ کا ذکر۔"

شعیب نے سر ہلا کر ہنستے ہوئے کہا:

"اب تو لگتا ہے کیفے بھی تیرے لیے چھوٹا پڑ گیا ہے،

تیری محفل تو دربار ہے۔"

سجاد نے سنجیدگی سے پوچھا:
"ایسی تبدیلی...یوں اچانک؟ یا کوئی چھپا ہوا درد ہے؟"

حسن نے مسکرا کر کہا:
"درد تھا، بہت گہرا...
مگر وہی درد مجھے اُس ذات تک لے گیا
جس سے میں غافل ہو چکا تھا۔"

سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔
آریان اپنی ڈگری کے بعد روانہ ہو چکا تھا،
مگر حسن کے لیے اب یہ جدائیاں آسان ہو گئی تھیں۔
وہ سمجھ چکا تھا کہ ہر شخص ہمیشہ کے لیے نہیں رہتا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

ایک دن کیفے میں بیٹھے وہ سب ہنس رہے تھے

کہ اچانک شعیب نے کھڑکی سے باہر اشارہ کیا:

"یار، وہ تین لڑکیاں کئی دنوں سے ہمیں دیکھ رہی ہیں۔"

عامر نے شرارت سے کہا:

"کیا بات ہے شعیب، تُو بھی شاعر بن گیا؟

یا ہمیں کوئی اشارہ دینا چاہ رہا ہے؟"

شعیب نے سنجیدگی سے کہا:

"نہیں، میں نے کئی بار نوٹ کیا ہے...

کبھی کیفے میں، کبھی لائبریری کے باہر،

نگاہیں ہمیشہ ہماری طرف ہوتی ہیں۔"

عامر نے ہنستے ہوئے حسن کی طرف دیکھا:

"تو پھر کیا؟

کیا تیرے دل کے دروازے پھر سے کھلنے والے ہیں؟

کیا کوئی اور آنے والی ہے...

جس کی دستک اس بار سنائی دے گی؟"

حسن چونک گیا۔

یہ جملہ اُس کے دل میں جیسے کوئی پرانا زخم چھیڑ گیا۔

اُسے اچانک یاد آیا مرشد نے کہا تھا:

"اب کا عشق... تیرا اصل امتحان ہو گا۔

اس بار خود کو بچانا ہو گا،

کیونکہ یہ عشق تجھے رب سے دور بھی کر سکتا ہے...

یا پھر قریب تر بھی۔"

حسن نے دل ہی دل میں سوچا:

"کیا یہ وہی امتحان ہے؟

کیا یہ تین چہرے...

کسی آزمائش کا چہرہ ہیں؟

یا صرف معمول کی ایک دنیاوی روانی؟"

سجاد نے اُس کی خاموشی کو بھانپتے ہوئے کہا:

"کیا ہوا؟

تُو تو جیسے کسی اور دنیا میں کھو گیا۔
کہیں تُو بھی اُن کی طرف متوجہ تو نہیں ہو گیا؟"

حسن نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:
"اب کی بار اگر دل کسی طرف گیا،
تو پہلے رب سے پوچھوں گا،
پھر دل سے۔"

سب چونک گئے، شاید انہیں لگا وہ مذاق کر رہا ہے۔
مگر سچ یہ تھا:
اب حسن کا دل آزمائشوں میں الجھنے کے لیے نہیں،
رب کی رضا میں رہنے کے لیے دھڑکتا تھا۔

یونیورسٹی کی وہ صبح بھی عام سی تھی۔
لان وہی، ہوائیں وہی، راہداریاں وہی
مگر دل کے گرد ایک اور کیفیت لپٹی ہوئی تھی۔

وہ تین لڑکیاں...

ایک باتونی، ایک ہنستے ہنستے سب کو اپنی طرف کھینچ لینے والی،

اور ایک، خاموش، نگاہیں جھکائے،

مگر ہر جگہ دکھائی دیتی۔

کبھی کیفے کے باہر، کبھی لائبریری کے کونے میں،

اور اکثر وہیں جہاں حسن تنہا بیٹھا ہوتا،

کسی ان دیکھی دعا میں گم۔

یہ محض اتفاق نہ تھا۔

یہ یا تو قربت کی تمنا تھی...

یا ایک نیا امتحان۔

کچھ دنوں میں حسن نے محسوس کیا

کہ ان تینوں میں سے ایک کی نظر اُس پر زیادہ دیر ٹھہرتی ہے۔

وہ، جس کا نام بعد میں ایمن معلوم ہوا۔

اُس کی آنکھوں میں سوال تھا،

اور اُس کی خاموشی میں ایک عجیب تڑپ۔

عامر نے ہنستے ہوئے کہا:

"یار، یہ تینوں لڑکیاں ہر جگہ تیرے آس پاس کیوں گھومتی ہیں؟

خاص طور پر وہ ایمن وہ تو جیسے بس تجھے دیکھنے آتی ہے!"

حسن مسکرا دیا، مگر دل کے اندر ایک لرزہ سا دوڑ گیا۔

کبھی کبھی انسان رب کی محبت مانگتا ہے،

اور رب اُسے ایسی محبتوں کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے

جن سے گزر کر بندہ صرف رب کا رہ جاتا ہے۔

ایمن کی نظریں کچھ کہنا چاہتی تھیں

شاید قریب آنا، شاید سوال کرنا، شاید اظہار...

مگر حسن جانتا تھا:

اگر وہ اُس کے پاس آئی،

تو وہ اُسے اپنے پاس روکنے والا نہیں،

بلکہ رب کی طرف موڑنے والا ہو گا۔

وہ دن بھی آیا جب ایمن نے کیفے میں رک کر ایک لمحے کے لیے اُس کی طرف دیکھا۔

بس ایک لمحہ... مگر اُس ایک لمحے میں حسن کے دل پر بوجھ آ گیا۔

اُس نے اندر ہی اندر دعا کی:

"اے رب...

اگر یہ محبت ہے،

تو مجھے اس کا وسیلہ نہ بنا،

مجھے تیرا دربان بنادے۔

کہ جو دل میری طرف کھنچ رہا ہے،

میں اُسے تیری طرف موڑ سکوں۔"

وہ تینوں چلی گئیں۔

لیکن ایمن کا وہ ایک لمحے کا رکنا

حسن کے لیے ایک نئی ذمہ داری بن چکا تھا۔

اب یہ سفر صرف اُس کا نہیں رہا تھا۔

یہ وہ لمحہ تھا جہاں

ایک اور دل اُس کی طرف آنا چاہتا تھا

اور اُس نے عہد کیا تھا کہ وہ اُسے رب کی طرف لے جائے گا۔

ایمن حسین تھی۔

اُس کی مسکراہٹ، اُس کی آنکھوں کی گہرائی، اُس کے وجود کا عکس
سب کچھ دل کو اپنی طرف کھینچنے والا تھا۔
مگر حسن کے اندر کوئی لہر نہ اٹھی۔
نہ دعا بنی، نہ خواہش جاگی، نہ طلب۔

کیونکہ وہ اب کسی اور منزل کا مسافر تھا۔
وہ وادی چھوڑ چکا تھا جہاں محبت چہرے سے ہوتی ہے،
اور قربت باتوں سے۔
اب اُس کا دل صرف یادِ الٰہی میں پناہ ڈھونڈتا تھا۔

اُسے اچانک مرشد کی وہ بات یاد آئی:
"اب کا عشق... تیرا اصل امتحان ہو گا۔
اس بار خود کو بچانا ہو گا،
کیونکہ یہ عشق تجھے رب سے دور بھی کر سکتا ہے...
یا قریب تر بھی۔"

حسن نے دل میں کہا:
"یہی ایمن ہے... وہی امتحان۔"

اور اُسی لمحے جویریہ کا پرانا جملہ یاد آگیا:

"ایک نامحرم عورت، مرد کے لیے ہمیشہ فتنہ ہوتی ہے۔"

وہ کانپ گیا۔

کتنا سچ کہا تھا اُس نے۔

وہ، جو نقاب میں تھی، خاموش تھی، دور تھی،

لیکن اُس کی نصیحت آج ایک نئی عورت کے سامنے ڈھال بن گئی۔

تب حسن نے خود سے کہا:

"نہیں!

مجھے اُس راہ پر نہیں جانا

جہاں حسن عبادت پر حاوی ہو جائے۔

مجھے اُس رنگ میں رنگنا ہے

جو صرف رب کی رضا کا رنگ ہے۔"

اور یوں...

حسن ایمن سے بچنے لگا۔

اگر وہ آتی، تو وہ رُخ بدل لیتا۔
اگر وہ بیٹھتی، تو وہ اُٹھ جاتا۔
اگر وہ دیکھتی، تو وہ نظر جھکا لیتا۔

کیونکہ اب وہ عشقِ فانی کا طالب نہیں رہا تھا۔
اب وہ صرف عشقِ باقی کا متلاشی تھا۔

عامر نے ہنستے ہوئے قہقہہ لگایا:

"اور حسن روزانہ کی طرح شرما کے سر جھکا لیتا ہے؟"

حسن چپ رہا۔

سجاد نے گردن موڑ کر دیکھا اور بولا:

"یار، واقعی... وہ تو روز سامنے آ بیٹھتی ہیں۔
کوئی کام نہیں اِن لڑکیوں کو؟"

شعیب نے کندھے اُچکائے:

"شاید ہمیں کوئی 'کیس اسٹڈی' سمجھ کر ریسرچ کر رہی ہیں!"

عامر نے حسن کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا:

"یار، واقعی... کچھ نیا لگ رہا ہے تجھ میں۔
یہ سب لڑکیاں... کیا تُو واقعی کسی اور کی طرف مائل ہونے لگا ہے؟"

حسن چونک گیا۔
دل میں کچھ ہلچل ہوئی۔
کیا یہ وہی امتحان ہے؟

وہی جس کا ذکر مرشد نے کیا تھا؟

اس نے نظریں نیچے کیں اور دھیرے سے کہا:

"مجھے لگتا ہے... یہ سب صرف ایک امتحان ہے۔"

شعیب نے آنکھیں پھیلا کر کہا:

"پھر تو بھائی، بڑا کڑا امتحان ہے۔
ایمن کو تو کتنا نظر انداز کرے گا!"

سجاد نے سنجیدگی سے کہا:

"تو اب کون سا راستہ اختیار کرے گا؟"

حسن نے مسکرا کر کہا:

"اب جو راستہ ہے، وہ رب کی طرف جاتا ہے۔
اور یہ راستے اُس وقت تنگ ہو جاتے ہیں
جب نظر کسی فتنہ پر ٹک جائے۔"

عامر نے چپکے سے کہا:

"اور اگر یہ فتنہ خوشبو میں لپٹا ہو...

اور حسن میں بسایا گیا ہو؟"

حسن نے آنکھیں بند کر کے سر ہلایا:

"پھر بھی... میں اُس خوشبو سے بچنے کی کوشش کروں گا۔

کیونکہ میری منزل خوشبو نہیں،

رضائے الٰہی ہے۔"

شعیب نے قہقہہ لگایا:

"پھر بھی دل سے ایک بات کہوں؟"

"کہو۔"

"تیرا چہرہ آجکل ایسا لگتا ہے

جیسے تُو دنیا سے نہیں...

کسی اور جہان سے لوٹ کے آیا ہو۔"

عامر نے گردن ہلا کر کہا:

"ہاں، اور تیرے اندر کا وہ عاشق؟
وہ شاعر؟
وہ جو ہر خالی کرسی کے ساتھ ایک جویریہ رکھتا تھا؟
وہ کہاں گیا؟"

حسن نے مسکرا کر کہا:

"وہ اب باقی نہیں رہا۔
اب میری لو اس سے جُڑ گئی ہے
جو کبھی فانی نہیں ہوتا۔
اب خالی کرسی نہیں دیکھتا...
اب دل خالی نہیں رہا۔"

اور تب سب خاموش ہو گئے۔

شاید سب نے حسن کے بدلتے چہرے میں
کسی اور جہان کا عکس دیکھ لیا تھا۔

بعض نگاہیں آنکھ سے نہیں، روح سے ٹکراتی ہیں۔
وہ انسان کو چھوتی نہیں،
بس ایک سوال بن کر دل کے اندر اترتی چلی جاتی ہیں۔

ایمن کی نگاہیں بھی ایسی ہی تھیں۔

››››››››››››››››››››››››››››

ایک دن کیفے کے باہر وہ اکیلی کھڑی تھی۔
اس کے دوست کہیں اور تھے،
اور وہ حسن کے قریب آنے کی ہمت تو نہ کر سکی...
مگر نظر اٹھا کر رک گئی۔

ایسا لگتا تھا جیسے

کچھ کہنا چاہتی ہو،

کچھ جاننا، کچھ سمجھنا...

یا شاید،

کسی کی خاموشی میں اپنا جواب ڈھونڈنا۔

وہ نگاہ کسی عشق کی دعویٰ دار نہ تھی،

نہ ہی کسی ہوس، طلب یا دنیاوی تعلق کی خواہش تھی

بلکہ ایک ایسا سوال تھا

جو شاید وہ خود بھی الفاظ میں نہیں ڈھال سکتی تھی:

"کون ہو تم؟

اور رب سے اتنا قریب کیسے ہو؟"

ایسی نگاہیں انسان کو یاد نہیں، دعا بنا دیتی ہیں۔

چاہے انسان چاہے یا نہ چاہے،

وہ کسی نہ کسی لمحے سجدے میں یاد آتی ہیں۔

اور اُس دن

حسن نے پہلی بار ایمن کو اپنی دعا میں دیکھا۔

سجاد نے کہا:

"یہ لڑکی تمہارے گرد کچھ زیادہ ہی منڈلا رہی ہے۔
لگتا ہے وہ تمہیں صرف پسند نہیں کرتی...
وہ تمہیں سمجھنا چاہتی ہے۔
اور یہی اصل امتحان ہے۔"

حسن خاموش رہا۔
کیونکہ سجاد صحیح تھا۔

یہ عشق نہیں، رہنمائی کی طلب تھی۔
اور شاید اب حسن صرف محبت کا مرکز نہیں،
بلکہ ہدایت کا رستہ بننے جا رہا تھا۔

اس دن رات اُس نے اپنی دعاؤں میں کہا:

"اے اللہ...

میں کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا،

لیکن اگر کسی کے دل میں تو نے میرے ذریعے راستہ روشن کیا ہے...

تو مجھے محض ایک راستہ بنا دے،

منزل کبھی نہ بنا۔"

ایمن کی آنکھیں سوال بن گئیں،

اور حسن جواب تلاش کرنے لگا...

مگر اپنے لیے نہیں،

اس کے لیے... تاکہ وہ رب تک پہنچ سکے۔

››››››››››››››››››››››››››››››

کچھ دوست صرف ہنسی کے لیے نہیں ہوتے،

وہ انسان کے خاموش لمحوں کے گواہ بھی ہوتے ہیں۔

اور عامر...

وہ ان گنے چنے لوگوں میں سے تھا جو حسن کی خاموشی میں بھی بولتا تھا۔

وہ دونوں کیفے کے باہر لان میں بیٹھے تھے،

ہوا میں کچھ سوال تھے

اور آسمان کچھ گہرا لگ رہا تھا،

جیسے حسن کے اندر کے موسم باہر اتر آئے ہوں۔

عامر نے چائے کا گھونٹ لیا

اور حسن کی طرف غور سے دیکھا، پھر مسکرا کے کہا:

"یار، تُو نے ایمن کی آنکھیں دیکھی ہیں؟

وہ تجھے دیکھتی نہیں... پڑھتی ہے۔

اور تُو...

تُو اب کسی اور کی محبت میں نہیں،

شاید کسی کی ہدایت کا ذمہ لے چکا ہے۔

لگتا ہے...

یہ آزمائش کا نیا باب شروع ہو چکا ہے۔"

حسن چپ رہا...

لیکن اندر کہیں کچھ لرز گیا۔

ہاں... یہ آزمائش تھی۔
ایسی آزمائش جو لبھاتی بھی تھی
اور ڈراتی بھی۔

کیونکہ محبت جب رب کے رستے پر آ جائے،
تو وہ صرف جذبہ نہیں رہتی،
امانت بن جاتی ہے۔

عامر کی باتوں میں مزاح بھی تھا، درد بھی۔
اس نے کہا:

"دیکھ...
ایمن تیرے دل تک آنا چاہتی ہے،
مگر مجھے لگتا ہے،
تُو اُسے دل نہیں، درد کھائے گا...
اور وہ درد رب کا ہو گا۔"

حسن نے پہلی بار سر ہلایا۔

"ہاں عامر...
اگر وہ میرے قریب آئی،
تو میں اُسے رب کے اور قریب لے جاؤں گا۔
کیونکہ اگر یہ جذبہ میرا ہوا،
تو فنا ہو جائے گا،
لیکن اگر یہ رب کے لیے ہوا،
تو شاید باقی رہ جائے گا۔"

عامر خاموش ہو گیا۔
پھر اس نے آہستہ سے کہا:

"یار...
لوگ محبت میں کسی کو پانا چاہتے ہیں،
اور تُو...
کسی کو خدا سے ملوانا چاہتا ہے۔
یہ عشقِ ایثار ہے... نایاب!"

اس رات حسن کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی،

بس رب سے ایک فریاد تھی:

"یارب...

اگر یہ دل کسی اور کی طرف کھنچ جائے،

تو اسے تیری طرف موڑ دے۔

کیونکہ جو تجھ تک لے آئے...

وہی سچا وسیلہ ہے۔"

››››››››››››››››››››››››››››››

ایمن اکیلی نہیں تھی۔

اس کے ساتھ دو اور چہرے ہمیشہ موجود رہتے:

عائشہ شوخ، باتونی اور ہمیشہ مسکراتی ہوئی۔

اور ملائکہ سنجیدہ، سمجھدار، اور کسی معصوم دعا کی طرح خاموش۔

یہ تینوں...

یونیورسٹی کی ہر راہداری میں ایک کہانی بن گئی تھیں۔
مگر جسے وہ محبت سمجھتی تھیں،
وہ حسن کے لیے ذمہ داری بن چکی تھی۔

حسن نے کئی بار دیکھا
جب ایمن کی نظریں اس سے ٹکراتیں،
تو عائشہ ہنس پڑتی...
اور ملائکہ کچھ سوچنے لگتی۔

وہ تینوں حسن کی موجودگی کو محسوس کرتی تھیں،
لیکن صرف ایمن کے دل میں خلش تھی،
جسے وہ شاید محبت سمجھ بیٹھی تھی۔

ایک دن، عائشہ نے کیفے میں بیٹھے بیٹھے ایمن سے کہا:

"یار، وہ تجھے بس دیکھتا ہے۔
بولتا نہیں، مسکراتا نہیں،
جیسے دنیا سے الگ ہے۔

تم واقعی اُسے پسند کرنے لگی ہو؟"

ایمن نے خاموشی سے چائے کا گھونٹ لیا،
اور دھیرے سے کہا:

"مجھے نہیں پتہ یہ کیا ہے...
بس جب وہ قریب ہوتا ہے،
دل سجدہ کرنے کو چاہتا ہے۔"

ملائکہ نے اُس لمحے پہلی بار مداخلت کی۔
اس نے بہت سنجیدگی سے ایمن کو دیکھا اور کہا:

"یہ خطرناک بات ہے، ایمن۔
کہیں تم صرف اس کے سکون کی طرف کھنچ تو نہیں رہیں؟
کیونکہ وہ لڑکا...
محبت نہیں بانٹتا،
وہ ہدایت کی طرف کھینچتا ہے۔"

یہ جملہ معمولی نہیں تھا۔

ملائکہ نے گویا ایمن کے دل کا پردہ چاک کر دیا تھا۔

حسن دور بیٹھا تھا،

لیکن اس نے ایمن کے چہرے پر وہ کیفیت دیکھی

جیسے وہ کچھ سمجھ گئی ہو،

مگر ماننے کے لیے ابھی بھی تیار نہ ہو۔

››››››››››››››››››››››››››››››

اس دن رات کو حسن نے سوچا:

"اے رب...

اگر تُو نے میرے ذمے کسی اور کے دل کی روشنی لگائی ہے،

تو مجھے اس کا بوجھ بھی دے دے۔

میں اُس روشنی کو محبت کا نام نہیں دوں گا،

میں اسے تیری طرف موڑنے کی کوشش کروں گا۔"

عائشہ کی ہنسی،

ملائکہ کی فکر،

اور ایمن کی خاموشی...

سب کچھ ایک بڑے امتحان کی تمہید لگ رہا تھا۔

لیکن حسن جانتا تھا

یہ راستہ اب صرف اس کا نہیں رہا۔

وہ خود کو بھی رب کی طرف لے جا رہا تھا...

اور شاید اب کسی اور کو بھی۔

ہر شخص جو حسن کو جانتا تھا،

وہ اسے سمجھ نہیں سکتا تھا،

مگر کچھ ایسے ہوتے ہیں،

جن کی خاموش نظریں انسان کے اندر کے طوفانوں کو پہچان لیتی ہیں۔

سجاد ایسا ہی تھا۔

کم بولتا تھا،

مگر جب کچھ کہتا، تو دل پر نقش چھوڑ جاتا۔

ایک دن مغرب کے بعد مسجد سے واپسی پر
وہ دونوں ساتھ چل رہے تھے۔
اندھیرے میں ہلکی روشنی،
اور سروں پر تیز ہوا جیسے رب کے سوال ان سے پوچھ رہی ہو۔

سجاد نے رُک کر حسن کی طرف دیکھا
اور آہستہ سے کہا:

"مجھے لگتا ہے...
تُو صرف محبت میں نہیں،
امتحان میں داخل ہو چکا ہے۔

وہ ایمن...
یہ لڑکی بس دل کی کشش نہیں رکھتی،
یہ روح کی آزمائش ہے۔"

حسن کچھ نہ بولا۔

بس نظریں جھکا کر چلتا رہا۔
مگر دل میں لرزش بڑھتی گئی۔

سجاد نے پھر کہا:

"دیکھ،
تجھے وہ پسند ہے یا نہیں، یہ بات نہیں۔
سوال یہ ہے:
کیا تُو خود کو اللہ کے لیے روک پائے گا؟
یا پھر...
اس جذبے کو رب کی طرف موڑنے میں کامیاب ہو گا؟"

حسن کے قدم رُک گئے۔
کیونکہ جو سوال باہر آیا تھا،
وہ تو اندر بہت دنوں سے دھڑک رہا تھا۔

حسن نے دھیرے سے کہا:
"سجاد...

اس نے رب سے ایک بات مانگی تھی

کہ اگر کبھی کوئی دل اس کی طرف کھنچے...

تو وہ اس دل کو اپنے نام نہ لکھے،

بلکہ اسے رب کی طرف جھکا دے۔

اور اب اسے لگتا تھا،

وہ دعا قبول ہو چکی ہے

اور اس کی شکل ایمن کے روپ میں اس کے سامنے کھڑی ہے۔"

سجاد نے آسمان کی طرف دیکھا

اور آہستہ سے مسکرا کر کہا:

"پھر سن...

جو لوگ عشقِ مجازی میں فنا ہوتے ہیں، وہ روتے ہیں۔

اور جو عشق کو رب کی طرف موڑ دیتے ہیں...

وہ رہنمائی کا چراغ بن جاتے ہیں۔

اب یہ تجھ پر ہے...

تو عاشق بننا چاہتا ہے، یا چراغِ راہ۔"

یہ جملہ حسن کے دل میں سجدہ کر گیا۔

اس نے خاموشی سے "آمین" کہا

اور دل میں رب سے عرض کی:

"اگر یہ لڑکی میرے دل کی آزمائش ہے،

تو مجھے اتنی ہمت دے

کہ میں اس کے دل کو اپنی طرف نہ بلاؤں...

بلکہ تیرے در کی طرف جھکا سکوں۔"

ایمن اب صرف ایک لڑکی نہیں رہی تھی،

وہ ایک امانت بن چکی تھی...

اور حسن؟

وہ خود کو محب سے زیادہ

ایک دعا سمجھنے لگا تھا۔

کبھی کبھار ایک سوال،

انسان کے اندر برسوں کی خاموشی کو جھنجھوڑ دیتا ہے۔

اور ایمن کا سوال...

ایسا ہی تھا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

ایک دن وہ حسن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
نہ لائبریری کے پردے تھے،
نہ کیفے کے فاصلے،
نہ عائشہ کی ہنسی،
نہ ملائکہ کی خاموشی۔

بس وہ...
اور اس کی نظریں،
صاف، سادہ،
مگر اندر تک اترتی ہوئی۔

اس نے کہا:

"میں نے سنا ہے...

تم پہلے بہت مختلف تھے۔

ہنستے، بولتے، دوستی کرتے،

اور شاید... محبت بھی۔"

حسن چپ رہا۔

"پھر کیا ہوا؟

تم بدل گئے؟

یا بس تھک گئے ہو... دنیا سے؟

کیا تم واقعی بدل گئے ہو؟"

اس نے نظریں زمین پر جما دیں۔

اور دل نے دھیرے سے کہا:

"نہیں ایمن...

میں تھکا نہیں،

میں جاگا ہوں۔

اور جس دن انسان رب کی طرف جاگتا ہے...

وہ دنیا کی نیند سے ہمیشہ کے لیے بیدار ہو جاتا ہے۔"

حسن نے جواب میں کچھ نہیں کہا،
بس ایک آیت اس کے فون پر بھیج دی:

﴿ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ﴾
"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا"

ایمن نے وہ آیت دیکھی،
پھر حسن کی طرف دیکھا،
اور شاید کچھ لمحے کے لیے
اس کی خاموشی حسن کی خاموشی سے ہم آہنگ ہو گئی۔

پھر اس نے آہستہ سے کہا:
"تو پھر...
اگر میں تمہارے قریب آنا چاہوں،
تو کیا تم اجازت دو گے؟"

حسن نے دل میں جواب دیا،
مگر لب خاموش رہے۔

"قریب آنا چاہتی ہو...؟
تو میرے دل سے نہیں،
رب کے ذکر سے گزرنا ہوگا۔"

یہی وہ مقام تھا،
جہاں محبت محض تعلق نہ رہی،
بلکہ راستہ بن گئی...رب کی طرف!

ایمن کا سوال "کیا تم واقعی بدل گئے ہو؟"
در حقیقت حسن کے لیے رب کی طرف جانے والے سفر کی مہرِ تصدیق تھا۔

جب اس نے کہا:
"اگر میں تمہارے قریب آنا چاہوں، تو...؟"
تو حسن باہر سے خاموش تھا،
مگر اندر سے آسمان تک چیخ رہا تھا۔

"ربا!

تُو جانتا ہے...

میں کسی کے دل کو زخمی نہیں کرنا چاہتا،

مگر تُو ہی بتا

کیا تیرے بعد کسی کو جگہ دی جا سکتی ہے؟"

اس کی روح نے آہستہ سے جواب دیا:

"نہیں...

جب تُو رب کو پا لے،

تو دنیا کے لیے دل میں جگہ نہیں بچتی۔"

حسن نے خود سے کہا:

"ایمن کو قریب لانا آسان ہے،

مگر اُسے رب کے قریب لے جانا...

یہی اصل محبت ہے۔

اگر وہ مجھ سے جڑنا چاہتی ہے،

تو میں اُسے خود سے نہیں،

رب کے در سے جوڑوں گا۔"

وہ لمحہ جیسے حسن کا ایک اندرونی معرکہ تھا،

جہاں ایک طرف ایمن کی محبت کی پہلی جھلک تھی،

اور دوسری طرف رب کی رضا کا نور۔

اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

اگلی نماز میں

جب وہ سجدے میں گیا،

تو پہلی بار اس کے لیے دعا کی،

مگر یوں نہیں کہ وہ اس کی ہو جائے...

بلکہ یوں کہ وہ رب کی ہو جائے۔

سجدے میں دل نے رب سے کہا:

"یا اللہ...

اگر یہ دل کسی کے لیے دھڑکنے لگا ہے،

تو اسے تیرے ذکر میں پناہ دے دے۔

اور اگر یہ نظر کسی کو پسند کرنے لگی ہے،

تو اسے تیرے نور سے بھر دے۔

تاکہ میں کسی کے لیے وسیلہ بن سکوں... منزل نہیں۔"

یہ وہ لمحہ تھا

جہاں حسن کو اپنا "بدل جانا"

پہلی بار مکمل محسوس ہوا۔

اگلے دن ایمن نے حسن کو پھر دیکھا،

مگر اس بار اس کی آنکھوں میں صرف سوال نہیں تھا،

انتظار بھی تھا۔

پچھلے دن کی خاموشی،

اس کے سجدے کی دعا،

اور وہ لمحہ... جب اس نے رب سے اُس کے لیے مانگا،

یہ سب کچھ جیسے ایک نئی شروعات کی تمہید بن چکا تھا۔

اگلے دن جب ایمن حسن کی راہ میں آئی،

تو وہ پرانی گھبراہٹ،

وہ معصوم جھجک...

کچھ کم ہو چکی تھی۔

اس کی نگاہوں میں اب یقین تھا،

اور لبوں پر کچھ ایسا جو شاید کل کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

وہ حسن کے قریب آئی،

چند قدم دور، مگر دل کے بہت نزدیک۔

اور آہستہ سے کہا:

"مجھے نہیں پتہ یہ کیا ہے،

مگر میں ہر دن...

تمہارے قریب آنے کو دل میں محسوس کرتی ہوں۔

میں تمہارے قریب آنا چاہتی ہوں۔"

یہ جملہ...

سادہ تھا،

مگر حسن کے اندر ایک طوفان سا برپا کر گیا۔

دل نے لمحہ بھر کو کہا:

"یہ وہی دعا ہے جسے رب نے قبول کیا ہے..."

لیکن فوراً روح نے روک دیا:

"نہیں...

یہ دعا کا امتحان ہے،

قبولیت کا نہیں۔"

حسن نے ایمن کو دیکھا،

اس کی آنکھوں میں خواہش تھی،

مگر حیاء کے پردے میں لپٹی ہوئی۔

اور اس نے آہستہ سے دل میں کہا:

"اے رب...

وہ مجھ تک آنا چاہتی ہے،

لیکن میں اسے تیری طرف لے جانا چاہتا ہوں۔

تو میرے جذبے کو وسیلہ بنا،

وسوسہ نہیں۔"

اس نے لبوں سے کچھ نہیں کہا،

بس اتنا کیا

اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا کاغذ نکالا

جس پر چند الفاظ لکھے تھے:

"میرے قریب آنا ہے،

تو رب کے رستے سے گزرنا ہوگا۔"

حسن نے وہ کاغذ ایمن کی طرف بڑھا دیا،

اور بنا کچھ کہے،

آہستہ آہستہ واپس چل پڑا۔

پیچھے سے اُس کی سانسوں کی لرزش سنائی دی،

شاید اس نے وہ کاغذ کھولا،

اور شاید وہ سمجھ گئی...

کہ یہ عشق، قرب کا نہیں، رب کا راستہ ہے۔

وہ پہلا لمحہ تھا

جب ایمن نے محبت کے لیے قدم بڑھایا،

اور حسن نے اُسے ہدایت کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔

››››››››››››››››››››››››››››››

حسن کیفے میں تنہا بیٹھا تھا۔

ہوا میں کچھ سکون تھا،

اور اندر دل میں بھی ایک خاموشی سی۔

تھوڑی دیر بعد ایمن بھی آ گئی۔

ایسے جیسے اُس کی نگاہیں منتظر ہوں کہ کب حسن اکیلا دکھائی دے...

اور وہ خاموشی سے پاس آ بیٹھے۔

وہ قریب آ کر مسکرائی اور آہستہ سے بولی:

"مجھے ہر وقت تمہارے پاس رہنا اچھا لگتا ہے۔"

حسن نے نظریں جھکائیں، پھر نرمی سے کہا:

"تمہیں ایک بات کہوں؟"

ایمن فوراً بولی:

"میں تو چاہتی ہوں تم بولو..."

حسن نے سنجیدگی سے کہا:

"حجاب کیا کرو، ایمن۔

دیکھو، حسن ہمیشہ پردے میں ہی خوبصورت لگتا ہے۔

اور میرا رب بھی یہی کہتا ہے۔"

اس نے اپنے فون سے قرآن کی آیت تلاوت کی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾

(سورۃ الاحزاب:59)

پھر ترجمہ سنایا:

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔"

ایمن خاموش ہو گئی۔

اس کی آنکھوں میں لرزش تھی حیرانی؟ شرمندگی؟ یا شاید دل کی گہرائیوں سے ابھرتی ہدایت۔

حسن نے نرمی سے کہا:

"ایمن، تم خوبصورت ہو، مگر پردے میں تمہارا حسن رب کے نور سے مل جاتا ہے۔

میں تمہیں چھپانا نہیں چاہتا... میں چاہتا ہوں کہ رب تمہیں ڈھانپ لے۔"

وہ کچھ نہ بولی، بس چائے کی پیالی تھامے بیٹھی رہی۔

اور حسن دل ہی دل میں رب سے کہہ رہا تھا:

"یا اللہ، اگر یہ دل میرے پاس آ رہا ہے، تو اسے پہلے اپنے پاس لے جا۔

تاکہ یہ محبت فنا نہ ہو، تیرے قرب میں باقی رہ جائے۔"

اگلے دن یونیورسٹی کا سماں عجیب تھا۔

سب کی نظریں حیران، زبانیں خاموش، اور دلوں میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا:

"آج ایمن... حجاب میں؟"

کیفے کی راہداری، لائبریری کا کونہ، گزرگاہوں کے بینچ...
جہاں جہاں ایمن گزرتی، لوگ پلٹ پلٹ کر دیکھتے۔

عائشہ نے فوراً پوچھا:
"ایمن... یہ کیا؟ تُو نے حجاب کب سے شروع کیا؟
کل تک تو تیرا انداز ہی الگ تھا!"

ملائکہ خاموش رہی، مگر اس کی آنکھوں میں دعا کا سا سکون تھا۔
ایمن نے نرمی سے مسکرا کر کہا:
"کبھی کبھی ایک بات، ایک جملہ، یا ایک آیت...
زندگی کی سمت بدل دیتی ہے۔

کل کسی نے کہا تھا:
'حسن پردے میں ہی مکمل ہوتا ہے۔'
اور پھر ایک آیت سنائی گئی تھی۔

اُس ایک لمحے نے مجھے وہ دکھا دیا

جو میں برسوں سے محسوس تو کرتی تھی،

مگر سمجھ نہ سکی تھی۔"

حسن کے دوست بھی حیران تھے۔

سجاد نے مسکرا کر کہا:

"یار، تُو نے تو صرف ایک بات کہی تھی، اور وہ بھی ادب سے۔

مگر اُس کے دل نے اُسے وحی کی طرح سن لیا۔

یہی تو اصل اثر ہوتا ہے۔"

اور حسن... وہ بس خاموش تھا۔

دل میں شکر، زبان پر ذکر، اور آنکھوں میں رب کا کرم۔

اس دن نماز کے بعد حسن نے سجدے میں کہا:

"یا رب، اگر ایمن کا حجاب تیرے ذکر کی طرف پہلا قدم ہے،

تو اسے وہ راستہ عطا کر جہاں پردہ نہ صرف چہرے کا ہو،

بلکہ دل کا بھی—— دنیا سے، گناہ سے، اور غیر سے۔"

ایمن آج حجاب میں تھی،

مگر اصل پردہ کسی اور کے درمیان ہٹ چکا تھا...

ایمن اور اُس کے رب کے درمیان۔

››››››››››››››››››››››››››››››››

اسلام آباد کی شام ہمیشہ کی طرح پرسکون تھی،
مگر آج ہوا میں ہلکی سی ٹھنڈک کے ساتھ ایک عجیب سا سکون بھی تھا۔
حسن اور فائقہ ایک چھوٹے سے کیفے کے باہر بیٹھے تھے۔
ان کے سامنے چائے کے کپ سے بھاپ اٹھ رہی تھی،
اور ارد گرد لوگوں کی ہلکی ہلکی گفتگو ہو رہی تھی۔

فائقہ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے حسن کو غور سے دیکھا اور مسکرا کر کہا:
"بھائی، آپ کے چہرے پر آج کل کچھ اور ہی کہانی لکھی ہے... کون ہے وہ؟"

حسن نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا:
"فائقہ، اس کا نام ایمن ہے... اور ہاں، وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔"

فائقہ کی آنکھوں میں شرارت ابھری:

"اچھا...اور آپ؟"

حسن نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا:

"میں... میں نے ہمیشہ اسے کہا کہ محبت سے بڑھ کر ایک راستہ ہے اللہ کا راستہ۔

میں نے اسے بار بار سمجھایا کہ دل کے سکون کی اصل منزل وہی ہے، نہ کہ کسی انسان کے پاس

فائقہ تھوڑا سا سنجیدہ ہو گئی، اور آہستہ سے بولی:

"بھائی، جو تکلیف آپ نے جویریہ کے جانے پر محسوس کی تھی، وہ تکلیف ایمن کو مت دینا۔

اور ویسے بھی مولا علیؑ کا فرمان ہے:

'اگر تمہیں وہ نہ ملے جسے تم پسند کرتے ہو، تو تم ضرور اسے حاصل کرو جو تمہیں پسند کرتا ہے۔'"

حسن نے ایک لمحہ رک کر کہا:

"لیکن فائقہ... میں نے تو خود کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے۔"

وہ فوراً بولی:

"اور اس کی مخلوق کے دل توڑ کر جانے والوں پر اللہ دروازے بند کر دیتا ہے۔

یہ کسی مرشد نے نہیں سکھایا آپ کو؟"

حسن اسے دیکھتا رہا۔

دل ہی دل میں سوچا: "ہے تو یہ چھوٹی، مگر باتیں دادی اماں والی کر رہی ہے۔"

فائقہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ چائے کا گھونٹ لیا، جیسے اس نے اپنی بات ختم کر دی ہو،
مگر اس کے الفاظ حسن کے دل میں گہرائی تک اتر گئے تھے

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

محبت کا اصل حسن تب ہوتا ہے
جب تم کسی کو اپنے پہلو میں نہیں، رب کے قدموں میں جھکا دو۔

اور ایمن...
اب صرف حسن کا امتحان نہ رہی،
بلکہ اسکی دعا کی روشنی بن چکی تھی۔
اس روز جب اس نے کہا:

"اگر مجھے رب کا راستہ سیکھنا ہو،
تو کیا تم مجھے سکھاؤ گے؟"

توحسن نے اس کے دل میں

ایک نرمی،

ایک طلب،

اور ایک بیدار ہوتا ہوا نور محسوس کیا۔

اُسی دن حسن نے اس کے فون پر ایک ویڈیو بھیجی

کسی قاری کی آواز میں تلاوت،

اور اس کے ساتھ ترجمہ:

"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"

"یاد رکھو! دلوں کو سکون صرف اللہ کے ذکر سے ملتا ہے" (سورۃ الرعد:28)

چند لمحوں بعد ایمن کا میسج آیا:

"یہ جو دل ہے...

واقعی، پہلی بار جیسے رُک کر سننے لگا ہے۔

مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کیوں

مگر دل کا بوجھ ہلکا لگ رہا ہے۔"

حسن نے مسکرا کر دل میں کہا:

"کیونکہ اب دل رب کی طرف جھک رہا ہے...

اور یہی اسکی سب سے بڑی دعا تھی۔

دونوں درختوں کے سائے تلے بیٹھے تھے۔ ہوا میں ہلکی خنکی تھی اور دل میں ایک عجیب سی قربت۔

ایمن نے دھیمی آواز میں کہا:

"مجھ سے نماز میں کوتاہی ہو جاتی ہے... کبھی وقت نکل جاتا ہے، کبھی دل ہی نہیں لگتا۔"

حسن نے اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں سچائی تھی، اور شاید پشیمانی بھی۔

اس نے مسکرا کر جواب دیا:

"رب سے جڑنے کے لیے نماز ہی تو وسیلہ ہے۔ تم دل لگا کر پڑھو، اُس سے باتیں کرو، وہ تم سے خود کلام کرے گا۔"

وہ خاموش رہی، جیسے کسی ان دیکھی دنیا کی بات سن رہی ہو۔

پھر آہستہ سے بولی:

"مگر وہ کیسی باتیں؟ کیسے باتیں؟"

حسن نے کہا:

"اخلاص اور نیت کے بغیر رب کی بات سمجھ نہیں آتی۔

لیکن میں تمہیں طریقہ بتاؤں گا...

ایک بار تم دل سے نماز پڑھو گی نا،

تو نہ صرف تمہیں مزہ آئے گا

بلکہ تمہاری نماز کبھی قضا بھی نہیں ہو گی۔"

ایمن نے اثبات میں سر ہلایا۔

اس نے کہا: بتاؤ۔

حسن نے کہا:

"اللہ اکبر" جب میں تکبیر کہتا ہوں تو دل میں یہ کہتا ہوں:

یااللہ! میں نے ہر چیز سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں،

میں بہت بھاگا، اب تھک گیا ہوں،

تو نے مجھے پکارا، مگر میں نہیں آیا،

تو نے اپنی مسجدوں میں میرے لیے "اہلاً و سہلاً" کہا، مگر میں نہیں آیا،

اب میں آ گیا ہوں،

اب میں نے ہر چیز سے ہاتھ اٹھا لیے ہیں،

اب یہاں سے ہی میری اور رب کے درمیان بات شروع ہو جائے گی۔

رب نے کہا تُو آ گیا ہے

میں نے کہا: الحمد للہ

رب نے کہا میری خبر ہے، میں کون ہوں؟

میں نے کہا:

"رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (تمام جہانوں کا رب)

رب نے کہا اتنی دیر میرے گھر نہیں آیا، کیا تجھے اب ڈر نہیں لگتا؟

میں نے کہا:

"الرَّحْمٰنِ" (تو نہایت مہربان ہے)

رب نے کہا تجھے یقین ہے میں تجھے معاف کر دوں گا؟

میں نے کہا:

"الرَّحِيْمِ" (تو ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے)

رب نے کہا تجھے میری طاقت کا اندازہ ہے؟

میں نے کہا:

"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ "(توں روزِ جزا کا مالک ہے)

رب نے کہا اب کیا چاہتا ہے؟

میں نے کہا:

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ"(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

اور اب مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے کہا:

"وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ"(اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)

رب نے کہا کس بات کی وجہ سے؟

میں نے کہا:

"اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ"(ہمیں سیدھا راستہ دکھا)

رب نے کہا اچھا تو ان کا راستہ مانگ رہا ہے، جانتا ہے وہ کون ہیں؟

میں نے کہا:

"صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ "(ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا)

اگر میں وہ راستہ دے دوں تو تو اُدھر دوسری طرف تو نہیں جائے گا؟

میں نے کہا:

"عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ "(جن پر تیرا غضب نہیں ہوا اور جو گمراہ نہیں ہوئے)

رب نے کہا آیا بڑے دنوں کے بعد ہے پر باتیں بڑی اچھی کرتا ہے۔۔

تجھے تو ساری باتوں کا پتہ ہے

مطلب تو آگیا ہے میری بارگاہ میں۔۔۔

میں نے کہا

"سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ "

ترجمہ: "پاک ہے میرا رب، جو عظمت والا ہے۔"

رب نے کہا چل اب توں آگیا ہے تو تجھے قبول کرتے ہیں

میں نے کہا

"سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى"

ترجمہ:

"پاک ہے میرا رب، جو سب سے بلند ہے"

رب نے کہا دوبارا کھڑا ہو اور دوبارا گفتگو کر زرہ

پھر دوہرا کہ کیا کہا توں نے مجھ سے

پھر گفتگو ہوئی رب نے کہا تھک گیا ہے چل اب بیٹھ جا۔۔

چل اب مجھے بتا تیرا عقیدہ کیا ہے میں نے کہا

"أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ"(میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں)

رب نہ کہا توں تو میری بارگاہ میں کبھی آیا ہی نہیں تجھے کس نے بتایا ہے یہ۔۔

میں نے کہا

"وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا"

(مجھے تیرے پیارے حبیب نے بتایا ہے)

رب نے پھر کہا تو جانتا ہے وہ کون ہیں ہیں

میں نے کہا

"مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"

پھر رب نے کہا چل اگر جانتا ہے تو پھر ان پہ اور ان کی آل پہ درود پڑھ تاکے ہم تیری توبہ قبول کریں۔۔

"اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"

چل اب مجھ سے مانگ جو مانگ سکتا ہے

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً"

(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما،)

پھر دل سے آواز آئی توں اپنے رب سے مانگ بھی رہا ہے تو دنیا کی بھلائی۔۔

پھر میں نے کہا

"وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً"

"اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما،"

پھر دل میں خیال آیا کہ وہ گناہوں کا کیا پھر میں نے کہا

"وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

"اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

حسن نے محسوس کیا جیسے اسکی باتیں ایمن کے دل میں اتر گئیں، جیسے برسوں سے کوئی تشنگی تھی جواب الفاظ سے بجھنے لگی ہو۔ اُس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، لیکن وہ خاموش رہی۔ چند لمحوں بعد اُس نے نظریں جھکائیں، اور آہستہ سے کہا:

"پہلی بار لگ رہا ہے کہ شاید میں نماز کو صرف ایک فریضہ نہیں، ایک ملاقات سمجھوں... پہلی بار لگ رہا ہے جیسے رب واقعی میرا منتظر ہے..."

پھر وہ بولی:

حسن... تم نے آج مجھے اللہ سے ملایا ہے... میں نے کتنی بار سجدہ کیا ہو گا، لیکن آج تمھاری باتوں سے لگتا ہے جیسے میں پہلی بار سجدے میں جاؤں گی۔ اب مجھے نماز کا وقت بس وقت نہیں لگے گا، وہ وعدہ لگے گا... ایک ملاقات، جو میں کبھی ضائع نہیں کرنا چاہوں گی۔"

اُس کی آواز تھرتھرا رہی تھی، لیکن اُس کے لہجے میں جو یقین اور جذبات تھے، وہ بیان سے باہر تھے۔

"اگر میں کبھی سستی کروں... تو پلیز مجھے یاد دلانا کہ یہ صرف رکعتیں نہیں، یہ میری روح کی غذا ہے،" وہ کہہ رہی تھی، جیسے دل ہی دل میں خود سے کوئی عہد کر رہی ہو۔

حسن نے فقط مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا، جیسے وہ جانتا ہو... رب اُس لمحے سن رہا ہے۔

››››››››››››››››››››››››››››››

اگلے دن ایمن یونیورسٹی کے لان میں خاموش بیٹھی تھی،

چہرے پر کچھ حیرت،

کچھ سکون،

اور کچھ نیا پن۔

حسن اُس کے قریب سے گزرا تو

اس نے سر جھکا لیا

ایسا جھکاؤ جو شرم کا نہیں،

شکر کا تھا۔

اُسی دن حسن نے اُسے پہلی بار
کسی چیز کے لیے نہیں،
کسی جذبے کے اظہار کے لیے نہیں...
ایک راستے کے لیے بلایا۔

اس نے کہا:
"تم اگر رب سے قریب ہونا چاہتی ہو،
تو آؤ...
ہم آج عصر کی نماز اکٹھے مگر الگ الگ پڑھیں۔
تاکہ تم یہ نہ سمجھو کہ تم میرے ساتھ ہو،
بلکہ سمجھو کہ تم صرف رب کے حضور ہو۔"

اور وہ آئی۔
پہلی بار،
خود چل کر،
بغیر کسی دنیاوی لالچ یا توقع کے،
صرف سکون کی تلاش میں۔

نماز کے بعد حسن نے دُور بیٹھ کر دیکھا۔

ایمن کا چہرہ کچھ بدل گیا تھا۔

اب وہ نگاہیں جو کبھی حسن کو پڑھتی تھیں...

اب وہ رب کو ڈھونڈنے لگی تھیں۔

اس دن کے بعد حسن نے کبھی اُسے اپنے لفظوں سے متاثر نہیں کیا،

نہ اپنے وجود سے قریب لانے کی کوشش کی،

بلکہ صرف...

رب کے ذکر سے اس کے دل کو سجدے میں جھکایا۔

اور تب حسن نے خود سے کہا:

"محبت اگر رب تک نہ لے جائے...

تو وہ محبت نہیں، غفلت ہے۔

لیکن اگر کوئی تم سے جُڑ کر

اللہ سے جُڑ جائے...

تو تم نے دنیا کی نہیں،

آخرت کی کامیابی پالی۔"

یہ صرف ایک جھکاؤ نہیں تھا...

یہ دل کا پہلا سجدہ تھا۔

نماز ختم ہو چکی تھی۔

اذکار کے ہلکے ہلکے زمزموں کے بیچ

ایمن اپنی جگہ پر خاموش بیٹھی تھی۔

اس کے چہرے پر

نہ وہ پرانی جھجک تھی،

نہ ہی وہ سوالات جو کبھی اس کی نگاہوں سے ٹپکتے تھے۔

اب وہاں صرف ایک کیفیت تھی

خاموش حیرت...

حسن دُور بیٹھا تھا،

لیکن اس کے دل کا منظر

حسن کے دل میں اتر رہا تھا۔

جیسے وہ اپنے اندر کچھ نیا دریافت کر چکی ہو۔

کچھ ایسا...

جسے بیان کرنے کے لیے لفظ ناکافی تھے۔

نماز کے بعد جب وہ حسن کے قریب سے گزری،

تو آہستہ سے رکی۔

پھر بغیر کسی تمہید کے صرف ایک سوال کیا:

"کیا رب...واقعی ایسا محسوس ہو سکتا ہے؟

اتنا قریب...اتنا محبت کرنے والا...اتنا سکون دینے والا؟"

حسن نے پلٹ کر نہیں دیکھا،

بس آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں

اور دل میں کہا:

"یہ سوال نہیں،

یہ پہلا لمس ہے اُس کی معرفت کا

جو رب صرف چُنیدہ دلوں کو عطا کرتا ہے۔"

پھر اس نے بہت آہستہ،

نرمی سے جواب دیا:

"رب محسوس نہیں ہوتا،

رب تو دل میں اترتا ہے۔

اور جب وہ اتر جائے...

تو تمہیں کسی اور چیز کا احساس ہی باقی نہیں رہتا۔"

ایمن نے سَر ہلایا،

پھر کہا:

"اب مجھے وہ تمہارے چہرے کا سکون

سمجھ آ رہا ہے...

جو کبھی صرف کشش لگتا تھا۔"

حسن مسکرا دیا،

وہ خاموش مسکراہٹ جو صرف شکر گزار سجدوں کے بعد آتی ہے۔

وہ چلی گئی،

لیکن اُس کے الفاظ حسن کے دل میں گونجتے رہے:

"رب ایسا محسوس ہو سکتا ہے؟"

اور حسن جانتا تھا...

اب وہ صرف سوال نہیں کر رہی،

اب وہ رب کو ڈھونڈنے لگی ہے۔

یہ پہلا لمحہ تھا

جب ایمن کی محبت نے حسن کی طرف سے ہٹ کر

رب کے راستے پر قدم رکھے۔

جب کوئی دل رب کی طرف جھکنے لگے،

تو صرف اندر کا موسم نہیں بدلتا،

بلکہ رشتوں کی فضا بھی بدل جاتی ہے۔

ایمن کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

وہ اب زیادہ خاموش ہو گئی تھی،

کبھی باتوں میں ہنسی کا شور ہوتا تھا،

اب نظر میں دھیما سکون آ چکا تھا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

عائشہ، جو ہمیشہ ہنستی رہتی تھی،

اب اُسے دیکھ کر خاموش ہو جاتی۔

اور ملائکہ، جو پہلے سب کچھ اندر رکھ لیتی تھی،

اب بات کرنے لگی تھی... سنجیدگی سے۔

ایک دن کیفے میں تینوں بیٹھی تھیں۔

مگر فضا ویسی نہیں تھی جیسی پہلے ہوتی تھی۔

عائشہ نے کچھ دیر ایمن کو دیکھا،

پھر بنا مسکرائے بس اتنا کہا:

"تُو اب وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔

نہ تیرا انداز، نہ تیرا دل...

کچھ بدل گیا ہے۔"

ایمن نے نظریں چائے کے کپ میں جھکا لیں۔

تب ملائکہ نے سنجیدگی سے کہا:

"ایمن...

تم جس رستے پر جا رہی ہو،

وہ خوبصورت ہے، مگر... خطرناک بھی۔

اس لڑکے نے تمہیں رب کی طرف مائل کیا،

لیکن یاد رکھو،

قرب اکثر فاصلے کی بنیاد بن جاتا ہے۔"

ایمن نے دھیرے سے کہا:

"مگر ملائکہ...

وہ مجھے رب کی طرف لا رہا ہے۔

وہ مجھے کچھ نہیں کہتا،

بس دُعاؤں میں چھپا دیتا ہے۔"

ملائکہ نے لمحہ بھر کو خاموشی اختیار کی،
پھر کہا:
"اسی لیے کہہ رہی ہوں،
اس سے دور ہو جاؤ۔
تاکہ تم رب سے جُڑو،
نہ کہ اس شخص کے سہارے۔
رب تک پہنچنے کا وسیلہ بھی
اکثر امتحان بن جاتا ہے۔"

عائشہ نے پہلی بار سنجیدگی سے سر ہلایا۔
"ملائکہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔
اگر تم واقعی رب کی طرف جانا چاہتی ہو،
تو یہ سفر تنہا کرنا ہوگا۔"

ایمن خاموش رہی...
کپ میں چمچ ہلتا رہا،

مگراس کے دل کے اندر بہت کچھ ٹھہر گیا۔

اُس رات اُس نے حسن کو میسج کیا:

"کیا واقعی...

کسی کو رب کے راستے پر چھوڑنے کے لیے

خود سے دور کرنا ضروری ہوتا ہے؟"

حسن نے بہت دیر بعد جواب دیا:

"رب سے جُڑنے کے لیے

ہر تعلق سے کٹنا ضروری نہیں،

مگر ہر توقع سے آزاد ہونا لازمی ہے۔"

یہ وہ لمحہ تھا

جہاں محبت کی روشنی اور دنیا کی حقیقت آمنے سامنے آگئی تھی۔

اور ایمن...

اب دونوں کے بیچ کھڑی تھی۔

>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>>

دوستوں کی محفل جمی ہوئی تھی۔

وہی پرانی جگہ... وہی کیفے...

اور ویسے ہی قہقہے، سوال، اور چھیڑنے کے انداز۔

شعیب نے ہنستے ہوئے کہا:

"یار، تُو واقعی ایمن کو مکمل طور پر نظرانداز کر رہا ہے۔

ایسا کیا کر دیا اس نے تجھے جو تُو دیکھنا بھی نہیں چاہتا؟"

عامر نے فوراً بات بڑھائی:

"ہاں یار، تُو اُس سے ویسا ہی سلوک کر رہا ہے

جیسا جویریہ نے تیرے ساتھ کیا تھا۔

جو تکلیف تُو نے سہی،

کیا اب وہی تُو کسی اور کو دینا چاہتا ہے؟"

سجاد نے سنجیدگی سے پوچھا:

"کب تک سب سے منہ موڑتے رہو گے؟

کب تک خاموش محبت کو سینے میں دفن رکھتے رہو گے؟
ایمن بھی تو انسان ہے،
احساس رکھتی ہے۔"

ان سب کے چہروں پر سوال تھے،
اور حسن کے دل میں صرف خاموشی۔

اسی لمحے آریان کی کال آگئی،
جس کی آواز سن کر سب پرانی گرمجوشی لوٹ آئی۔

عامر نے ہنستے ہوئے فون کان سے لگالیا:
"او بھائی، تُو جہاں بھی ہے، سُن...
تیرے بھائی کو ایک لڑکی پسند آگئی ہے!
لیکن یہ حضرت ہیں کہ اہمیت ہی نہیں دیتے۔"

آریان کی ہنسی کی آواز سب نے سنی،
پھر اُس نے کہا:
"یار، آخر کون ہے وہ خوش نصیب؟"

حسن نے آہستہ سے فون لیا،
خاموشی ٹوٹتے ہوئے دل کے ساتھ کہا:

"وہ کون ہے، یہ ضروری نہیں...
میں اُسے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں:
اُس سے محبت کر
جس نے فنا نہیں ہونا،
جو ہمیشہ سے ہے،
اور ہمیشہ باقی رہے گا۔"

وہ رُکا، پھر نرمی سے بولا:

"میں، جو خود مٹی سے ہوں،
خاک ہوں...
ایک اور خاکی سے کیا محبت کر کے کر لوں گا؟
میرے حصے کی محبت اب
صرف اُسی کے لیے ہے

جس کے ہونے سے سب کچھ ہے...

اور جس کے بغیر کچھ بھی نہیں۔"

ساری محفل خاموش ہو گئی۔

عامر نے چائے کا کپ نیچے رکھا،

سجاد نے دھیرے سے سانس لی،

اور شعیب نے بس سر جھکا دیا۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے سب نے پہلی بار

حسن کو واقعی "بدلا ہوا" دیکھا ہو۔

محبت، اب کسی لڑکی کا نام نہیں رہی تھی،

یہ اب ایک رخ تھا...

رب کی طرف پلٹنے کا رخ۔

››››››››››››››››››››››››››››››

ایمن اکثر کیفے کی اُس میز کے قریب آ کر بیٹھ جاتی
جہاں وہ سب دوست بیٹھا کرتے تھے۔
چپ چاپ، کسی کتاب میں گم،
مگر اُس کی نظریں ہمیشہ
کسی اور ہی صفحے پر ٹھہری ہوتیں۔

وہ کبھی کچھ نہ کہتی،
نہ سلام، نہ سوال،
بس ہر بار اُس کے چہرے پر ایک ایسا رنگ ہوتا
جیسے وہ سب جانتی ہو،
مگر جاننے کا حق نہ رکھتی ہو۔

جب حسن خاموش رہتا،
تو وہ اور بھی خاموش ہو جاتی۔
جب وہ سب دوست ہنستے،
تو اُس کی مسکراہٹ میں بھی ایک ہلکی سی لرزش آ جاتی
ایسی لرزش جو صرف وہی محسوس کرتا ہے
جس نے دل میں کچھ چھپا رکھا ہو۔

اُس دن جب حسن نے کہا تھا
کہ محبت اب صرف اُس رب سے ہے
جو باقی رہنے والا ہے،
تو ایمن کا چہرہ پل بھر کو سخت سا ہوا تھا،
مگر اگلے لمحے
اس نے نظریں کتاب میں گاڑ لیں،
جیسے وہ لفظوں میں کچھ ڈھونڈ رہی ہو
جو اُسے خود سے بچا سکے۔

حسن اور ایمن کی نظریں کئی بار ٹکرائیں،
مگر اُن میں کوئی سلام نہ تھا،
نہ سوال، نہ شکایت۔
صرف ایک خاموش قبولیت تھی
کہ شاید اُس نے خود کو
ایک ایسے شخص کے لیے چُنا
جو اب کسی اور منزل کا مسافر ہے۔

ایمن کو شاید کبھی یہ یقین نہ آیا ہو
کہ وہ بھی کسی کا امتحان بن سکتی ہے،
یا کسی کے فیصلے کو رب کے قریب لے جا سکتی ہے۔

لیکن وہ خود اس امتحان کا حصہ تھی،
ایک خاموش، نرمی سے لپٹی ہوئی آزمائش
جسے حسن پہچان چکا تھا،
اور بچ نکلنے کی دعا مانگ چکا تھا۔

اور شاید ایمن کو بھی یہ معلوم ہو چکا تھا
کہ بعض محبتیں اظہار کے بغیر ہی ختم ہو جاتی ہیں،
اور کچھ دعائیں
صرف دیکھنے سے بھی پوری ہو جاتی ہیں۔

عائشہ اور ملائکہ کے مشوروں کے بعد
ایمن کچھ دنوں کے لیے خاموش ہو گئی۔
نہ کوئی میسج،
نہ کوئی سوال،

نہ وہ نگاہ جو اکثر حسن کو چپ چاپ دیکھتی تھی۔

لیکن...

خاموشیاں ہمیشہ اختتام نہیں ہوتیں،

کبھی وہ کسی اندرونی معرکے کا آغاز بھی ہوتی ہیں۔

چوتھے دن کا سورج ڈھل رہا تھا،

جب حسن کو ایک پیغام موصول ہوا۔

ایمن کا۔

صرف دو لائنیں:

"کچھ رشتے دنیا سے نہیں،

دل سے بنتے ہیں۔

تم میرے لیے سب کچھ ہو...

مگر میں نہیں جانتی کہ رب اس میں کیا چاہتا ہے۔"

حسن نے دیر تک اس جملے کو تکتے ہوئے

رب کی طرف دیکھا۔

محبت کا سب سے بڑا کمال یہی ہے

کہ جب کوئی تمہیں سب کچھ کہے،

اور تم دل میں سب کچھ رب کو سونپ دو۔

حسن کے ہاتھ کانپنے لگے،

نہ خوشی تھی،

نہ تکبر...

بس ایک لرزہ:

"یااللہ...

کہیں یہ میرا امتحان تو نہیں؟

کیا یہ اقرار میرے لیے فتنہ بننے جا رہا ہے

یا اس کی نجات کا ذریعہ ؟"

اس نے ایمن کو جواب نہیں دیا،

بس وضو کر کے سجدے میں چلا گیا۔

اور دل کی گہرائی سے کہا:

"یارب،

یہ دل اب تیرا ہے،

اگر کسی اور کی چاہت اس میں جگہ بنائے،

تو تُو خود اسے اپنے نور سے بھر دے۔

اور اگر ایمن کی زبان سے نکلنے والا یہ اقرار

محض احساس ہے،

تو اسے حقیقت تک پہنچا

تیری حقیقت تک۔"

اس دن حسن نے پہلی بار یہ مانا

کہ ایمن کی محبت اُس سے نہیں،

اُس کے سجدے سے جُڑی ہوئی ہے۔

اور یہی وہ لمحہ تھا

جب اس نے اُس کے الفاظ کو دل میں جگہ نہیں دی،

بلکہ دعا میں رکھ دیا۔

محبت تب کامل ہوتی ہے

جب کسی کے اقرار کے بعد بھی

تم اپنی جگہ رب کے قدموں میں ہی محفوظ سمجھو۔

کچھ دن بعد ایمن کا ایک اور پیغام آیا:

"تم میرے لیے سب کچھ ہو...

مگر میں نہیں جانتی کہ رب اس میں کیا چاہتا ہے۔"

یہ جملہ

محبت کا نہیں،

روح کا سوال بن کر حسن کے دل میں اترا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

وہ شام بہت خاموش تھی۔

سورج جیسے دھیرے دھیرے الوداع کہہ رہا ہو،

اور ہواؤں میں کوئی اَن کہی سی اداسی بسی ہوئی ہو۔

حسن کیفے کے اُس کونے میں بیٹھا تھا
جہاں اکثر اُس کا دل سجدے سے پہلے کی سوچوں میں الجھ جاتا تھا۔

تب وہ آئی...ایمن۔

نہ وہ پرانی ہچکچاہٹ،
نہ زبردستی کی مسکراہٹ۔
بس ایک گہری خاموشی،
اور اُس کے چہرے پر وہ روشنی
جو کبھی صرف سوال ہوتی تھی،
آج جیسے سکون بن گئی تھی۔

وہ آکر اُس کے سامنے بیٹھی،
اور بنا کسی تمہید کے آہستہ سے بولی:

"اگر میں واقعی رب تک پہنچ گئی...

توکیا تم مجھ سے دور ہو جاؤ گے ؟"

حسن کا دل جیسے تھم سا گیا۔

کیا یہ وہی ایمن تھی
جو کبھی پردے سے دور،
دعاؤں سے ناآشنا،
اور محبت میں الجھی ہوئی تھی؟

اور آج وہ اُس سے
رب کے وصال کے بعد کی دوری کا سوال کر رہی تھی؟

وہ کچھ دیر اُسے دیکھتا رہا،
پھر نظریں جھکا کر آہستہ سے بولا:

"اگر تم رب تک پہنچ گئی،
تو پھر تم مجھ سے نہیں...
ہر اُس چیز سے بلند ہو جاؤ گی

جو تمہیں کبھی مجھ سے جوڑتی تھی۔

اور تب،

میری دوری تمہیں محسوس نہیں ہو گی،

کیونکہ تمہارا دل

رب کے قرب میں مکمل ہو چکا ہو گا۔"

ایمن نے دھیرے سے دوبارہ پوچھا:

"تو کیا تم بھی دور ہو جاؤ گے ؟"

حسن نے کہا:

"نہیں...

میں وہیں ہوں گا

جہاں سجدے ہوتے ہیں۔

اگر تم وہاں پہنچو،

تو ہم دور نہیں،

رب کے حضور ایک ہو جائیں گے

خاموش،

بے طلب،

اور مکمل۔"

ایمن مسکرادی،

ایسی مسکراہٹ جو کسی دنیاوی جواب کی نہیں،

بلکہ دل کی رضا کی علامت ہوتی ہے۔

اُس کا وہ آخری سوال

حسن کے دل میں تسبیح کے ایک دانے کی طرح گر گیا

خاموش،

لیکن ہمیشہ یاد رہنے والا۔

کچھ لمحوں بعد،

کیفے کے باہر شام کی ہوا میں سوالوں کا شور بسا ہوا تھا۔

ایمن نے اچانک کہا:

"خدا نظر کیوں نہیں آتا؟"

حسن نے نرمی سے جواب دیا:

"نظر آتا ہے،

بلکہ ہر وقت سامنے ہوتا ہے۔"

وہ حیرت سے بولی:

"خدا کو آپ نے دیکھا ہے؟"

حسن نے کہا:

"ہاں۔"

"کب؟"

حسن بولا:

"جب وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے...

جب وہ رزق دیتا ہے...

جب وہ میرے گناہ چھپاتا ہے...

اور جب وہ مجھ سے مخاطب ہوتا ہے۔"

ایمن نے دھیرے سے پوچھا:

"خدا آپ سے باتیں بھی کرتا ہے؟"

حسن نے کہا:

"ہاں،

جب میں قرآن پڑھتا ہوں۔"

چند لمحے خاموشی رہی،

پھر ایمن نے سر جھکا کر کہا:

"مجھے نہیں لگتا خدا مجھے،

ایک گناہگار کو، قبول کرے گا۔

وہ تو شاید بیزار ہو چکا ہو گا۔"

حسن نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"بیزار لوگ ہوتے ہیں،

خدا نہیں۔

وہ تو خود کہتا ہے:

تمہارا پروردگار نہ تو تم سے بیزار ہوا ہے،

اور نہ ہی اُس نے تمہیں چھوڑا ہے۔"(الضحیٰ)

ایمن سن کر خاموش ہو گئی،

مگر اُس کی خاموشی

اب مایوسی نہیں تھی،

کسی روشنی کا انتظار لگ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اُس نے پھر کہا:

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے

کہ خدا بہت دور ہے...

بس میری دعاؤں کو سن تو لیتا ہے،

مگر جواب نہیں دیتا۔"

حسن نے آسمان کی طرف دیکھا،

جیسے وہی ان کی بات سن رہا ہو،

اور کہا:

"رب دور نہیں ہوتا،

ہماری ہی روحیں شور میں گم ہو جاتی ہیں۔

وہ تو خود کہتا ہے:

ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

ایمن نے آہستہ سے پوچھا:

"تو پھر ہم کیوں محسوس نہیں کرتے؟"

وہ بولا:

"کیونکہ ہم ہر احساس دنیا سے جوڑ لیتے ہیں۔

جب کسی انسان کی بات نہ سنی جائے

تو دل ٹوٹتا ہے۔

مگر جب خدا سنتا ہے اور صبر مانگتا ہے،

تو ہم شکایت کرنے لگتے ہیں۔"

ایمن کی آنکھوں میں نمی سی آگئی۔

وہ بولی:

"تو کیا رب واقعی میرا انتظار کرتا ہے؟

جب میں گناہ کرتی ہوں،

جب میں اس سے دور جاتی ہوں...

تو بھی؟"

حسن مسکرا کر بولا:

"ہاں...

رب تو ہر رات نازل ہوتا ہے

اور پکار کر کہتا ہے:

ہے کوئی جو مجھ سے مانگے

تو میں اسے دوں؟

ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت چاہے

تو میں اسے بخش دوں؟

رب تو کبھی مایوس نہیں کرتا،

مایوس ہم ہوتے ہیں...

اپنے اندر کے اندھیروں سے۔"

ایمن نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا:

"مجھے اس رب تک پہنچنا ہے

جو مجھے اب بھی یاد رکھتا ہے...

جبکہ میں اُسے اکثر بھول جاتی ہوں۔"

حسن کے دل نے دعا کی:

"یااللہ،

اس دل کو اپنا بنا لے

جسے تو نے میرے راستے سے جھانکنے دیا۔

اسے دنیا سے نہیں،

اپنے نور سے وابستہ کر دے۔"

وہ دونوں خاموش تھے،

مگر ان کی خاموشی کے بیچ

رب کی رحمت بول رہی تھی۔

شام کی ڈھلتی روشنی میں

ایمن نے اچانک کہا:

"اگر میں واقعی رب تک پہنچ گئی...
تو کیا تم مجھ سے دور ہو جاؤ گے؟"

حسن نے اُسے دیکھا،
اُس کے چہرے پر نہ پرانی معصومیت تھی،
نہ الجھن،
بلکہ ایک گہری، سادہ سی سچائی تھی۔

وہ کچھ لمحے چپ رہا،
پھر آہستہ سے بولا:

"جو لوگ رب تک پہنچتے ہیں،
وہ کسی سے دور نہیں ہوتے،
وہ ہر رشتے کو رب سے جوڑ دیتے ہیں۔"

ایمن نے کہا:
"مگر کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟"

حسن نے جواب دیا:

"میں تو خود رب کے در پر سب کچھ چھوڑ آیا ہوں۔

اب جو کچھ باقی ہے، وہ اُسی کی امانت ہے۔

اگر تم رب کی طرف بڑھو،

تو میں تمہارے قریب ہی ہوں گا،

کیونکہ ہم دونوں ایک ہی در کے مسافر ہیں۔"

اُس کی آنکھوں میں نمی آگئی، اور وہ بولی:

"تو کیا محبت باقی رہے گی... اگر منزل رب ہو؟"

حسن نے کہا:

"محبت جب رب سے جُڑ جائے،

تو فنا نہیں ہوتی، وہ پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

وہ دعا بن جاتی ہے۔

تم مجھ سے نہیں، رب سے جُڑنے جا رہی ہو،

اور میں اس جُڑنے پر خوش ہوں۔"

ایمن خاموش رہی،

پھر آہستہ سے بولی:

"تو پھر، اگر میں بدل جاؤں... تم مجھے پہچان لو گے؟"

وہ مسکرادیا:

"اگر تم بدل کر رب کی بندگی میں ڈھل جاؤ،

تو تم سب سے زیادہ پہچانی جاؤ گی،

کیونکہ تب تم صرف ایمن نہیں،

رب کی بندی کہلاؤ گی۔"

اس شام، محبت نے کوئی وعدہ نہیں کیا،

نہ جدائی کا ذکر ہوا،

بس ایک نیا یقین پیدا ہوا

کہ جو رب سے جُڑ جائے،

وہ کبھی تنہا نہیں رہتا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

یونیورسٹی میں کلچر ڈے کی تیاریاں کئی دنوں سے جاری تھیں۔ ہر ڈیپارٹمنٹ نے اپنا ایک سٹال لگایا تھا، اور ہر طرف رنگوں کی بہار تھی۔ طالب علم اپنے روایتی لباسوں میں ملبوس تھے، کوئی سندھی اجرک اوڑھے تھا، تو کوئی بلوچی پگ پہن کر آیا تھا۔ پشتون لڑکے واسکٹ اور شلوار قمیض میں بڑے باوقار لگ رہے تھے، جبکہ پنجابی لڑکیاں روایتی گھیر والے فراک اور دوپٹے سنبھالتی پھر رہی تھیں۔

حسن نے سفید شلوار قمیض اور ہلکی نیلی واسکٹ پہنی تھی۔ سجاد، عامر اور شعیب بھی اپنے اپنے علاقوں کے روایتی لباسوں میں ملبوس تھے۔ سب دوست آج کلچر ڈے کو ایک خاص یادگار بنانا چاہتے تھے۔ سب نے ایک سٹال لگایا تھا جس پر پاکستان کے مختلف علاقوں کی ثقافت کو نمایاں کیا گیا تھا۔

ادھر ایمن اپنی سہیلیوں عائشہ اور ملائکہ کے ساتھ ایک الگ گوشے میں تھی۔ ان کے سٹال پر ایک سادگی اور روحانیت کا رنگ نمایاں تھا۔ یہ سٹال دراصل اسلامی آرٹ اور خطاطی کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں سفید چادر سے ڈھکا ہوا ایک میز تھا، جس پر مختلف آیات قرآنی انتہائی خوبصورت انداز میں تحریر کی گئی تھیں۔

ایک آیت خاص طور پر سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی:

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب"

"خبردار! دلوں کا سکون صرف اللہ کے ذکر میں ہے۔"

کلگرافی کے اسٹال پر ایک فریم میں وہ آیت لکھی تھی جو میرے دل کو بہت بھاتی تھی:

فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

"میں تو قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو سنتا ہوں۔"

(سورۃ البقرہ، 2:186)

ایک اور جگہ ایمن نے خود جو خطاطی کی تھی، اس میں یہ آیت لکھی تھی:

"وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ"

"اور ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔"

(سورۃ ق، 50:16)

اور آخری فریم پر، جو شاید اس نے خود بنایا تھا، یہ لکھا تھا:

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ

"ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا۔"

(سورۃ البقرہ، 2:144)

ایک اور آیت جو حسن کی خاص فرمائش پر لکھی گئی تھی:

"یقیناً میرا رب، رب العالمین، میرا دوست ہے۔"

(سورۃ الشعراء، آیت 77)

ایمن نے یہ آیت خود اپنے ہاتھ سے لکھی تھی۔ وہ جو کبھی حجاب سے دور تھی، آج مکمل حجاب میں نہایت پُر سکون لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں روشنی تھی، جیسے کوئی نئی راہ مل گئی ہو۔ حسن تھوڑے فاصلے سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا، اور اس کے دل میں ایک عجیب سی راحت اتر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اب تنہا نہیں ہے۔ اللہ کی راہ پر چلنے میں اب وہ اکیلا نہیں رہا۔ ایمن اب صرف اسکی محبت نہیں رہی، بلکہ اللہ کی محبت میں اسکی شریک سفر بنتی جا رہی تھی۔

سجاد نے حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا، "یار حسن، آج کی ایمن کچھ اور لگ رہی ہے۔"

حسن مسکرا دیا، "ہاں، کیونکہ آج وہ رب کے قریب ہو چکی ہے۔"

اس لمحے اس نے دل ہی دل میں کہا:

"اے میرے رب! میں نے ہر شے چھوڑ دی، بس تجھے چنا۔ ایمن کی ہدایت تیرے کرم کا ثبوت ہے۔"

ایمن خاموشی سے ایک طرف کھڑی ان آیات کو دیکھ رہی تھی۔اس کے لب ہولے سے ہل رہے تھے، جیسے وہ اپنے دل کا حال صرف اپنے رب کو سنا رہی ہو۔

عائشہ نے آہستہ سے کہا:

"ایمن، تم بہت بدل گئی ہو۔"

ایمن نے مسکرا کر جواب دیا:

"بدلا نہیں، بس اصل پہ لوٹی ہوں۔"

ملائکہ نے کہا:

"یہ سب تم نے کس کی وجہ سے کیا؟"

ایمن نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر دھیمی آواز میں بولی:

"جس نے خود بدل کر مجھے بدلنے کا حوصلہ دیا۔"

اس دن کلچر ڈے صرف ثقافت کا دن نہیں رہا تھا، بلکہ روح کی پاکیزگی کا دن بن گیا تھا۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

اس دن آسمان نم تھا۔

بادل برس رہے تھے جیسے رب کی رحمت زمین کو چھو رہی ہو۔
سب یونیورسٹی کے اُس سنسان گراؤنڈ میں بیٹھے تھے
خاموش، پرسکون، اور دنیا سے بے خبر۔

ایمن حسن کے پہلو میں نہیں،
بلکہ اس کے قریب ایک چادر اوڑھے بیٹھی تھی،
اور اُس کی آنکھیں بارش کی بوندوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

کچھ دیر کے بعد اُس نے خاموشی توڑی،
اور دھیرے سے کہا:

"جب سے میں نے پردہ شروع کیا ہے،
مجھے ایسا لگتا ہے جیسے لوگ مجھے پہلے سے زیادہ عزت دینے لگے ہیں۔
گلی کے لفنگے جو پہلے نظروں سے نوچتے تھے،
اب نگاہیں جھکا لیتے ہیں۔"

وہ رُکی،
پھر آہستہ سے مسکرا کر بولی:

"مجھے کیا خبر تھی...
کہ جسے میں رب کا حکم سمجھ کر بوجھ سمجھتی تھی،
وہ دراصل میری حفاظت کے لیے تھا۔"

حسن نے کچھ نہیں کہا،
بس بارش کی بوندوں کو اپنی ہتھیلی پر محسوس کرتا رہا۔

وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی:

"جب رب کسی چیز کا حکم دیتا ہے،
تو وہ صرف آزمائش نہیں ہوتا
کبھی کبھی وہ رحمت کی ڈھال ہوتا ہے۔"

حسن نے دل میں کہا:

"یا رب...
یہ وہی ایمن ہے جو کبھی مجھ سے سوال کرتی تھی:

'کیا رب محسوس ہو سکتا ہے؟'

اور آج...

وہ خود تیرا شکر ادا کر رہی ہے،

بارش کی بوندوں میں تیرے احسان کو دیکھ رہی ہے۔"

اس لمحے اسے لگا

کہ ایمن اب محبت کی مسافر نہیں رہی

وہ اب رب کی راہ کی راہی بن چکی ہے۔

اس کا پردہ اب صرف لباس نہیں،

بلکہ اُس کے دل کا سجدہ تھا

جو ہر نگاہ کو جھکنے پر مجبور کر رہا تھا۔

حسن نے دل میں دعا کی:

"یااللہ...

اس حیا کو قائم رکھ،

اسے دنیا کی آنکھوں سے نہیں،

صرف تیری رضا سے جوڑے رکھ۔"

بارش جاری تھی،

خاموشی بول رہی تھی،

اور دو دل...

رب کی طرف بھیگتے جا رہے تھے۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

حسن مسجد کے باہر بیٹھا تھا،

شام ڈھل رہی تھی

اور دل میں عجیب سا سکون اترا ہوا تھا۔

اتنے میں

دور سے حسن کو عائشہ اور ملائکہ آتی نظر آئیں

چہرے سخت، قدم تیز،

جیسے دلوں میں سوال،

اور لبوں پر شکوے بھرے ہوں۔

سامنے آ کر عائشہ نے فوراً کہا:

ہمیں بات کرنی ہے۔
تم جانتے بھی ہو ایمن ہمارے لیے کیا تھی؟
تم نے اسے کیا بنا دیا ہے؟

ملائکہ بولی،
پہلی بار تلخی کے ساتھ:

وہ ہماری محفلیں چھوڑ چکی ہے...
ہماری ہنسی، ہماری باتیں
سب کچھ۔
اب وہ یا تو روتی رہتی ہے،
یا چپ رہتی ہے...
جیسے کسی اور ہی دنیا میں کھو گئی ہو۔

عائشہ کی آواز بھرا گئی:

ہماری ایمن ایسی نہ تھی۔

تم نے کیا کر دیا ہے اسے؟

کیوں تڑپا رہے ہو اُسے؟

حسن نے ان دونوں کی طرف دیکھا،

نرمی اور یقین کے ساتھ،

اور بہت آہستہ کہا:

نہ میں نے اُسے توڑا ہے،

نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔

میں تو خود اس دنیا سے کٹ چکا ہوں

اور شاید وہ بھی

اس فانی دنیا سے نکل کر

اپنے رب کو تلاش کرنے نکلی ہے۔

ملائکہ کچھ کہنا چاہتی تھی،

مگر حسن نے دھیرے سے ہاتھ اٹھایا

اور کہا:

آپ لوگ مجھ سے شکوہ نہ کریں...

بس دعا کریں۔

کہ جس راستے پر وہ قدم رکھ چکی ہے،

اللہ اسے اپنی قربت عطا فرما دے۔

وہ آپ کی دوست ہے،

میری ساتھی نہیں

رب کی تلاش میں چلتی ایک مسافر ہے۔

بس دعا کیجیے،

وہ کبھی راستہ نہ بھٹکے۔

عائشہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی

ملائکہ نے کوئی جواب نہ دیا،

بس خاموشی سے سر جھکا لیا

اور دونوں چلی گئیں۔

اور شام کے اُس رنگین سائے میں
حسن بیٹھا رہا
اسی دُعائے اخلاص کے ساتھ:

یارب،
جسے دنیا سمجھ کر چھوڑ آئے تھے،
اگر وہ تیری طرف جا رہی ہو،
تو اسے روکنا نہیں...
اپنی طرف کھینچ لینا۔

کچھ دیر بعد،
ایمن آئی
خاموش، نرمی سے چلتی ہوئی۔

دُور بیٹھ گئی،
اور پھر وہی جملہ:

میں نے کل رات پہلی بار دعا مانگی...

صرف رب سے...

اور جو چیز مجھے رب سے دور کر سکتی ہے،

میں نے اُسے اپنے دل سے ہٹا دینے کی دعا کی۔

حسن کی آنکھیں نم ہو گئیں

کیونکہ وہ دعا

اب صرف اسکے سجدوں میں نہیں رہی تھی،

ایمن کی حقیقت بن چکی تھی۔

کبھی کبھی،

کسی کے اندر روشنی اُتر رہی ہو

تو باہر کے لوگ اسے سمجھنے کی بجائے

حیرت میں گم ہو جاتے ہیں۔

ایمن کی وہ مسکراہٹ جو کبھی بے فکری میں ڈوبی ہوتی تھی،

اب سکون کے پردوں میں چھپی رہتی تھی۔

اس کی آنکھوں سے دنیا کی چمک جاتی رہی تھی،
مگر روح کی روشنی جھلکنے لگی تھی۔

ملیکہ اُسے کئی دنوں سے غور سے دیکھ رہی تھی۔
کلاس میں ایمن کی خاموشی،
وقفوں میں اُس کا مسجد کی طرف جھکاؤ،
اور اُس کی ان آنکھوں میں
جو کبھی بہت کچھ کہتی تھیں
اب بس رب سے بات کرتی تھیں۔

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

یونیورسٹی میں ایک دن "روحانی بصیرت اور جدید دور" کے عنوان سے ایک اسلامی لیکچر کا انعقاد کیا گیا۔ یہ تقریب کسی کلاس کا حصہ نہیں تھی، بلکہ ایک رضاکارانہ سیشن تھا جس میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے طلباء وطالبات نے شرکت کی۔ لیکچر کا مرکزی خیال یہ تھا کہ آج کے جدید دور میں کیسے ہم دین سے جُڑ کر اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

لیکچر ہال میں روشنی مدھم تھی، خاموشی چھائی ہوئی تھی، اور ہر طرف سنجیدہ چہرے تھے۔ حسن، سجاد، شعیب اور عامر آخری قطار میں بیٹھے تھے۔ حسن کی نظر اسٹیج پر بیٹھی ایمن پر تھی، جس کے ہاتھ میں اس کا تیار کردہ نوٹ بک تھا۔ اس

دن ایمن نے خاکی رنگ کا عبایا اور گہرے نیلے رنگ کا اسکارف پہنا ہوا تھا، جو اس کے بدلے ہوئے انداز کی گواہی دے رہا تھا۔

لیکچر کی میز بانی کی طالبات میں سے ایک نے مائیک سنبھالا اور حسن کا دل تب دھڑکا جب اس نے اعلان کیا:

"اب آپ کے سامنے گفتگو کریں گی ایمن ظفر صاحبہ، شعبہ سافٹ ویئر انجینئرنگ سے۔"

ایمن اسٹیج پر آئی، قدرے نروس تھی لیکن آنکھوں میں اطمینان اور لبوں پر نور تھا۔

ایمن کی تقریر سے اقتباس:

"ہم اکثر یہ سوچتے ہیں کہ اللہ ہمیں بھول گیا ہے، مگر اصل میں ہم خود اسے بھول جاتے ہیں۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

اور ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(سورۃ ق، آیت 16)

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ہم جب کسی آزمائش میں ہوتے ہیں، تو ہمیں کون سنبھالتا ہے؟ انسان؟ دنیا؟ نہیں، اللہ۔"

ایمن نے اپنی تقریر کے دوران درج ذیل آیات بھی بیان کیں:

"رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ"

وہ دو مشرقوں کا رب ہے اور دو مغربوں کا رب ہے۔

(سورۃ الرحمٰن، آیت 17)

"إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ"

میں تمہارے ساتھ ہی ہوں، سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی ہوں (سورۃ طٰہٰ:46)

"وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا"

اللہ کافی ہے دوست ہونے کے لیے، اور اللہ کافی ہے مددگار ہونے کے لیے (سورۃ النساء:45)

ایمن نے کہا:

"ہم سب یہاں موجود ہیں، مگر کیا ہم واقعی اللہ کی موجودگی کو محسوس کرتے ہیں؟

کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ جو رب مشرق اور مغرب کا مالک ہے، جو ہر صبح ہمارے لیے سورج نکالتا ہے،

وہ رب ہماری دعاؤں کو سننے والا، ہمارے دلوں کے حال کو جاننے والا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ"

ترجمہ: "اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں، تو (کہہ دیں کہ) میں قریب ہوں۔"

میرے پیارے بھائیو اور بہنو،

جب دنیا کی باتیں ختم ہو جائیں، جب دوست خاموش ہو جائیں،

تب ایک رب ہے جو سنتا ہے، جو دیکھتا ہے، جو جانتا ہے، جو دیتا ہے۔

کیا ہم نے اُس سے تعلق جوڑ لیا ہے؟

کیا ہم نے اُس سے دوستی کر لی ہے؟

کیا ہم نے راتوں کو اُس کے سامنے رو کر، اُس کو اپنا حال سنایا ہے؟

آیئے! آج ہم اُسی رب کی طرف پلٹ جائیں

جو ربّ العالمین ہے، جو اُرحم الراحمین ہے،

جو کہتا ہے:

"ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ"

"مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔"

لیکچر ختم ہونے پر طلباء ہال سے باہر نکلنے لگے۔ باہر لان میں دوستوں کا ایک مختصر حلقہ بن گیا۔

شعیب (مسکرا کر):

"یار ایمن تو آج واقعی بدل گئی ہے، جیسے اُس کی آنکھوں میں کوئی اور ہی روشنی ہو۔"

عامر:

"میں نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس طرح کا خطاب کرے گی، دل کو لگا ہر لفظ۔"

سجاد:

"اور حسن؟ تجھے تو شاباش دینی چاہیے۔ تیرے لفظوں میں اللہ نے اثر رکھ دیا تھا، اور وہ تیرے لفظوں سے اللہ تک جا پہنچی۔"

حسن (آہستہ آواز میں، نظریں زمین پر):

"اصل میں، ہم سب اللہ کے ہی منتظر تھے... کسی کو راستہ دکھانے والا مل جائے تو چلنا آسان ہو جاتا ہے۔"

››››››››››››››››››››››››››››››››

ایک دن ملیکہ نے وضو کرتی ایمن کا راستہ روک کر کہا:

"ایمن، تم بدل گئی ہو...

یہ سب حسن کی وجہ سے ہے نا؟"

ایمن نے نرمی سے مسکرا کر کہا:

"نہیں، یہ سب رب کی وجہ سے ہے۔

حسن نے صرف آئینہ دکھایا،

اصل چہرہ رب نے خود دکھایا۔"

ملیکہ کی آنکھوں میں ادراک آ گیا۔

وہ مان گئی کہ یہ تبدیلی کسی عام جذبے کی پیداوار نہیں،

بلکہ رب کی طرف سے عطا ہے۔

اُس دن ملیکہ نے پہلی بار ایمن کے چہرے پر وہ نور دیکھا،

جو کبھی کسی انسان کے آنے سے نہیں آتا،

یہ نور صرف اللہ کی قربت سے پیدا ہوتا ہے۔

جب حسن نے ایمن کو رب کے حضور جھکتے دیکھا،
اور پھر عائشہ کو بھی اُس کے پیچھے نفل ادا کرتے ہوئے،
تو اُس کے اندر ایک عجیب سی خاموش گونج پیدا ہوئی۔

یہ وہ لمحہ تھا
جہاں دل خوش بھی تھا،
اور جھکا ہوا بھی۔

وہ اُسی مسجد کے گوشے میں بیٹھا،
اپنی بند مٹھی میں تسبیح تھامے
دل سے ایک بات دہرا رہا تھا:

رب کی محبت...
ہر جذبے پر بھاری ہے۔

جب اُس نے ایمن کو چاہا،
تو اس میں جذبہ، دلکشی اور خواب تھے۔

لیکن جب اُس نے اُسے رب کے حوالے کیا،
تو اس میں سکون، قربانی اور روشنی تھی۔

عائشہ کی سجدے میں جھکی پیشانی
اُس کے جذبے کی کامیابی نہ تھی
اُس کے رب کی قبولیت کی علامت تھی۔

وہ خود سے کہہ رہا تھا:

جو رب کسی ایک دل کو چُنتا ہے،
وہ اُس کے ذریعے کئی دلوں کو بدل دیتا ہے۔
اگر اُس کی خاموش محبت،
کسی کی ہدایت کی پہلی سیڑھی بن جائے
تو یہ محبت کامیاب ہے،
چاہے اُس میں وصل نہ ہو۔

وہ مسجد کے فرش پر ہاتھ رکھ کر
پیشانی زمین سے لگا رہا تھا

لیکن دل آسمان کی طرف اُڑا ہوا تھا۔

یا اللہ...

مجھے اُس روشنی کا حصہ بنا

جو دلوں کو جگاتی ہے

نہ کہ اُن خواہشوں کا

جو دلوں کو باندھ لیتی ہیں۔

ایمن اور عائشہ اب ساتھ نماز پڑھتی تھیں

مگر یہ ساتھ

حسن کے ساتھ کے بغیر

اور رب کی محبت میں لپٹا ہوا تھا۔

محبت جب رب سے جُڑ جائے،

تو وہ نہ شکایت کرتی ہے،

نہ انتظار

بس ہدایت بانٹتی ہے،

اور دعا بن جاتی ہے۔

وہ دن کچھ خاص تھا۔

نہ آسمان بدلا تھا،

نہ زمین کی روشنی۔

لیکن اُس کے دل میں کچھ ایسا بدل چکا تھا

جسے لفظوں میں ڈھالنا ممکن نہ تھا۔

ایمن، عائشہ، اور اب ان دونوں کے بعد

کئی ایسی لڑکیاں بھی اُسے سلام کہتی تھیں

جن کی آنکھوں میں سوال ہوتا تھا،

اور لبوں پر خاموشیاں۔

ان کے لیے اُس کا ہر جواب

ایک بات پر ختم ہوتا:

رب کی تلاش خود تمہاری تلاش ہے۔

ایک دن ایمن اُس کے قریب آئی

خاموش، پر سکون،
اور چہرے پر وہ روشنی
جو صرف سجدے بخش سکتے ہیں۔

اُس نے آہستہ سے کہا:

مجھے اب دعا مانگنا آگیا ہے۔

حسن نے مسکرا کر پوچھا:

کیا مانگا؟

ایمن نے کہا:

یہی کہ اگر میرے دل میں
کبھی کوئی دنیاوی خواہش پیدا ہو،
تو وہ رب کی رضا میں ڈھل جائے۔

حسن خاموش ہو گیا۔

کیونکہ اب وہ دعا مانگ رہی تھی
جو وہ برسوں سے مانگتا آیا تھا۔

اسی دن رات کو
وہ تنہا مصلے پر بیٹھا تھا۔
تسبیح ہاتھ میں تھی،
لیکن انگلیاں رُک گئی تھیں۔

دل نے کہا:

اب کوئی دعا،
صرف اپنے لیے نہیں مانگتا۔

اُس نے سر جھکا کر کہا:

یااللہ...

اگر تُو مجھے خالی رکھے،

تو ان دلوں کو بھر دے

جو تیری طرف آ رہے ہیں۔

اُس رات اُس نے اپنے لیے کچھ نہ مانگا—

نہ محبت،

نہ مقام،

نہ وصل۔

بس یہ کہا:

میری دعا،
اگر کسی کی ہدایت کا ذریعہ بنے

تو میرا خاموش رہنا

ہی سب سے بڑی عبادت ہے۔

یہی وہ لمحہ تھا

جب اُس نے سمجھا:

دعاؤں کی سب سے بلند شکل

یہ ہے کہ انسان خود کو بھول کر

کسی اور کی روشنی کے لیے

رب سے بات کرے۔

جامن کے درخت کے نیچے بیٹھے انہیں کئی شامیں بیت چکی تھیں۔

وہی خاموشی، وہی ہلکی سی ہوا،

اور ان لمحوں میں وہ گفتگو جو کبھی زبان سے، کبھی دل سے ہوا کرتی تھی۔

عائشہ اُس دن کچھ گم صم سی لگ رہی تھی۔

پاس آکر بیٹھ گئی، مگر کچھ بولی نہیں۔

حسن نے محسوس کیا کہ اُس کے اندر کوئی سوال ہے،

جسے وہ روک رہی ہے۔

آخر کار اُس نے آہستہ سے کہا:

کیا ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟

حسن نے اُسے غور سے دیکھا،

اور کہا:

نہیں،

ہر دعا ویسے قبول نہیں ہوتی جیسے ہم چاہتے ہیں

لیکن ہر دعا سنی ضرور جاتی ہے۔

عائشہ نے پلکیں جھپکیں،

جیسے وہ کسی اندرونی خواہش کو چھپا رہی ہو۔

پھر دھیرے سے بولی:

میں نے دعا کی تھی کہ جو چیز مجھے رب سے دور کرے،

وہ مجھ سے دور ہو جائے۔

اور اب...

اب میں خود کو خالی سا محسوس کرتی ہوں۔

حسن کچھ دیر خاموش رہا،
پھر نرمی سے کہا:

یہ خالی پن،
رب کی طرف سے تمہارے دل میں جگہ بنانے کی تیاری ہے۔

عائشہ نے چونک کر پوچھا:

یعنی رب جب کسی چیز کو ہم سے دور کرتا ہے،
تو وہ خود قریب آتا ہے؟

حسن نے مسکرا کر سر ہلایا۔

جب تم دعا میں کچھ مانگتی ہو،
اور وہ نہیں ملتا
تو وہ دعا تمہارے اندر ایک راستہ بناتی ہے

جہاں سے رب آکر ٹھہر سکتا ہے۔

عائشہ نے نظریں نیچی کیں،
اور کہا:

تو کیا میں غلط نہیں تھی...
جو کسی کو چاہ کر بھی، رب کو چن لیا؟

حسن نے جواب دیا:

رب کو چننا کبھی غلطی نہیں ہوتی
وہ ہر بار بہترین بدلہ دیتا ہے،
لیکن اپنے وقت پر۔

عائشہ نے آسمان کی طرف دیکھا
اور آہستہ سے کہا:

پھر میں انتظار کروں گی

نہ کسی انسان کا،

نہ کسی خواہش کا...

بس اُس لمحے کا

جب رب میری دعا کا جواب

اپنے انداز میں دے گا۔

اور اُس لمحے حسن نے خود سے کہا:

یہ وہی دعا ہے

جو کبھی اُس نے مانگی تھی

اور آج کسی اور کے لبوں پر ہے۔

وہ دن دھوپ سے بھرا ہوا تھا،

مگر ایمن کا چہرہ کسی سائے کی زد میں لگ رہا تھا۔

آنکھوں میں سوال نہیں تھا،

مگر ایک ایسا سکوت تھا

جو چیخ سے بھی زیادہ گونجتا ہے۔

وہ دونوں لان کے کنارے بیٹھے تھے۔

ہوا خاموش،
پرندے کہیں دُور چپ چاپ بیٹھے تھے
اور ایمن...
کسی سوچ میں گم۔

کافی دیر بعد اُس نے آہستہ سے پوچھا:

کیا رب کبھی چھوڑ دیتا ہے؟

حسن نے اُس کی طرف دیکھا،
مگر جواب دینے سے پہلے آنکھیں بند کر لیں۔

دل نے بہت نرمی سے کہا:

نہیں،
رب کبھی نہیں چھوڑتا۔

وہ تو تب بھی پاس ہوتا ہے
جب ہم خود اُس سے دور ہو جاتے ہیں۔

ایمن کی آنکھیں نم ہو گئیں۔
وہ کہنے لگی:

پر جب سب کچھ خاموش ہو جائے،
دعا بھی، صبر بھی،
تب تو لگتا ہے کہ اب رب بھی چپ ہے۔

حسن نے نرمی سے کہا:

رب کی خاموشی کبھی انکار نہیں ہوتی
وہ اکثر خاموشی میں تمہیں تیار کر رہا ہوتا ہے
کسی ایسے لمحے کے لیے
جہاں وہ تمہیں خود تھام لے۔

ایمن نے بہت آہستہ کہا:

پر اگر وہ مجھے نہ تھامے تو؟

حسن نے جواب دیا:

اگر ایمن ایک قدم بھی اُس کی طرف بڑھاتی،
تو وہ اُسے خود اپنی پناہوں میں چھپا لیتا۔

رب کی راہ میں کبھی تنہائی نہیں ہوتی،
بس آنکھوں سے کچھ لمحے اوجھل کر دیے جاتے ہیں
تاکہ دل سے دیکھنا سیکھا جا سکے۔

ایمن نے سسکی لی،
پھر آسمان کی طرف دیکھا۔

اور کہا:

"پھر میں دل سے دیکھوں گی۔

کیونکہ اب آنکھوں سے کچھ بھی صاف نظر نہیں آتا۔"

حسن جان گیا...

آج ایمن نے سوال نہیں کیا—

اپنا دل کھولا ہے۔

اور جو دل رب کے سامنے کھل جائے،

وہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

کچھ جملے ایسے ہوتے ہیں

جنہیں سن کر انسان ٹوٹتا نہیں...

کامل ہو جاتا ہے۔

یہ جملہ بھی ایسا ہی تھا۔

دن کے اختتام پر

حسن لائبریری کے پچھلے باغیچے میں بیٹھا تھا

جہاں درختوں کا سایہ،

ہوا کی سرگوشیاں،

اور اُس کی خاموشی

ہمیشہ ساتھ ہوتی تھی۔

ایمن وہاں آگئی۔

اب اُس کی چال میں تیز رفتاری نہیں،

بلکہ وقار تھا۔

اور اُس کی آواز میں شوخی نہیں،

بلکہ سکون۔

وہ حسن کے قریب آکر رُکی،

اور بغیر تمہید کے بولی:

"حسن...

میں جانتی ہوں کہ تم دعا کرتے تھے

کہ میں رب کے قریب ہو جاؤں۔

اور آج...

میں تمہیں بتانے آئی ہوں

کہ وہ دعا قبول ہو چکی ہے۔"

حسن نے اُس کی طرف دیکھا،

دل سے شکر اٹھا

مگر زبان پر سکوت رہا۔

پھر وہ جھک کر بیٹھ گئی

اور بہت دھیرے سے،

مگر یقین سے بھرے ہوئے لہجے میں بولی:

"مجھے اب سے زیادہ،

رب عزیز ہے۔

اور مجھے لگتا ہے

یہی وہ مقام ہے

جہاں تم مجھے پہنچانا چاہتے تھے۔"

حسن کے دل میں ایک لرزہ سا پیدا ہوا

لیکن یہ لرزہ تکلیف کا نہیں تھا،

کامیابی کا تھا۔

اُس نے نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں

اور دل میں کہا:

"یارب...

جس نے کبھی مجھے دل سے پکارا تھا،

آج وہ تجھ سے جڑ چکی ہے۔

میں نے کچھ نہیں مانگا تھا

بس یہی،

کہ یہ تیری ہو جائے۔

اور آج...

وہ میری نہیں رہی

تیری ہو چکی ہے۔"

ایمن نے ایک آخری بات کہی:

"اگر کبھی زندگی میں
رب کے علاوہ کچھ چاہنے لگوں،
تو مجھے پھر سے یاد دلا دینا
کہ یہ دل تو اب اُس کا ہو چکا ہے۔"

اور حسن وہیں بیٹھا رہا،
تسبیح کے دانے ہاتھ میں تھے
لیکن آج اُن پر کوئی خواہش نہیں،
صرف شکر تھا۔

کبھی انسان کچھ حاصل کرتا ہے،
تو اسے کامیابی کہتا ہے۔
اور کبھی...
وہ خود کسی اور کے رب سے جڑ جانے کو
اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔

ایمن کے الفاظ

حسن کے اندر دیر تک گونجتے رہے:

"مجھے اب تم نہیں، رب عزیز ہے۔"

یہ جملہ شاید

کسی عاشق کے لیے تلخی بن سکتا تھا،

لیکن حسن کے لیے

یہ قبولیت کی سند تھا۔

رات کے وقت وہ تنہا بیٹھا

اپنے رب سے سرگوشی کر رہا تھا

نہ مانگ رہا تھا، نہ رو رہا تھا،

بس بیان دے رہا تھا۔

"یا رب...

میں نے کسی کو چاہا،

لیکن کبھی خود کے لیے نہیں

تیری رضا کے لیے۔

میں نے محبت کو اپنی تمنا نہیں بنایا،

بلکہ اسے تیری راہ کا وسیلہ بنا دیا۔

اور آج...

وہ تجھ تک پہنچ چکی ہے۔

یہی میری سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

حسن نے کئی لوگوں کو

محبت میں گرتے دیکھا تھا،

ٹوٹتے، بھٹکتے، سوال کرتے۔

مگر ایمن کے ساتھ اُس نے

کسی کو محبت میں سنبھلتے، جھکتے،

اور رب سے جڑتے ہوئے دیکھا۔

آج کا دن کچھ خاص تھا۔

یونیورسٹی کا وہی پرانا لان،

وہی پتھریلی بنچ،

اور وہ سب

پرانی دوستیوں کی خوشبو لیے بیٹھے ہوئے۔

»»»»»»»»»»»»»»

آریان، جواب گریجویٹ ہو چکا تھا

اور عملی زندگی میں قدم رکھ چکا تھا،

آج اچانک یونیورسٹی آگیا تھا۔

اُسے دیکھ کر جیسے

ایک تھمے ہوئے لمحے کو

پھر سے سانسیں مل گئی ہوں۔

عامر، حیدر اور حسن

اُسے گھیرے بیٹھے تھے

اور سب کا ایک ہی سوال:

"یار، پریکٹیکل لائف کیسی ہے؟
دفتر کی دنیا، وقت کی بندشیں،
خوابوں اور حقیقت کا ٹکراو
کیا سچ میں اتنی سخت ہوتی ہے جتنی سنی ہے؟"

آریان حسبِ عادت مسکرایا،
اور کہنے لگا:

"بس یار...
زندگی وہاں تمہیں وقت نہیں دیتی
اور یہاں تم وقت کو ضائع کرتے ہو۔
وہاں ہر لمحہ قیمت مانگتا ہے،
اور یہاں ہر لمحہ یاد بن جاتا ہے۔"

وہ سب اس کی باتوں میں کھوئے تھے
کہ اچانک اُس نے رخ حسن کی طرف کیا،

اور سوال بدل دیا:

"اچھا یہ سب چھوڑو...
یہ بتا، ایمن کیسی ہے؟
سنا ہے اب اُس کی خاموشی میں
کچھ اور ہی بات آگئی ہے؟"

حسن کے ہاتھ میں رکھی چائے تھمی رہی،
اور لمحے کو کچھ ٹھہرنا پڑا۔

عامر اور حیدر کی نظریں بھی
اُس کے چہرے پر آکر ٹھہر گئیں۔

حسن نے مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا،
اور نرمی سے کہا:

"ایمن اب مجھ سے نہیں،
رب سے جُڑ چکی ہے۔

اور یہی تو دعا تھی...
کہ وہ اُس تک پہنچ جائے
جس نے ہم سب کو بنایا ہے۔"

آریان کی مسکراہٹ دھیمی ہوئی،
اور اُس نے آہستہ سے کہا:

"پھر تو تُو کامیاب ہو گیا یار...
جس نے کسی کو رب سے ملوایا،
وہ ہارا نہیں کرتا۔"

››››››››››››››››››››››››››››››

دوپہر کی نماز کے بعد
مسجد کی دیوار سے ٹیک لگائے
حسن خاموش بیٹھا تھا۔

ہاتھ میں تسبیح کے دانے،
اور دل میں ایک سکون بھری خالی جگہ
جو کبھی کسی خواہش سے پُر تھی،
اور اب صرف اللہ کے ذکر سے مہک رہی تھی۔

اسی لمحے،
ایمن دُور سے آتی دکھائی دی۔

اب اُس کے چہرے پر
پہلے والی بے فکری نہیں،
بلکہ ایک سنجیدہ سی روشنی تھی۔

وہ آکر مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ گئی،
کچھ دیر زمین کو دیکھتی رہی،
پھر آہستگی سے نظریں اُٹھا کر حسن کی طرف دیکھا۔

حسن نے کچھ نہیں کہا۔
خاموشی ہی اب سب کچھ کہہ جاتی تھی۔

وہ بولی:

"تم نے جو راستہ دکھایا تھا...
پہلے لگا مشکل ہے۔
پھر لگا یہ میرے بس کی بات نہیں۔
لیکن اب...
لگتا ہے کہ میں واپس جانے کے قابل نہیں رہی۔"

حسن نے دھیرے سے کہا:

"جو رب کا راستہ ایک بار دل میں اُتر جائے،
وہ پھر کبھی دل سے نہیں نکلتا۔
بس قدموں کو اُس کی عادت ڈالنی پڑتی ہے۔"

ایمن خاموش رہی۔
پھر اُس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

وہ بولی:

"مجھے لگتا ہے
مگر رب کو تھوڑا تھوڑا محسوس کرنے لگی ہوں۔"

حسن نے مسکرا کر کہا:

"بس یہی تو تھا جو میں چاہتا تھا..."

وہ اُٹھی،
اپنی چادر درست کی،
اور جاتے جاتے صرف اتنا بولی:

"دُعا کرنا
کہ میں کبھی راستے سے نہ ہٹوں۔"

حسن نے نظریں نیچی کیں
اور دل میں کہا:

"یارب...

اب یہ معاملہ میرا نہیں،

تیرا ہے

تو ہی سنبھال،

جس کو میں نے تیرے حوالے کیا۔"

اور مسجد کی دیوار کے سائے میں

ایک خاموش مسافر

پھر تسبیح کے دانے گھمانے لگا۔

››››››››››››››››››››››››››››››

حسن نے سوچا کہ شاید

ایمن کا آنا ایک آزمائش تھا

لیکن اصل امتحان تو اب شروع ہونے والا تھا۔

باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

فضا میں ایک نمی سی تھی وہی خوشبو جو پرانی یادوں سے لپٹی رہتی ہے۔

حسن کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا،

بارش کی ٹھنڈی بوندیں شیشے سے ٹکرا رہی تھیں،

اور دل...

دل کسی انجانی آہٹ پر بے چین ہونے لگا تھا۔

پھر دروازہ کھلا

اور جویریہ...

سیاہ چادر میں لپٹی، سر جھکائے،

حسن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

ایک پل کو جیسے وقت تھم گیا،

سانس رک گیا،

اور دل کی دھڑکن نے اُس کے قدموں سے نرمی سے ٹکرانا شروع کر دیا۔

وہ کچھ نہیں بولی،

مگر اُس کے آنے کی مہک

کمرے کی دیواروں کو،

حسن کے دل کے کونے کونے کو

خموشی سے چھونے لگی۔

وہ آئی...

باہر بارش ہنوز جاری تھی۔

FYP لیب کی کھڑکیوں سے ہوا اندر آ رہی تھی

اور اس ہوا کے ساتھ یادوں کی پرچھائیاں بھی لوٹ آئی تھیں۔

وہ

سیاہ عبایا میں لپٹی ہوئی،

اور سر پر نیلے رنگ کا حجاب،

بالکل اُسی انداز میں باندھا ہوا

جس انداز میں حسن نے کبھی کہا تھا:

"تم اس طرح حجاب کرتی ہو تو بہت اچھی لگتی ہو..."

آج وہ ویسی ہی تھی

جیسی حسن کے دل نے ہمیشہ دیکھی،

مگر آنکھوں نے برسوں بعد دیکھی۔

نہ اُس نے کچھ کہا،

نہ حسن نے۔

مگر اُس کا آنا،

اُس کا خاموش بیٹھ جانا،

اور اُس حجاب سے آتی ہوئی ہلکی سی خوشبو

حسن کے دل کی ہر دیوار کو چھو کر گزرنے لگی۔

ایسا لگا جیسے وقت،

بس چند لمحوں کے لیے حسن کے حق میں رک گیا ہو۔

کمرے میں ایک خاموشی سی طاری ہو چکی تھی...

مگر حسن کے دل کے اندر جیسے بارش کی بوندیں مسلسل گرتی رہیں۔

جویریہ کچھ دیر تک بیٹھی رہی،

چپ چاپ، نظریں کبھی فائلز پر،

کبھی باہر برستی بارش پر...

پھر یکایک اُس نے سر اُٹھایا،
اور پہلی بار،
خاموشی کے بعد زبان سے پہلا سوال نکلا:

"آپ تو سچ میں بدل گئے ہیں..."

حسن چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی:

"کیا آپ وہی ہیں...
جو میری ایک جھلک پر جھوم جاتے تھے؟
جو ہر بار مجھے دیکھ کر کچھ کہنے کی کوشش کرتے تھے،
پھر رک جاتے تھے...
بس مجھے دیکھتے رہتے تھے؟"

حسن خاموش ہو گیا...

جیسے اُس کے لفظوں نے اُس کے ماضی کی کھڑکی کھول دی ہو۔

ہوا رُک گئی،
دل نے ایک لمحے کو دھیما دھڑکنا شروع کیا،
اور اندر سے ایک آواز آئی:

"ہاں، میں وہی ہوں...
مگر اب، رب کی رضا کے سائے میں چھپا ہوا ہوں۔"

پھر جویریہ کہنے لگی...
آواز میں لرزش تھی،
مگر لفظوں میں سچائی صاف جھلک رہی تھی:

"مجھے لگا تھا...
آپ کو اب مجھ سے نفرت ہو گی...
میں نے وہ کتاب نہیں لی،
جو صرف میرے لیے لکھی گئی تھی۔
میں نے آپ کے الفاظ کو اہمیت نہیں دی،

جو آپ دل سے لکھا کرتے تھے۔

میں نے آپ کے الفاظ کو رد کیا..."

وہ کہہ رہی تھی جیسے ہر لفظ کے ساتھ کوئی بوجھ دل سے ہٹ رہا ہو،

اور حسن...

خاموشی سے اُس کی بات سنتا رہا۔

نہ کچھ کہا، نہ جھٹلایا،

بس اُسے دیکھتا رہا...

جیسے یہ لمحہ اُس کا نہیں، جویریہ کا حق تھا۔

اُس کی آنکھوں میں نہ غصہ تھا،

نہ طنز،

بس وہی پرانی محبت،

جو کبھی لفظوں سے نہیں،

خاموشی سے بولتی تھی۔

آج...

جویریہ کے لہجے میں وہ غرور نہیں تھا۔

آج نہ وہ حاکم تھی...نہ وہ محکوم۔
نہ اُس کے لفظ حکم کی طرح گونج رہے تھے،
نہ اُس کی خاموشی سر جھکائے کھڑی تھی۔

آج اُس کے لہجے میں صرف ایک چیز تھی
شرمندگی... سچی، خاموش، اور گہری۔

پھر اُس نے نظریں جھکائے دھیرے سے کہا:

"مجھے لگا تھا...
آپ کو اب مجھ سے نفرت ہو گی..."

حسن ہلکا سا مسکرایا۔
اور جویریہ چونک کر کہنے لگی:

"آپ ہنس رہے ہیں...
جب کہ میں پریشان بیٹھی ہوں!"

اُس کے لہجے میں وہی پرانی معصومیت تھی،
مگر اُس کے آنسو چھپائے نہیں چھپ رہے تھے۔

وہ بولتی گئی...
اور حسن اب بھی خاموش تھا۔
نہ کچھ کہا، نہ جھٹلایا،
بس اُس کی آواز کو دل میں اُتارتا رہا...
جیسے برسوں کا بوجھ،
آج الفاظ کی صورت میں اُتر رہا ہو۔

وہ بولتے بولتے رُک گئی۔
چند لمحے گزرے...
پھر اُس نے دھیرے سے سر جھکا کر کہا
ایسے جیسے خود سے بھی شرمندہ ہو:

"میری دعا ہے...
کہ آپ کو مجھ سے نفرت ہو جائے...
شاید اسی سے آپ اس سب سے نکل سکیں۔

میں اس قابل نہیں تھی...

جتنی عزت آپ دے چکے تھے۔"

یہ وہ لمحہ تھا جب

لفظوں نے نہیں...

خاموشی نے بولنا شروع کیا تھا۔

حسن اُسے دیکھتا رہا،

نہ کوئی جواب دیا، نہ کوئی سوال۔

کیونکہ اُس کے دل نے خود ہی سب کچھ مان لیا تھا...

اور حسن کا دل...

بس رب کی رضا پر خاموش رضامند تھا۔

پھر جویریہ نے نظر اٹھائے بغیر، جیسے ہوا سے بات کرتے ہوئے کہا:

"اب میں آپ سے کچھ مانگ بھی نہیں سکتی...

کیونکہ جو کچھ دے چکے، وہ میں سنبھال نہیں سکی۔

اور جو چھن گیا...

شاید میں اسی کے قابل تھی۔"

یہ کہتے ہوئے اُس کی آواز لرز گئی۔

حسن کے سامنے وہ لڑکی بیٹھی تھی

جو کبھی اُس کے لفظوں پر مسکرا کر دل جیت لیتی تھی،

آج وہ اپنے ہی لفظوں سے خود کو توڑ رہی تھی۔

حسن خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا،

نہ کوئی شکوہ،

نہ کوئی سوال۔

بس اتنا محسوس ہوا کہ

کچھ رشتے مان سے نہیں...ندامت سے ختم ہوتے ہیں۔

پھر اُس نے جیسے خود سے نظریں چرا کر کہا،

آواز بہت مدھم،

جیسے ہر لفظ وزن بن کر زبان سے اتر رہا ہو:

"اب تو الفاظ بھی نہیں بچے...

بس 'سوری' رہ گیا ہے

ہر اُس لمحے کے لیے جب آپ کو تکلیف دی۔

میں اب آپ سے بچتی ہوں،

کیونکہ جانتی ہوں کہ یہ سب...

کسی انجام کا نہیں ہے۔"

وہ رکی، گہرا سانس لیا،

پھر تھوڑی دیر خاموشی کے بعد بولی:

"میں کسی کو جھوٹی امید میں نہیں رکھ سکتی...

کتاب نہ لینے کا دکھ مجھے بھی ہے،

اکثر سوچتی تھی،

مگر ہمت نہیں تھی کہ آپ کو میسج کر سکوں۔

آپ کے پیپرز نہ دینے کا بھی...

میں...

میں واقعی معذرت خواہ ہوں۔"

اُس کی آواز جیسے بند کمرے میں گونج رہی تھی،

اور حسن کے دل کی دیواروں پر نقش ہو رہی تھی۔

وہ اُسے دیکھتا رہا،

نہ کوئی شکوہ،

نہ کوئی سوال،

بس ایک خاموش دعا لبوں پر آنے لگی:

"یا اللہ!

یہ جتنی نادم ہے، اتنی ہی ہدایت یافتہ بھی ہو جائے۔"

حسن نے خاموشی توڑی،

پہلی بار... دھیمے لہجے میں، دل سے نکلی ہوئی بات کہی:

"دیکھو...

کل میں تکلیف میں تھا،

دل جل رہا تھا...

محبت کی آگ میں۔

اور آج...

تم ندامت میں جل رہی ہو۔

فرق صرف اتنا ہے کہ میں سچائی کی تلاش میں تھا،

اور تم...

اپنے فیصلوں کی سزامیں۔"

وہ رُکا، اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"لیکن میرا رب کہتا ہے..."

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾

"اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔"

(سورۃ مریم، آیت 64)

حسن کے الفاظ کمرے میں گونجنے لگے،

اور جویریہ کی نظریں جھک گئیں،

جیسے اب وہ رب سے شرمندہ ہو،

نہ کہ اُس سے۔

حسن اُسے دیکھ رہا تھا۔

وہ اُس کے سامنے بیٹھی تھی...

سر جھکائے، ندامت میں ڈوبی ہوئی،

اور حسن کے دل کی دھڑکن صرف ایک سمت گونج رہی تھی:

"شکر ہے اے میرے رب...

دیکھ، تیری رضا کے راستے پر چلنے کا کیسا انعام ملا!

کل تک جس کی ایک جھلک کے لیے تڑپتا تھا،

آج وہ میرے سامنے بیٹھی ہے۔"

یہ لمحہ کوئی کامیابی نہیں تھا،

یہ رب کی طرف سے ایک نرمی، ایک رحمت، اور ایک دلیل تھی

کہ جو اُس کی طرف جھکتا ہے،

وہ اُس کے دل کے زخموں پر کسی کی واپسی کا مرہم رکھ دیتا ہے۔

حسن نے اُس کی طرف دیکھا،

نہ کوئی گلہ، نہ کوئی شکوہ،

بس مسکرا کر دل سے کہا:

"میں تو آپ کا شکر گزار ہوں... واقعی۔

اگر وہ سب نہ ہوتا،

تو میں رب تک کیسے پہنچتا؟

جس نے مجھے توڑا،

اسی نے جوڑا...

لیکن اب، رب کے قریب کر کے۔"

اُس کے لہجے میں شکوہ نہیں تھا،

سکون تھا...

ایسا سکون جو دنیا کی کسی محبت، کسی معافی،

کسی واپسی سے نہیں آتا،

صرف رب کے راستے پر چلنے سے ملتا ہے۔

جویریہ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے، بے بسی سے بولی:

"میں کتنی بُری بنتی رہی... تب بھی، اور اب بھی...

لیکن آپ کو تو مجھ سے محبت تھی نا؟

وہ کہاں گئی؟"

حسن نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

"اب اُس محبت سے کہیں زیادہ

مجھے اپنے رب سے محبت ہے

اُس رب سے

جو رسوا نہیں کرتا،

جو راستے میں چھوڑ نہیں جاتا،

جو گناہگار کو بھی

ویسے ہی خوش دلی سے قبول کرتا ہے

جیسے نیکوکار کو۔"

جویریہ نظریں جھکائے، تھوڑی دیر خاموش رہی...

پھر دھیرے سے، جیسے اندر سے ٹوٹتی ہوئی بولی:

"اور مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے

کہ میری وجہ سے آپ نے اپنے پیپرز بھی نہیں دیے۔

آپ نے پورا سیمسٹر ہی چھوڑ دیا..."

حسن ایک لمحے کے لیے اُسے دیکھتا رہا،

پھر دِل سے، بہت سکون سے کہا:

"لیکن مجھے افسوس نہیں ہے...

کیونکہ وہ سب کچھ نہ ہوتا،

تو میں رب کے اتنا قریب کیسے آتا؟

میں نے صرف ایک راستہ چھوڑا تھا...

لیکن رب نے اپنی طرف کا دروازہ کھول دیا تھا۔"

جویریہ پھر کہنے لگی:

"مجھے نور نے بتایا آپ نے وہ کتاب جلادی..."

یہ جملہ کہتے ہوئے اُس کی آواز میں حیرت سے زیادہ دکھ تھا،

جیسے کسی نے اُس کے دل میں چپکے سے کچھ نوچ لیا ہو۔

حسن نے پل بھر کو اُس کی طرف دیکھا،

اُس کی آنکھوں میں کچھ سوال تھے، کچھ ملال،

اور کچھ وہ باتیں جو زبان پر نہیں آتیں۔

پھر آہستہ کہا:

"جی۔ رکھا کر کیا کرنا تھا؟

جس کے لیے لکھی، اُس نے ہی قبول نہ کی۔"

یہ جملہ جیسے اُس کے دل کے کسی ایسے گوشے سے نکلا تھا

جہاں مدتوں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

جویریہ نے نظریں جھکالیں،

جیسے کسی نے اُس کی آنکھوں کی روشنی چرالی ہو۔

آواز بھی بہت دھیمی تھی،

جیسے ہوا میں بکھر کر گم ہو جائے گی:

"مجھے افسوس ہے... آپ نے کیوں جلائی وہ؟"

حسن نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی،

پھر گویا ہوا جیسے خود سے مخاطب ہو،
نہ کہ جویریہ سے:

"جلا ہے جسم تو دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو اب راکھ کیوں؟ جستجو کیا ہے؟"

یہ اشعار کہنے کے بعد اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لی،
جیسے اپنے اندر کسی گھٹن کو توڑ دیا ہو۔

جویریہ ایک قدم پیچھے ہٹی،
جیسے اُس کے الفاظ نے اُس کی روح کو چھو لیا ہو۔
وہ لمحہ بھاری تھا، بوجھل،
جیسے وقت بھی رُک گیا ہو۔

جویریہ نے ہلکی آواز میں پوچھا،
لیکن اُس سوال میں نہ صرف حیرانی تھی،
بلکہ امید بھی چھپی تھی:

"آپ کو محبت اب بھی ہے؟"

حسن نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔
ایک لمحے کے لیے اُس کے لب تھرتھرائے،
پھر اُس نے نظریں آسمان کی طرف اُٹھائیں اور کہا:

"جی، مگر فقط خدا سے۔"

یہ جملہ جیسے ایک اعلان تھا
کہ اب اس دل میں کسی انسان کی جگہ نہیں رہی،
اور اگر ہے تو بس اُس ذات کے لیے،
جس نے دل دیا۔

جویریہ نے اُس کی انگلی کی طرف دیکھا،
وہی انگلی جس میں ایک خاص انگوٹھی تھی۔
اُس کی نظریں تھمی ہوئی تھیں،
اور آواز میں ایک دبی دبی حیرت:

"پھر ابھی تک مرشد 33 والی انگوٹھی کیوں پہنی ہے؟"

یہ انگوٹھی محض ایک زیور نہیں تھی۔
یہ اُن کے درمیان ایک راز تھی، ایک کوڈ، ایک پہچان
'مرشد 33'۔
اس کا مطلب دونوں جانتے تھے،
اور کسی اور کو نہ کبھی بتایا تھا، نہ سمجھایا۔

حسن نے انگوٹھی کی طرف دیکھا،
پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"اس لیے کہ جب بھی خدا کی محبت سے ہٹنے لگوں
تو یہ انگوٹھی دیکھ کر تم یاد آ جاؤ...
کہ انسان کیا حال کرتے ہیں۔"

یہ انگوٹھی اب یاد نہیں، عبرت تھی۔
یہ تعلق نہیں، ایک نشانی تھی
اس سبق کی کہ جو دل انسانوں کے لیے دھڑکتے ہیں،

وہ اکثر بے قراری میں جلائے جاتے ہیں۔

جویریہ خاموش ہوئی،

جیسے اُس کے پاس کہنے کو اب کچھ نہ بچا ہو۔

کچھ لمحے حسن کی طرف دیکھا،

پھر نظریں جھکا لیں۔

حسن نے کچھ نہیں کہا،

نہ روکا، نہ پکارا،

بس اُس کی خاموشی کو سنا...

جس میں لفظ نہیں،

صرف ندامت بول رہی تھی۔

پھر وہ اُٹھی،

ہلکے قدموں سے چلتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔

نہ پلٹ کر دیکھا،

نہ کچھ کہا...

بس یوں گئی...

اپنی آنکھوں میں ندامت لیے۔

اور حسن...

رب کے حضور خاموشی سے شکر ادا کر رہا تھا۔

اُس کے جانے کے کچھ دیر بعد...

فضا میں ایک سکوت تھا

نہ شور، نہ ہلچل...

بس ایک خاموشی جو دل کو چھو رہی تھی۔

اتنے میں ایمن آئی۔

نہ کوئی شکایت، نہ کوئی سوال،

بس ایک خاموشی

جس کے اندر رب کی رضا کی جھلک تھی۔

وہ بدلی ہوئی تھی...

جیسے وقت نے نہیں،

عبادت نے اُسے سنوارا ہو۔

لباس ویسا ہی تھا

سیاہ عبایہ،

وہی ہلکا سا خوشبودار دوپٹہ،

اور مکمل حجاب۔

چہرہ سادہ،

آواز دھیمی،

لہجہ سراپا نرمی۔

وہ بولی:

"کیا ہم...ایک ہو سکتے ہیں؟"

حسن نے کچھ دیر چپ رہ کر کہا:

"میں نے تمہیں رب کے لیے بدلا،

اور تم نے خود کو رب کے لیے بدل لیا...

پھر اب اگر ہمارا تعلق ہو

تو وہ بھی رب کے لیے ہو۔"

ایمن کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

اس نے دھیرے سے کہا:

"میں نے رب کو پالیا ہے...

اب بتاؤ، کیا تم مجھے قبول کرو گے؟"

حسن نے اُسے دیکھا،

اُس کے چہرے پر وہ روشنی تھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی،

اور دل میں ایک عجب سکون سا اُتر رہا تھا۔

وہ مسکرایا...اور بولا:

"جس خدا نے ہمیں یہاں تک لایا ہے...

وہی آگے کا فیصلہ بھی کرے گا۔

اگر اُس نے قسمت میں لکھ دیا ہے

توہم ایک ہو جائیں گے...

اُسی کی رضا میں،

اُسی کے نام پر۔"

ایمن نے نظریں جھکا لیں،

جیسے کہہ رہی ہو:

جو رب کے حوالے ہو گیا،

وہ اب کسی انسان کا طلب گار نہیں

بلکہ رب کی مرضی کا انتظار کرتا ہے۔

وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔

پھر نظریں جھکائیں،

ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی،

اور کہا:

"اللہ فرماتا ہے:

وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ

(سورۃ التغابن، آیت 11)

اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے،
اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔"

حسن ٹھٹھک گیا...

یہ وہی لڑکی تھی
جو کبھی بات بات پر شاعری، اشعار اور گانے سناتی تھی،
آج رب کا کلام پڑھ رہی تھی۔

پھر اُس نے کہا:

"اگر خدا نے چاہا، اگر وہ راضی ہوا،
تو میں تمہیں رب کے نام پر اپنا سکتا ہوں۔
نہ دنیا کے لیے، نہ نفس کے لیے...
بس رب کی رضا کے لیے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے...
اور پھر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی۔

نہ عہد باندھا،

نہ وعدے کیے،

بس دل ہی دل میں کہا:

"میرے مالک،

جو تُو چاہے، جیسے تُو چاہے، ہم راضی ہیں!"

یہ وہ لمحہ تھا جہاں:

نہ کوئی گانا، نہ کوئی شاعری،

صرف قرآن...

اور دو دل جو ایک رب کے حکم پر راضی تھے۔

وہ دونوں خاموش کھڑے تھے

نہ کوئی سوال،

نہ کوئی وعدہ...

بس دل میں ایک یقین کہ جو رب چاہے گا،

وہی اُن کے حق میں بہتر ہو گا۔

پھر دونوں نے آنکھیں بند کیں،

اور ایک ساتھ، ایک دل بن کر رب سے عرض کی:

"اے ربِ کریم...

ہمارے حق میں جو بہتر ہے، وہی ہمیں عطا فرما...

اور کبھی بھی ہمیں کوئی ایسی چیز نہ دینا

جو ہمیں تجھ سے دُور کر دے۔

اگر ہم ایک ساتھ تیرے قریب رہ سکتے ہیں

تو ہمیں جوڑ دے،

اور اگر جُدا رہنا تیرا قرب بڑھاتا ہے،

تو ہمیں صبر اور رضا عطا فرما۔"

وہ دعا خاموش تھی،

مگر اُس کی گونج آسمان تک جا پہنچی۔

یہ دعا محبت کی نہیں تھی...

یہ دعا محبت سے گزر کر رب کی رضا میں ڈھلنے والی دو روحوں کی تھی

›››››››››››››››››››››››››››››››

حسن

وہ جو خاموشی، تنہائی اور سجدوں کے سفر میں گم ہو چکا تھا

تب ایک دن، بیٹھک میں سجاد نے چپ چاپ کہا:

"یار، ہم نے بہت کچھ دیکھا...

تمہیں روتے، ہنستے، دعائیں مانگتے...

مگر ایک بات دل سے کہتے ہیں، علی...

ایمن ہی وہ لڑکی تھی...

جو تمہیں ہر صورت میں deserve کرتی تھی۔"

عامر نے سر ہلایا:

"جویریہ آئی، گئی، اپنی جگہ خوبصورت تھی

مگر علی کی دعا، اُس کا سجدہ، اُس کا خلوص...

یہ سب صرف ایمن کے ساتھ جڑا ہوا لگتا ہے۔"

اور حیدر نے آہستہ سے کہا:

"آخر میں، ہر ایک کی دعا جدا ہو جاتی ہے...
مگر سچے دل سے مانگی ہوئی محبت،
کبھی جدا نہیں ہوتی...
بس صبر مانگتی ہے۔"

محبت کے لائق وہی ذات ہے

جس نے ہمیشہ باقی رہنا ہے،

جس کی طرف ایک قدم بڑھاؤ

وہ دس قدم آگے بڑھتا ہے۔

وہ نہ کبھی رسوا کرتا ہے،

نہ اکیلا چھوڑتا ہے۔

اسی کے ساتھ،

تمام پڑھنے والوں کو سلامِ آخر۔

اگر یہ ناول آپ کے دل کو چھو جائے،

تو اپنا تبصرہ، دعا یا رائے ضرور دیجیے گا۔

کیونکہ الفاظ ختم ہو سکتے ہیں—

مگر رب کی طرف جانے والا یہ سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

یااللہ...

جس طرح تُو نے میرے دل کو دنیا سے ہٹا کر اپنی طرف موڑا،

اسی طرح ہر اُس دل کو جھکا دے

جو تیری طرف آنے کے لیے بے چین ہے مگر راستہ نہیں جانتا۔

اُسے سکون دے

جس کے اندر درد ہے،

اُسے توفیق دے

جس کے پاس نیت ہے،

اور اُسے اپنا بنا لے

جو تجھ تک آنا چاہتا ہے

چاہے وہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو۔

یارب...

میں نے جن کو چاہا،

وہ سب تیری امانت تھے۔

میری چاہت کا مرکز اب تُو ہے

مجھے کبھی دوبارہ انسانوں کی بندگی میں نہ ڈالنا۔

یہ ایک سچی دعا ہے

اور اس ناول کا پہلا اختتام

لیکن اصل آغاز۔

اگر آپ نے کبھی کسی کو دل سے چاہا...

اور وہ آپ کا نہ ہو سکا،

تو غم نہ کیجیے۔

رب کا ایک نام ہے

الولی دوستی کرنے والا، قریب ہونے والا، سنبھالنے والا۔

جب سب چھن جائے،

تب وہی باقی رہتا ہے۔

یہ ناول صرف ایک محبت کی کہانی نہیں

یہ دل کی صفائی، نیت کی تجدید،

اور محبت کے اصل مقام رب تک پہنچنے کا سفر ہے۔

آپ کی کہانی کسی سے جُڑنے سے نہ بنے
بلکہ کسی کو رب سے جوڑنے سے مکمل ہو جائے۔

یا رب...

تُو وہ ہے
جو خاموشیوں کو بھی سنتا ہے
اور اُن دعاؤں کو بھی جو کبھی زبان پر نہیں آتیں۔

تُو وہ ہے
جو انسانوں کی بے وفائی کے بعد بھی وفا کرتا ہے،
اور اُنہیں تھامتا ہے
جنہیں دنیا ٹھکرا دیتی ہے۔

تُو وہ ہے
جو دل ٹوٹنے کے بعد

خود اُن میں اتر جاتا ہے۔

یارب...

میں اب کسی سے کچھ نہیں مانگتا
نہ ساتھ، نہ تسلی، نہ محبت۔

بس تُو کافی ہے۔
میری راتوں کا چراغ،
میرے دن کا سکون،
اور میری خاموشی کی صدا
بس تُو۔

آمین

یہ دعا، یہ پیغام، یہ مناجات
ہر اُس دل کے لیے ہے
جو کبھی کسی انسان کے لیے دھڑکا،
لیکن اب رب کے لیے جُھک چکا ہے۔

مصنف کا نوٹ

یہ کوئی افسانہ نہیں،

نہ ہی فقط ایک محبت کی کہانی ہے۔

یہ میرا اپنا سفر ہے...

ایسا سفر جو دل سے شروع ہوا،

اور رب کی دہلیز پر ختم نہیں مکمل ہوا۔

میں نے جب یہ کہانی لکھنی شروع کی،

تو مقصد صرف اتنا تھا

کہ اپنے دل کی روشنی دوسروں تک پہنچا سکوں

شاید کوئی اور دل،

جو میرے جیسا ٹوٹا ہو، وہ جُڑ جائے۔

جو گم ہو، وہ راہ پالے۔

جو کسی فانی جذبے میں الجھا ہو،

وہ باقی رب کی طرف پلٹ جائے۔

یہ کہانی اُن لوگوں کے لیے ہے
جنہوں نے کبھی کسی کو سچے دل سے چاہا
لیکن اُنہیں صرف درد، خاموشی یا محرومی ملی۔

میں اُن سے کہنا چاہتا ہوں:
تم ناکام نہیں ہو،
تم چُنے گئے ہو۔

اگر تمہاری چاہت نے تمہیں رب کے قریب کر دیا،
تو تم جیت گئے۔
اگر تم نے محبت میں صبر کیا،
تو تم قبول ہو گئے۔
اور اگر تم نے کسی کو رب سے جوڑ دیا،
تو تمہاری محبت، عبادت بن چکی ہے۔

یہی وہ پیغام تھا جسے میں نے
ہر باب میں، ہر خاموشی میں اور ہر دعا میں چھپا کر رکھا۔

اس کہانی کے کردار،

چاہے وہ علی ہو، ایمنہو، یا عائشہ

سب میرے وجود کے مختلف پہلو ہیں۔

سب کی تلاش ایک ہی تھی:

وہ رب،

جس کی محبت میں سکون ہے،

اور جس کی رضا میں اصل وصل۔

اگر یہ کہانی آپ کے دل کو چھو گئی ہو،

تو مجھے کچھ نہ کہنا

بس اپنے دل میں رب کے لیے ایک سجدہ رکھ دینا۔

میری یہی خواہش ہے:

کہ میرے لفظ، میرے درد، میری دعائیں

کسی کے لیے ہدایت، روشنی اور سچائی کا ذریعہ بن جائیں۔

پڑھنے والے تمام ساتھیوں کا شکریہ۔

اگر یہ کہانی آپ کو کچھ سکھا گئی،

تو وہ علم میرا نہیں رب کا دیا ہوا ہے۔

آخر میں،

میں یہی کہنا چاہوں گا:

میں نے اپنی محبت کو رب کے حوالے کیا
اگر آپ بھی اپنی چاہت کو سجدے میں رکھ دیں،
تو رب وہ کچھ دے گا
جس کی تمنا بھی کبھی نہ کی ہو گی۔

والسلام،

سردار